بفضل

صانع مخلوقات و باری النشات کتاب قامع الضلالات
و رافع علم ہدایات و ہادی راہ نجات و رافع اختلافات

المسمٰی بہ

مفاتح البرکات

بجواب

شوائظ البرقات

مصنفہ

علامۂ دوران و فہامۂ زمان سلطان المناظرین ضیغم ہند فخر الحاج
جناب ابو الصفا مولانا مرزا احمد علی امرتسری اللاہوری الکربلائی

جسکو

مینیجر کتب خانہ اثنا عشری لاہور
(مغل حویلی)
نے چھپوا کر شائع کیا

... اول — تعداد ۱۰۰۰ — قیمت بارہ آنہ

رسالہ

آئینہ مذہب سنی (نو ترمیم)

مؤلفہ حاجی ڈاکٹر نور حسین صاحب کربلائی جعفری سابق حنفی سنی جھنگ سیالوی

فانوس بن کے آپ حفاظت ہوا کرے ❋ وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور برکت چہاردہ معصومین علیہم السلام سے یہ رسالہ دوسری دفعہ بہت سے اضافہ کیساتھ مذہب سنی کی نہایت ہی معتبر و مستند کتب صحاح ستہ سے عموماً اور بخاری سے خصوصاً بڑی محنت سے تیار کیا گیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ اہلسنت والجماعت نے مذہب اسلام کو بدنام کیا ہے جسقدر اعتراضات و مطاعن و نقائص و مصائب اسلام پر غیر مذاہب (آریہ ہنود و عیسائی) کیطرف سے ہوئے ہیں۔ انکے ذمہ وار کتب تفاسیر اہلسنت ہیں اہلسنت کی کتب ہر ایک مناظرہ میں پیش ہو کر اسلام کی تباہی و بربادی کا باعث ہوئی ہیں مذہب سنی توحید و معرفت و صفات الٰہی سے بالکل معرا ہے۔ اللہ تعالیٰ جلشانہ کو ایک معمولی انسان خیال کر کے اس کو مجسم قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مکار فریبی اور گمراہ کرنیوالا ثابت کیا ہے۔ اور جناب رسالتمآب صلعم کی شان رسالت میں سخت بے ادبی و گستاخی کی ہے اہلبیت عظام کی سخت توہین کا باعث ہوئے ہیں اور جو نماز کہ فرقہ اہلسنت حنفی المذہب پڑھ رہا ہے وہ ناقص اور غیر مکمل ہے۔ غرضیکہ مؤلف نے اسمیں ایک انوکھی بحث کر کے ہمیشہ کیلئے مناظرہ سنی و شیعہ کو بند کر دیا ہے رسالہ آسان اور عام فہم ہے۔ ہر ایک مومن کے پاس اس کتاب کا ہونا نہایت ضروری اور لازمی ہے۔ رسالہ قوت ایمان اور وسیلہ جنان ہے۔ جو سنی ایکدفعہ حقائق ایمان سے اس کتاب کو دیکھ لیگا فوراً اپنے مصنوعی مذہب سے دست بردار ہو جائیگا اور دامن پنجتن پاک کو پکڑ کر نجات ابدی حاصل کریگا اہلسنت والجماعت کے مذہب کا آئینہ ہے جسمیں خال و خط ہر ایک روشن تحریک چہرہ اچھی طرح نظر آتا ہے مضامین حسب ذیل ہیں۔

آئینہ اول۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کی صفات ثبوتیہ اور شیعہ مذاہب اربعہ۔ آئینہ دوم صفات باریتعالیٰ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں پنڈلی انگلیاں چہرہ پہلو جوانی مکر و فریب قدم اسکا دوزخ میں وغیرہ وغیرہ۔ آئینہ سوم۔ شان نبوت میں گستاخی اور آنحضرت چال چلن پر اہلسنت کے حملے۔ آئینہ چہارم۔ تحریف قرآن و تحریق الفرقان۔ آئینہ پنجم۔ اہل سنت کا شان اہلبیت میں گستاخی و بہتان۔ آئینہ ششم۔ نماز سنی یعنی اہلسنت کی نماز مطابق نماز محمدی صلعم نہیں ہے۔ تتمہ۔ توحید الائمہ دوازدہ آئمہ اطہار علیہم السلام کی توحید و معرفت و صفات الٰہی میں فلسفہ توحید۔ فرمان و اقوال۔ مذہب شیعہ کا مذہب سنی سے مقابلہ

حجم کتاب بتقطیع ۲۰×۲۶ کے قریباً ۲۰۰ صفحات سفید اعلیٰ کاغذ پہ یہ کتاب طبع ہوئی ہے لکھائی چھپائی بھی نہایت عمدہ ہے قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ ۔۔۔ منیجر کتب خانہ اثنا عشری لاہور مغل حویلی!

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

قیل یٰنوح اھبط بسلٰم منا و برکٰت علیک و علیٰ امم ممن معک

بفضل صانع مخلوقات و باری المشات کتاب قاطع الضلالات و رافع علم ہدایات و ہادی راہ نجات و رافع اختلافات

المسمّٰی بہ

مفاتح البرکات

بجواب

شوائط البرقات

مصنفہ

علامہ دوران و فہامہ زمان سلطان المناظرین ضیغم ہند فخر الحاج جناب ابو الصفا مولانا مرزا احمد علی صاحب امرتسری اللاہوری الکربلائی

بفرمائش

مالک و مہتمم کتب خانہ اثنا عشری لاہور

(شائع امصار و ضیا بار ابصار گردید)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبدہ المقرب ونبیہ المنتجب محمد وآلہ الطاہرین اما بعد کچھ مدت ہوئی کہ ضلع ملتان کے چند مومنین کتاب شوائظ البرقات مصنفہ سید قطب شاہ ساکن پیر محل میرے پاس لائے اور خواہش ظاہر کی کہ میں اس کا جواب لکھوں۔ میں نے کتاب لے لی۔ مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مصنف نے اس کتاب میں آیات بنیات کے جواب رمی الجمرات کے جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ چند سطریں ہی پڑھی تھیں کہ معلوم ہوا کہ مصنف شوائظ محض عامی اور بے سواد شخص ہے جو اردو کی ایک سطر بھی صحیح نہیں لکھ سکتا اور جوں جوں میں اسکی ورق گردانی کرتا گیا میرا تعجب بڑھتا گیا۔ کہ افسوس ایسا شخص .... رمی الجمرات جیسی لاجواب کتاب کا جواب لکھنے کا دعویٰ کرے یا تو اہل سنت میں قحط الرجال ہے اور ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو شیعوں کی کسی کتاب کا جواب لکھ سکے۔ یا یہ کہ اہل فن موجود تو ہیں لیکن شیعوں کی باطل شکن جہالت سوز اور علم اندوز کتابوں کو دیکھ کر انہیں جواب کی جرأت نہیں ہوتی اور وہ نہیں چاہتے کہ مستحکم براہین شیعہ کے مقابل میں پھیکی باتیں اور پھسپھسی دلیلیں لکھ کر اہل علم کے سامنے اپنی تضحیک کرائیں۔ رمی الجمرات اس زمانہ میں ہی لکھی گئی جبکہ آیات بنیات کے مؤلف مہدی علیخان المعروف بہ نواب محسن الملک بہادر زندہ تھے۔ کتاب اُن تک پہنچائی گئی۔ انہوں نے مطالعہ بھی کی لیکن رمی الجمرات میں بالسہ کو ایسے جمرے پھینکے گئے تھے کہ جنہوں نے محسن الملک کو باوجود بہادر کہلانے کے بزدل کر دیا۔ اور جمرات سے ایسے زخمی ہوئے کہ اُن کا جانبر ہونا مشکل ہو گیا۔ اور حجاج بیت حقیقت کے جمروں میں ایسے ڈوبے جیسے عقبات مکہ۔ یہاں تک کہ جمروں کے ڈھیر کے نیچے دبے ہوئے شمر کے بڑے بڑے پتھروں سے اُن کا سر ٹکرایا اور جمرستان اور سنگستان میں ہی انہوں نے جان دی۔ لیکن اپنی عمر بھر انہیں ہمت نہ پڑی کہ رمی الجمرات کے مقابل سحر

سامری کی ایک ہی آیت دکھلاتے۔ یا ایک چھوٹی سی کنکری ہی پھینکتے۔ یا اس کی کسی ایک چھوٹی سی بات ہی کا جواب دیتے۔ یا کاش ایک خفیف سی حرکت مذبوحی جمروں کے ڈھیر کے نیچے کرتے۔ لیکن کچھ نہ کیا کچھ نہ ہوا۔ پس جبکہ خود مصنف آیات بنیات رمی الجمرات کے اثر کو تسلیم کر چکا۔ جبکہ خود محسن الملک اس دفاعی وار کا لوہا مانچکا اور جبکہ خود نواب صاحب بہادر نے اسکے برخلاف نہ تیغ زبان کو ہلایا نہ سیف قلم کو جنبش دی بلکہ اس حملے نے ان کی زبان پر مہر سکوت لگادی۔ اور ان کے قلم کو توڑ دیا۔ تو اب اور کون ہو سکتا جو یہ کہنے کا حوصلہ رکھ سکے کہ اس نے رمی الجمرات کا جواب ہاں جیسے جواب کہہ سکیں لکھا ہے بجز اگر نواب محسن الملک جواب نہ دے سکے تو ہندوستان بھر کے کثیر التعداد علماء جماعت کا کوئی فرد یا علیگڈھ کی حزب النیچریہ کا کوئی رکن ہی اسطرف ہاتھ بڑھاتا۔ لیکن ان میں سے بھی کسی کے ضمیر نے اسے حق کے سامنے بولنے کی اجازت نہ دی۔ اور رعب صداقت نے انہیں بھی ایسا ہی مرعوب کیا جیسے ان کے پیشرو کو کیا تھا۔ اب اتنی مدت کے بعد رمی الجمرات کے مقابل پر ایک آواز اُٹھتی ہے۔ کہاں سے؟ پنجاب سے! اور پنجاب کے بھی ایسے مقام سے جو علم وفضل سے کوسوں دور ہے اور آواز اُٹھانے والا وہ شخص ہے جو اردو کی ایک سطر بھی نہ صحیح طور پر سمجھ سکتا ہے اور نہ لکھ سکتا ہے۔ چہ جائیکہ وہ شیعوں کی کسی بات کا جواب دے سکے۔ اس نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲ پر خود اقرار کیا ہے کہ اسے نہ چنداں علم کی طاقت نہ بحث کی لیاقت ہے۔ پھر اس بھلے مانس سے کوئی پوچھے کہ تجھے کس نے کہا تھا۔ کہ ایسی بیعلمی اور بے لیاقتی کا نمونہ پیش کرے جس سے اُس کے مذہب کی رہی سہی عزت بھی خاک میں مل جائے۔ دیکھئے اس کی کتاب کے دیباچہ کی ڈیڑھ سطر اس طرح ان کے دماغ سے صفحہ قرطاس پر مداوفگن ہے۔ اما بعد آمین حمد رب العالمین ونعت سید المرسلین کی کم یہ بندہ پُرخطا سید قطب شاہ ابن سید امام شاہ بخاری غَفَرَ اللّٰہُ ذُنُوبَہٗ ملاحظہ فرمایئے یہ دیباچہ کی پہلی سطریں ہیں جن میں علم وکمال اور فصاحت وبلاغت کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ اپنے امام اعظم کی روح کو بھی شرمندۂ احسان بنا دیا ہے۔ بتلایئے یہ آمین حمد رب العالمین کیا ہے اور غَفَرَ اللّٰہُ ذُنُوبَہٗ آپ کے کس بزرگ کا نام ہے اور اس لیاقت کی بنا پر سرورق کتاب پر یہ دھمکی دی کہ اگر کوئی رد ارقام کرے تو اس پر ہم یا ہمارے

ہم مذہب کو استغاثہ دائر کرنے کا مجاز ہوگا۔ پوچھئے شیعہ جو کوئی لکھیگا تمہاری ایسی خبر لے گا۔ کہ تمہیں چھٹی کا دودھ یاد آجائے اور خود تمہارے ہم مذہب ہی تمہیں ذلیل کریں انہیں استغاثہ کرنیکی ضرورت کیا۔ اور رسوائی کرائیں۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ شاہ صاحب مرض پیری میں گرفتار ہیں مذہب شیعہ کو بھی غالباً دل سے سچا جانتے ہونگے اگر وہ واقعی آل رسول ہیں۔ کیونکہ کون ہے جو اپنے اجداد کی عزت کو گھٹائے اور ان کے حقوق کے پامال کرنیوالوں کی عزت کرے۔ لیکن کیا کریں اگر وہ علانیہ شیعہ ہوجائیں تو نذر نیاز و مریدی کا سلسلہ بند ہوتا ہے اس لئے انہوں نے نذر نیاز زیادہ لینے کا یہ ڈھنگ نکال کہ ایسی لچر پوچ کتاب لکھو جس سے دیکھنے جولاہے تیلی قصائی مرید خوش ہوں اور ظاہر ہے کہ چونکہ اکثر خاندان شیعہ ہوگئے ہیں حتےٰ کہ ان کا اپنا خاندان بھی اپنے اصلی مذہب شیعہ پر آگیا ہے صفحہ ۲۔ اس لئے انہوں نے یہ اساہ البحر لکھی۔ اور اس کا نام رکھا شوائظ البوقات رد رمی الجمرات و رحمۃ المطرات لاھل السنۃ والجماعت اور اس نام میں اپنی اتنی فضیلت دکھلائی کہ جماعت کے عین کو مکسور کیا شاید کسی سے سنا ہوگا کہ ل جاتا ہے۔ اور اپنے معمول کو زیر دیا کرتا ہے۔ ان کو کیا خبر تھی کہ کہیں زیر دیتا ہے اسلئے انہوں نے اپنی جماعت کو توڑ دیا شوائظ میں رمی الجمرات کا مکمل جواب نہیں صرف بعض بعض مقامات کے متعلق فضول طویل عبارات لکھی گئی ہیں۔ میرا دل نہیں چاہتا تھا۔ کہ ایسی جاہلانہ تحریر کا جواب لکھوں کیونکہ خود یہ کتاب ہی مؤلف کی تفضیح کے لئے کافی ہے لیکن چونکہ چند مومنین نے خواہش کی تھی۔ اس لئے میں نے فضیلت صحابہ اور تقیہ و فدک وغیرہ کے متعلق جواب دیا ہے پہلے ان کی عبارت بمعہ اس مضمون کے جو خود انہوں نے رمی الجمرات سے لیا ہے درج کیا ہے۔ اور جواب شیعہ کے ذیل میں ہم نے جواب دیا ہے خداوند عالم اسے قبول فرمائے اور اسے غلط فہمیوں کے دور کرنے کا ذریعہ بنائے بحق محمد و آلہ الطاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین آمین یارب العالمین مکرر اینکہ میں نے مسودہ اتنا لکھا تھا۔ جتنا کہ اب موجود ہے تو طبیعت اکتا گئی اور کہا کہ ایسے شخص کے جواب میں کیوں فرید وقت صرف کرتے ہو اس کے لئے فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔ اور کچھ دیگر مشاغل مانع ہوئے اب احباب کے اصرار پر اسی ۱۵ء کے مسودہ کو شائع کیا جاتا ہے۔ اگر شاہ صاحب نے اس کا جواب دیا تو پھر انشاء اللہ اس کا جواب بمع بقیہ جوابات کے لکھا جائیگا لیکن فی الحال اسکے کھلنے کیلئے اتنا ہی کافی ہے ۔؛ (مرزا احمد علی موچی دروازہ لاہور $\frac{۲}{۲۵}$ ۱۷

فضیلت صحابہ

سید صاحب نے اپنی کتاب میں یہ عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ حضرت کے سب اصحاب نیک کردار اور اجزا ر رسالت ہیں ص۳

اس لئے پہلے ہم لفظ صحابہ و اصحاب پر بحث کرتے ہیں۔ اصحاب جمع صاحب ہے اور صاحب صحبت سے مشتق ہے صحبت کے معنے قاموس میں معاشرت لکھے ہیں۔ خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ اس لحاظ سے ہر شخص جو نبی کے پاس آیا اور آپ کی صحبت میں بیٹھا وہ پکا صحابی ہے۔ اور اسی معنے سے حضرت رسول کریم کو کفار کا صاحب کہا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ نے سورہ نجم میں فرمایا والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی (قسم ہے ستارے کی جب گرے کا نہیں بہک گیا یار تمہارا صاحب نہ راہ راست سے پھر گیا) پ۲۷ سبا ما بصاحبکم من جنۃ (نہیں یار تمہارے کو کچھ جنون) پ۳ تکویر وما بصاحبکم بمجنون (اے اہل مکہ تمہارے رفیق محمد صلے اللہ علیہ وآلہ باولے نہیں ہیں) ان آیات میں ایک طرف حضرت ختمی مرتبت تھے اور دوسری طرف کفار مکہ اور انہی کفار پر بھی لفظ صاحب نبی اطلاق ہوا ہے ایسے ہی سورہ کہف پ۱۵ میں ایک کافر کو مومن کا صاحب کہا ہے۔ فقال لصاحبہ وھو یحاورہ انا اکثر منک مالا واعز نفرا (ایک دن یہ شخص مومن اپنے کسی دوست سے باتیں کرتے کرتے بول اٹھا کہ میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور میرا جتھا بھی بڑا زبردست ہے)۔ علی ھذا القیاس احادیث میں منافقوں پر بھی اصحاب کا لفظ اطلاق ہوا ہے۔ بخاری و دیگر کتب صحاح میں ہے۔ قال النبی حین سئل ان یقتل راس المنافقین عبد اللہ بن ابی لا یتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ۔ یعنے فرمایا پیغمبر نے جب کہ کسی نے عرض کیا کہ عبد اللہ بن ابی منافقین کے سردار کو قتل کیا جائے حضور نے فرمایا نہیں کیونکہ لوگ باتیں کرینگے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے۔ اسی طرح فرمایا

ایک مرد کے قصہ میں جس نے تقسیم غنائم حنین کیوقت کیا تھا۔ کہ اس تقسیم میں رضا خداوندی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ فقال عمرؓ دعنی یا رسول اللہ اقتل ھذہ المنافق فقال النبیؐ معاذ اللہ ان یتحدث الناس انی اقتل اصحابی۔ نصائح کافیہ لمن یتولا معاویہ از روایت بخاری صـ۱۲۷ حضرت عمرؓ نے کہا یا حضرت مجھے چھوڑ دیجئے میں اس کو قتل کروں حضرت نے فرمایا خدا کی پناہ اس بات سے کہ لوگ بیان کریں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں۔

اکثر اہلسنت کہا کرتے ہیں کہ صحابہ تمام عدول تھے لیکن واقعات اور آرائے محققین اس عقیدے کی تکذیب کرتے ہیں۔ مازری نے شرح برہان میں اور صاحب نصائح کافیہ نے صـ۱۳۲ میں لکھا ہے الصحابہ عدول وغیر عدول ولا نقطع الا بعدالۃ الذین لازموہ صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ واما عدالۃ کل من زار علیہ الصلوٰۃ والسلام یوماً او زارہ لماما او اجتمع بہ لغرض وانصرف فلا نقطع بھا بل ھی محتملۃ وجوداً وعدماً انتھی قال السید الوسی والی نحو ھذا ذھب بن العماد الحنبلی فی شذرات الذھب وما رد بہ الجمھور علی من قال بنفی العدالۃ من اقترف کبیرۃ بقتال علی مع الاصرار علیہ بانھم مجتھدون فیما شجر منھم اخطئوا فلھم اجر واحد مردود بما قد مناہ فی ابطال دعوے اجتھاد معاویہ من ان الاجتھاد لا یصح فی مقابلۃ النص وبانہ لم یثبت ان الصحابہ کلھم من اھل الاجتھاد بل الثابت ان منھم المجتھدون ومنھم العامی فیکون خیئۃ المجتھد منھم عدلا والعامی فاسقا وھو غیر مرادھم۔

مازری جو کبار محدثین اہلسنت سے ہیں۔ شرح برہان میں لکھتے ہیں کہ صحابہ میں عدول بھی ہیں اور غیر عدول بھی اور ہم نہیں یقین کرتے مگر انکی عدالت کا جو حضرت کی ملازمت میں مدت تک رہے اور جنہوں نے ہر مقام پر حضرت کی مدد کی اور تابعداری کی انہوں نے اس نور کی جو حضرت کے ساتھ نازل ہوا لیکن اس صحابی کی عدالت پر ہمیں قطع و یقین نہیں جس نے ایک دن حضرت کی زیارت کی یا اپنی کسی غرض کو آیا اور چلا گیا۔ بلکہ ان میں وجود و عدم عدالت ہر دو کا احتمال ہے اور یہی سید الوسی اور ابن عماد حنبلی کی رائے ہے اور اس چیز کو جس کے ساتھ جمہور نے رد کیا ہے۔ قول اس شخص کا جو قائل ہوا ہے ساتھ نفی کرنے عدالت اس صحابی کی جس نے حضرت علی کیساتھ جنگ کر کے کبیرہ گناہ کیا۔ اور اس پر مصر بھی رہا۔ اس بات کیساتھ کہ تمام صحابی اپنے تنازعات میں مجتہد ہیں اور اگر وہ خطا بھی کریں تو انکو ایک اجر ملے گا۔ مردود ہے اس لئے کہ نص کے مقابلے

میں دعوے اجتہاد باطل و غیر صحیح ہے اور نیز اس لئے کہ حضرت کے تمام اصحاب مجتہد نہیں۔ بلکہ ان میں بے علم بھی ہیں اور فاسق بھی۔ پس صرف مجتہد عدل ہوگا اور عامی فاسق۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ صحابہ کلہم عدول نہ تھے اور نہ سب ممدوح تھے۔ اب ہم قرآن سے بھی اسی مضمون کو ثابت کرتے ہیں۔ خداوند عالم نے قرآن میں حضرت موسے کا حال سب قصوں سے زیادہ بیان فرمایا ہے اور ختمی مرتبت کو مثیل موسے فرما کر اس راز کو بھی کھول دیا ہے۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ (بھیجا ہم نے تمہاری طرف رسول شاہد تم پر جیسے ہم نے فرعون کیطرف رسول بھیجا تھا۔ اور فرمایا۔ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تکونوا کالذین اذوا موسیٰ (اے ایمان والو نہ ہو تم انکی طرح جنہوں نے موسیٰ کو ایذا دی) اور موافقت احکام شرعی میں فرمایا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم (تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلوں پر فرض کئے گئے تھے) اور صحابہ کو بھی مثیل صحابہ موسے فرمایا ام تریدون ان تسئلوا رسولکم کما سئل موسیٰ من قبل ومن یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سواء السبیل (آیا تم چاہتے ہو کہ سوال کرو تم اپنے رسولؐ سے جیسے موسے سے سوال کیا گیا تھا اور جو ایمان کو کفر کیساتھ بدلے وہ سیدھی راہ سے بے راہ ہوا) اس سے یہ ثابت ہوا کہ رسول کریم کے صحابہ بھی صحابہ حضرت موسے علیہ السلام سے افعال و کردار میں مشابہت رکھتے تھے۔ اب میں چند مثالیں لکھتا ہوں جس سے رسول کریم کا نبی صادق اور اسلام کا دین حق ہونا ثابت ہو جائے گا

۱۔ حضرت موسے علیہ السلام صاحب شریعت تھے۔	حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صاحب شریعت تھے۔
۲۔ ″ پر توریت نازل ہوئی	″ پر قرآن
۳۔ ″ فرعون مصر کیطرف بھیجے گئے چنانچہ توریت کی کتاب خروج ۳ بب ۱۰ میں ہے پس اب تو جا میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں	″ فراعنہ مکہ کیطرف بھیجے گئے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔
۴۔ موسیٰ نے دعا کی واجعل لی وزیراً من اھلی ھارون اخی (میرے اہل سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر کر) اور خروج ۴ بب ۱۴-۱۶ میں ہے کہ موسیٰ نے خداوند سے کہا کہ میری	حضرت نے دعوت قریش کیدن فرمایا ایکم یوازرنی حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا میں۔ اسپر آپنے فرمایا انت اخی و وصی و خلیفتی

۴ زبان اور باتوں میں لکنت ہے ۔ ۔ ۔ ۔ خدا نے کہا کیا نہیں ہے لاویوں میں سے ہارون تیرا بھائی میں جانتا ہوں کہ وہ فصیح ہے اور دیکھ کہ وہ بھی تیری ملاقات کو آتا ہے اور قرآن میں ہے واشرکہ فی امری (میرے کام میں ہارون کو شریک کر)

۴ تو میرا بھائی اور وصی اور خلیفہ ہے ، پس جیسے ہارون شریک تھے امر موسےؑ میں ویسے ہی حضرت علیؑ شریک تھے امر محمدؐ میں۔

۵۔ خداوند عالم نے موسےؑ کو ہارون کے بارے میں فرمایا اور وہ تیرے عوض لوگوں سے باتیں کرے گا اور وہ ہاں وہی تیری زبان کی جگہ ہوگا (خروج ۴/۱۶)

رسولؐ خدا کے حال میں حضرت علی بمنزل دست رسولؐ تھے اور حضرت کے عوض آپ ہی لوگوں سے جہاد کیا کرتے تھے ۔ اور چونکہ دست رسولؐ دست خدا ہے ۔ بفحوائے آیت ید اللہ فوق ایدیھم اسی لئے علیؑ کو بھی ید اللہ کہا گیا۔

۶۔ فرعون نے مصر میں بنی اسرائیل کو دکھ دیئے انکو ستایا اور ان سے خدمتیں لیں اور انکی زندگی تلخ کی خروج ۱/۱۱-۱۴

فراعنہ مکہ نے بنی ہاشم کو مکہ میں رکھ دیئے اور ستایا۔

۷۔ جب فرعون نے بنی اسرائیل پر ظلموں کی حد کر دی ۔ تو خداوند عالم نے موسےؑ و ہارون سے کہا کہ فرعون کے پاس جاکر انہیں اس سے چھڑاؤ اور مصر سے ہجرت کرو۔

ایسے ہی جب محمدیوں پر کفار مکہ نے طرح طرح کے ظلم کئے تو حضرت کو حکم ہوا کہ مکہ سے ہجرت کر جاؤ۔

۸۔ جس وقت موسےؑ نے ہجرت کا ذکر فرمایا تو بنی اسرائیل نے آپ کی نہ سنی ۔ خروج ۶/۹

جب حضرت نے صحابہ کو کہا کہ میں آج ہجرت کرنیوالا ہوں ۔ تم اپنے گھروں سے آج شب کو باہر نکلنا ۔ تو اول صاحب نے تعمیل حکم نہ کی اور نکل پڑے۔

۹۔ بنی اسرائیل اور مہاجرین جہاد سے کارہ

ایسے ہی اصحاب محمدؐ کے حق میں فرما فلما

تھے جیسا کہ خروج ۱۳/۱۷ سے ہویدا ہے

کتب علیھم القتال تولوا الا قلیل منھم (جب انپر جہاد فرض کیا گیا تو پھر گئے مگر تھوڑے)

۱۰۔ اصحاب موسےؑ میں سے بعض ایسے تھے ۔ جنہوں نے فرعون کے لشکر کو دیکھ کر گھبراہٹ کی اور وعدۂ خدائی سے بے اعتنائی کی ۔ خروج ۱۴/۱۰-۱۲

اصحاب رسول میں سے بھی بعض نے کہا ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا (نہیں وعدہ کیا ہم کو اللہ اور اس کے رسول نے مگر فریب)

۱۱۔ من وسلوے کے بارے میں اصحاب موسےؑ نے آپ کی نافرمانی کی اور اس کو جمع کرنا شروع کیا خروج ۱۶/۲۰ اور ۱۷/۴ میں ہے کہ جب بیابان سینا میں اصحاب موسےؑ کو پانی نہ ملا تو وہ موسےؑ پر جھنجلائے ۔ اسپر موسےؑ نے خدا سے عرض کی کہ جلد پانی کا بندوبست کر ۔ وہ سب تو ابھی مجھے سنگسار کرنے کو تیار ہیں۔

لیلۃ العقبہ میں بعض اصحاب محمدؐ نے بھی حضرت کی اونٹنی پر پتھر برسائے تاکہ وہ چراغپا ہو اور حضرت گر پڑیں ۔ لیکن بجلی کی روشنی ہوئی اور وہ شناخت کئے گئے۔

۱۲۔ ہجرت کے بعد پہلی لڑائی عمالقہ سے ہوئی جسکو حضرت کلیم کے وصی حضرت یشوع علیہ السلام نے فتح کیا خروج ۱۷/۱۰-۱۶

ہجرت کے بعد پہلی لڑائی بدر میں کفار مکہ کیساتھ ہوئی جس میں رسول کریم کے خلیفۂ برحق و امام اول حضرت علیؑ نے اپنی تیغ سے بیدریغ کفار کو قتل کیا اور اسلام کی فتح ہوئی۔

۱۳۔ جب موسےؑ طور پر توریت لانے گئے ۔ تو آپکے اصحاب نے اپنے ہاتھوں سے گاؤ سالہ بنایا اور اس کی پوجا کرنے لگے اور آپ کی غیبت میں حضرت ہارون ضعیف کئے گئے اور آپ کی بات کوئی نہ سنتا تھا

اصحاب محمدؐ نے بھی آپ کی رحلت کے بعد ایک شخص کو بفحوائے اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ اپنا معبود بنایا اور اسے خلیفۂ رسول قرار دیا ۔ لیکن جیسے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بت معبود حقیقی نہیں ویسے ہی اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے خلیفہ خلیفۂ رسول نہیں ۔ اس وقت محمدؐ کے وصی حضرت علیؑ ضعیف کئے گئے اور کسی

نے آپ سے خلافت کا مشورہ بھی نہ لیا۔
اور آپ بزبان حال حضرت رسول کی خدمت میں
عرض کرتے تھے یا بن الام ان القوم استضعفونی
وکادوا ان یقتلونی رائے میرے بھائی تحقیق
قوم نے مجھے کمزور کر دیا اور قریب تھا کہ مجھے
قتل کر ڈالتی کتاب الامامۃ والسیاسۃ)

اب ہم چند احادیث لکھتے ہیں جن سے اکثر اصحاب کا غیر عدول و فاسق وغیرہ ہونا ثابت ہوتا ہے
ا۔حضرت ام المومنین ام سلمہ سے مروی ہے قالت قال رسول اللہ انی لکم فرط علی الحوض فایای لایاتین احد کم فیذب عنی کما یذب البعیر الضال فاقول فیھم ھذا فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقا۔ حضرت نے فرمایا تحقیق میں تمہاری سازگاری کے لئے حوض پر اول جانیوالا ہوں۔ پس میرے پاس کوئی ایک بھی تم میں سے نہ آویگا مگر یہ کہ وہ میرے پاس سے ہانک دیا جاوے گا جس طرح اونٹ ہانک دیا جاتا ہے۔ تو میں کہونگا کہ یہ کس لئے ہانکے گئے۔ پس کہا جائے گا کہ تو اے پیغمبر نہیں جانتا ہے کہ ان لوگوں نے تیرے پیچھے کیا کیا احداث کئے ہیں۔ پس میں کہوں گا دور رہیں مجھ سے۔ یہ خطاب ایک خاص گروہ صحابہ سے ہے۔

۲۔شفیق بن عبداللہ سے ماثور ہے۔ قال قال رسول اللہ انا فرطکم علی الحوض ولا نازعن اقواما ثم غلبن علیھم فاقول یارب اصحابی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک۔ میں تم سے آگے جانیوالا ہوں حوض کوثر پر اور البتہ میں منازعت کیا جاؤنگا واسطے بارہ اقوام پھر البتہ فرشتے انپر غالب آوینگے۔ پس میں کہونگا اے میرے رب یہ میرے اصحاب ہیں میرے اصحاب ہیں۔ مجھ سے کہا جائیگا کہ ہر آئینہ تو نہیں جانتا ہے کہ انہوں نے بعد تیرے کیا احداث کیا

۳۔ام المومنین عائشہ سے مروی ہے۔ قال سمعت رسول اللہ وھو یقول بین ظھر فی اصحابہ انی علی الحوض انتظر من یرد علی منکم فواللہ لیقطعن دونی رجالا فاقولن ای رب منی ومن امتی فیقول انک لاتدری ما عملوا بعدک مازالوا یرجعون علی اعقابھم فرمایا رسول اللہ نے جب کہ اصحاب حاضر تھے کہ میں حوض پر انتظار کرونگا۔ ان لوگوں کا جو میرے پاس تم میں سے وارد ہونیوالے ہیں۔ پس قسم بخدا کہ کچھ لوگ میرے پاس سے البتہ جدا کر دیئے جائینگے اس وقت میں کہوں گا اے میرے رب یہ مجھ سے اور میری امت سے ہیں۔ کہا جائیگا

اے پیغمبر تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد انہوں نے کیا عمل کیا۔ ہمیشہ یہ لوگ پھرے ہوئے رہے ہیں۔ اپنی ایڑیوں کیطرف سے دین کی جانب سے۔ اس سے بھی صحابہ ہی مراد ہیں جیسا کہ عبارت حدیث سے ظاہر ہے۔

۴۔سہل بن سعد الساعدی سے ماثور ہے، ولیردن علی اقوام اعرفھم ویعرفونی ثم یحال بینی وبینھم فاقول انھم منی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقا سحقا لمن غیر دینی۔ البتہ وارد ہونگی مجھ پر قومیں جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھ کو پہچانتے ہونگے پھر انکے اور میرے درمیان حائل واقع ہوگا۔ میں کہوں گا یہ مجھ سے ہیں۔ جواب دیا جائے گا کہ تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعات احداث کیں۔ میں کہوں گا دوری ہو دوری ہو اس کے لئے جس نے میرے دین کو بدلا۔

۵۔کنز العمال کی کتاب القیامۃ میں سمرہ صحابی سے مروی ہے قال رسول اللہ یرد علی قوم ممن کان معی فاذا رفعوا الی رایتھم اختلجوا دونی فاقول یارب اصحابی اصحابی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک۔ وارد ہوگی مجھ پر ایک قوم ان لوگوں میں سے جو میرے ساتھ تھے پس جب وہ میرے نزدیک پہنچے گی۔ تو میں دیکھوں گا کہ وہ میرے پاس سے کھینچے جا رہے ہیں۔ میں کہوں گا اے میرے رب یہ میرے اصحاب ہیں ارشاد ہوگا۔ کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا بدعتیں شامل کیں۔ پس اگر اہلسنت آیہ والذین معہ سے تمام صحابہ کی فضیلت ثابت کرتے ہیں تو چاہیئے کہ یہ قوم بھی اس فضیلت میں شریک ہو کیونکہ انکے حق میں بھی حضرت نے فرمایا کان معی یہ قوم دنیا میں میرے ساتھ تھی۔

۶۔مسلم میں انس بن مالک سے ماثور ہے۔ قال صلعم لیردن علی الحوض رجال ممن صاحبنی حتی اذا رایتھم ورفعوا الی اختلجوا دونی فلاقولن ای رب اصحابی اصحابی فلیقالن لی انک لاتدری ما احدثوا بعدک۔ البتہ وارد ہونگے میرے پاس حوض پر کچھ لوگ ان میں سے جو میری مصاحبت میں رہے ہیں۔ لیکن انکا وہی حشر ہوگا جو اوپر مذکور ہوا۔

یہاں ہم ان چھ حدیثوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ نووی نے کتاب مفہم شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۲۹-۲۵۰ میں اخبار حوض کی تصحیح و توثیق و صحت میں قاضی عیاض کا قول بدیں عبارت نقل کیا ہے
احادیث الحوض صحیحۃ والایمان بہ فرض والتصدیق بہ من الایمان وھو علی ظاھرہ عند اھل السنۃ والجماعۃ لایتاول ولا یختلف فیہ وحدیثہ متواتر النقل رواہ خلائق من

الصحابہ۔ یعنے احادیث حوض صحیح ہیں اور انپر ایمان لانا فرض ہے اور انکی تصدیق ایمان سے ہے اور معانی احادیث مذکور ظاہر الفاظ پر ہیں نزدیک اہلسنت والجماعت کے اور انکی تاویل نہیں کی جاتی اور نہ اس میں اختلاف ہے اور احادیث حوض متواتر النقل ہیں اور صحابہ سے ایک مخلوق نے انکو روایت کیا ہے۔ پس ان احادیث سے کالشمس فی وسط النہار ظاہر ہو گیا۔ کہ تمام صحابہ مقبول نہیں۔ بلکہ ان میں سے ایک گروہ مبتدع و مرتد ہے اور انہوں نے دین میں بدعتیں ایجاد کیں اور یہی حوض کوثر سے ہٹائے جائینگے اور شیعوں کا یہی اعتقاد ہے۔ کہ ان میں سے فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر اور اصحاب الجنۃ ہم الفائزون۔ یہ مختصر تمہید ہے جس میں تمام شوالط کا جواب ہو گیا۔ اور جو تار و پود سید صاحب نے بیت عنکبوت کی طرح بنایا تھا۔ اس کو ادلۂ قاہرہ کے ایک ہی جھونکے نے ھباءً منثورا کر دیا اور کیا سچ فرمایا ہے خدا نے ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت۔

اب ذیل میں وہ دلائل لکھے جاتے ہیں جو سید صاحب نے تمام صحابہ کی شان میں لکھے ہیں:۔

بحث صحابہ کی فضیلت میں

قول شاہ جی ۔ شیعوں کی تفسیر حسن عسکری میں لکھا ہے کہ جس کو امام حسن عسکری علیہ السلام کیطرف منسوب کرتے ہیں۔ وھو ھذا۔ اوحی الی آدم ان اللہ لیغیض علی کل واحد من محبۃ محمد وآل محمد مالو قسمت علی کل عدد و ماخلق اللہ من طول الدھر الی آخرہ وکانوا کفارا لاداہم الی عاقبۃ محمودۃٍ وایمان باللہ حتی یستحقوا بہ الجنۃ وان رجلا ممن لبغض آل محمدؐ واصحاب او واحد منھم لعذبہ اللہ عذابا لو قسم علی مثل خلق اللہ لاھلک ھم اجمعین۔ امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے وحی کی آدم پر کہ خدا ان لوگوں پر جو محبت رکھتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور انکی آل سے اور انکے اصحاب سے ایسی رحمت نازل کریگا کہ اگر وہ تقسیم کیجاوے اوپر تمام مخلوق کے اول سے آخر تک تو وہ کافی ہے اور اگر سب کفار ہوں تو انکی عاقبت اچھی ہو جاوے اور وہ مومن ہو جاویں اور اگر کوئی آدمی دشمنی رکھے گا ساتھ آل محمدؐ کے اور ساتھ اصحاب محمدؐ کے یا ایک سے بھی تو خدا اس پر ایسا عذاب نازل کریگا کہ اگر وہ عذاب نازل ہو تمام مخلوق پر تو وہ سب کے سب ہلاک ہو جاوے پس امام صاحب نے دو فائدے ارقام فرمائے۔ ایک تو جو آل اور اصحاب پر محبت سے رو

و رحمت بھیجتا ہے خدا اس پر ایسی بخشش فرماتا ہے کہ اگر وہ کافر ہو تو مومن ہو جاتا ہے۔ دوسرا جو حضرت کی آل یا کسی اصحاب سے کچھ بھی دشمنی و کینہ رکھے تو وہ مستحق عذاب کا ہے۔ عذاب بھی وہ کہ جس میں تمام دنیا ہلاک ہو جاوے اب کس کا جی چاہتا ہے کہ کسی بھی حضرت کے اصحاب کو برا کہے اور ہمیشہ کے عذاب میں خراب رہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

قال المخاطب متعصب العظیم۔ جب کہ وما اصحاب میں ان صفات جو مذکور فقرات دعا میں ہیں۔ ہم نے ثابت کیا کہ مراد اصحاب مومنین کرام ہیں نہ اصحاب منافقین لیام۔ پس اتباع سے بھی ضروری ہے کہ مراد اتباع مومنین ہیں نہ اتباع منافقین۔ پس جب امام علیہ السلام نے مومنین کے حق میں دعا کی خواہ صحابہ ہوں خواہ اتباع انکے تو آپکے منافقین صحابہ اور انکے اتباع کو کیا ملا خصوصاً حضرات ثلاثہ کو کہ شیعہ انکو پیشوائے اہل نفاق جانتے ہیں اقول واستعین بالرب الکریم نہ تو کہیں مخاطب کو شرم آتا ہے نہ کوئی ثبوت دکھلاتا ہے صرف ایک انکار ہی کا جھوٹا تکرار کرتا چلا جاتا ہے۔ مخاطب جی اسی ایمان صحابہ کی بابت تو ہمارا اور تمہارا یہ مقدمہ ہے جو اب تک تو آپنے کسی ایک بھی اصحاب کے ایمان میں کوئی نقصان نہ آسکا اور نہ کسی کا آپ نے کفر و نفاق ثابت کیا۔ نہ کہیں اپنے ہی مومن صحابہ کو ظاہر کیا۔ صرف ہر جا یہی کہدیا کہ اس سے مراد مومنین صحابہ ہیں۔ نہ منافقین۔ بھلا وہ آپکے مومن کون ہیں۔ اور کس کو آپ نے منافق بنایا اور کس جگہ کسی کے نفاق وغیرہ کا بھی کوئی ثبوت دیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیکھو ہم نے حضرت کے یار وفادار بارہ ہزار اصحاب اہل صواب تو خود تمہاری ہی کتابوں سے ثابت کر دیئے ہیں کہ جن میں تو اصحاب ثلاثہ بھی ہر سے اعلیٰ تر تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور جو آپنے کہا کہ پس اتباع سے بھی ضرور ہے کہ مراد اتباع مومنین ہیں۔ سو دیکھو ان اصحاب عالیجناب کے اتباع کو بھی اسی طرح ہم مومنین موقنین بناتے اور آپکو دکھلاتے ہیں امام صاحب نے اسی حدیث میں صاف صاف فرماتے ہیں کہ وہ لوگ انکے اتباع ہیں جو محبت رکھتے ہیں محمد مصطفےٰ سے اور انکی آل اور انکے اصحاب سے تو خدا انپر ایسی رحمت نازل کریگا کہ اگرچہ وہ کافر بھی ہوں سب مومن ہو جاویں اور اگر کوئی آدمی دشمنی رکھے گا ساتھ آل محمد کے یا اصحاب محمد کے یا ایک سے بھی ان میں سے تو خدا اسپر ایسا عذاب نازل کرے گا کہ اگر وہ عذاب نازل ہو تمام مخلوق پر تو سب کی سب ہلاک ہو جاوے اب ذرا دین کے صراف بنظر انصاف دیکھیں کہ اس کلام امام کے مطابق بھلا کس کا مذہب ٹھیک آتا ہے اور کس کو امام مومن اور کس کو کافر بناتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زیادہ شیعہ جو ہمیشہ حضرت کی ازواج و اصحاب سے عداوت و دشمنی رکھتے ہیں۔ ان سب پر لعنت

وتبرہ کرتے ہیں۔ یا کہ وہ اہلسنت والجماعت ہیں جو اس امام کی طرح ہر اوقات دن اور رات سب حضرت کی آل و اصحاب پر محبت سے درود و صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ مخاطب جی آپنے اصحاب ثلاثہ کو اہل نفاق کا پیشوا انکو کہا۔ مگر امام علیہ السلام تو انکے دشمن بدگو بلکہ آپ جیسے بدخو کو منافق اور کافر لعین بے دین فرماتے ہیں......

جواب شیعہ ۔ جناب شاہ صاحب نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی اصل تفسیر کو دیکھا نہیں معلوم ہوتا ہے کہ آیات بینات و کتب جہانگیر خاں کو دیکھکر یہ عبارت لکھدی۔ کیونکہ ادحی الی ادم اصل تفسیر میں نہیں۔ اگر شاہ صاحب اصل تفسیر کو ملاحظہ فرماتے تو وہ شیعوں کے مقابلے میں اس کو کبھی بھی پیش نہ کرتے۔ شیعوں کیساتھ مقابلہ کرنا اور غلط عبارت لکھنا بوالعجبی ہے۔ وہ عبارت جس سے شاہ صاحب نے جملہ صحابہ اور خصوصاً حضرات ثلثہ کی فضیلت ثابت کی ہے وہ یہ ہے وان رجلا ممن البغض آل محمد واصحاب اوواحد منهم لعذبه الله عذابا لو قسم علی مثل خلق الله لاهلكهم اجمعين جسکا ترجمہ کیا ہے۔ اگر کوئی آدمی دشمنی رکھے گا ساتھ آل محمدؐ کے اور ساتھ اصحاب محمدؐ کے یا ایک سے بھی تو خدا اس پر ایسا عذاب نازل کرے گا کہ اگر وہ عذاب نازل ہو تمام مخلوق پر تو وہ سب کے سب ہلاک ہو جاوے۔ لیکن اصل عبارت یہ ہے۔ وان رجلا ممن يبغض آل محمد واصحابه الخيرين اوواحدا منهم لعذبه الله عذابا لو قسم علی مثل عدد خلق الله لاهلكهم اجمعين (چھاپ ایران تحت قول عز وجل وقالوا قلوبنا غلف بل لعنهم الله بكفرهم فقليلا ما يؤمنون) ترجمہ۔ اور اگر کوئی آدمی جو بغض رکھتا ہے آل محمدؐ اور اس کے نیک اصحاب سے یا ان میں سے ایک سے تو اس کو ایسا عذاب کریگا کہ اگر وہ عذاب مثل عدد خلق اللہ پر تقسیم کیا جائے تو وہ ان تمام کو ہلاک کر دے۔

پس یہ عبارت صاف ہے۔ اس میں صرف نیک اصحاب کے مبغض کو عذاب کا وعدہ کیا ہے نہ تمام اصحاب کے مبغض کو۔ پہلے آپ ثلاثہ کا اصحاب اخیار ہونا کتب شیعہ سے ثابت کریں پھر اس حدیث سے استدلال کریں۔ ثلاثہ کا اخیار ہونا تو کجا اسی تفسیر میں امام علیہ السلام نے یخادعون الله والذين امنوا کے ذیل میں انکو خادع خدا و مومنین فرما کر اخیر میں کہا ہے ان الله يطلع نبيه علی نفاقهم وكذبهم وكفرهم ويامره بلعنهم فی لعنة الظالمين الناكثين وذلك اللعن لايفارقهم فی الدنيا ويلعنهم خيار عباد الله وفی الآخرة يبتلون بشدة اشد عقاب الله یعنے اللہ مطلع کرتا ہے اپنے نبی کو انکے نفاق جھوٹ اور کفر پر اور حکم دیتا ہے اسے انپر لعنت کا ظالموں عہد

شکنوں کی لعنت میں اور یہ لعن جدا نہیں ہوگا انسے دنیا میں اور لعنت کرتے ہیں۔ انپر اللہ کے نیک بندے اور آخرت میں مبتلا ہونگے سخت عذاب میں۔

اگر شاہ صاحب کی توجیہ کو مان لیں کہ تمام اصحاب نیک ہیں اور جو کوئی ایک سے بھی بغض رکھیگا وہ عذاب ابدی میں گرفتار ہوگا۔ تو اس سے بھی بیچارے ثلاثہ پر ہی زد پڑتی ہے۔ کیونکہ ثانی صاحب نے سعد انصاری کے حق میں فرمایا اقتلوا سعدا انه صاحب شر وفتنه یعنے سعد کو قتل کر دو یہ شریر و فتنہ پرداز ہے۔ یہ قول صریحاً بغض پر دال ہے اور بقول آپکے صحابہ کا مبغض معذب ہوگا ایسے عذاب سے کہ اگر وہ عذاب تمام مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو ان سب کو ہلاک کر دے شاید اسی عذاب کو دیکھ کر ثانی صاحب نے مرتے دم فرمایا کہ اگر میرے پاس زمین بھر کر سونا ہوتا تو میں اس کو قربان کر دیتا تاکہ عذاب مجھ سے ٹلجائے۔

اسی طرح اول صاحب نے مالک بن نویرہ اور اس کے قبیلے کو جنہوں نے انہیں زکوۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ تہ تیغ کروایا حالانکہ یہ تمام صحابہ نبی تھے۔ علی ھذا ثالث نے حضرت ابوذر غفاری رضوان اللہ علیہ کو پٹوایا اور جلاوطن کرایا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کو اتنا پٹوایا کہ اس کو فتق ہو گیا

اب رہا حدیث کا دوسرا ٹکڑا جو محب صحابہ کی شان میں ہے وہ یہ ہے یا ادم لو احب رجل من الكفار او جميعهم رجلا من آل محمد واصحابه الخيرين لكافاه الله عن ذلك بان يختم له بالتوبة والايمان ثم يدخله الله الجنة ان الله ليفيض علی كل واحد من محبي محمد وآل محمد واصحابه من الرحمة لو قسمت علی عدد كعدد كل ما خلق الله من اول الدهر الی اخره وكانوا كفارا لكفاهم ولاداهم الی عاقبة محمودة الايمان بالله حتی يستحقوا به الجنة یعنے اے آدم اگر کفار سے ایک آدمی یا تمام کفار آل محمدؐ اور نیک اصحاب میں سے ایک سے محبت رکھے تو اس دوستی کے عوض میں خدا اس کا انجام توبہ و ایمان سے کریگا۔ پھر اس کو جنت میں داخل کریگا۔ تحقیق اللہ ہر ایک محب آل و اصحاب (اخیار) محمدؐ پر اتنی رحمت ڈالتا ہے کہ اگر وہ رحمت ان کفار پر تقسیم ہو کہ جنکی گنتی مثل عدد مخلوق خدا ہو۔ جو اول سے آخر تک ہوئے۔ ہر آئینہ کفایت کرے گی انکے حال پر اور انکا نیک انجام یعنے ایمان پر خاتمہ کریگی۔ یہاں تک کہ وہ مستحق جنت ہوں۔ انتہی۔ اس حدیث میں بھی مطلق صحابہ سے محبت رکھنے کی ترغیب نہیں بلکہ آل سے بھی اور نیک اصحاب سے۔ اور ثلاثہ کا نیک ہونا معلوم۔ اذا بطل اللازم بطل الملزوم۔

شاہ صاحب پوچھتے ہیں کہ وہ آپکے مومن اصحاب کون ہیں۔ کاش اگر انہوں نے تفسیر امام حسن عسکری دیکھی ہوتی تو انکو یہ سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ حضرت ابوذر، سلمان، مقداد، عمار، سعد، معاذ، وغیرہ ہیں جنکا ذکر جا بجا تفسیر میں آیا ہے اخیر میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کیا شیعہ اس کے مصداق ہیں جو لعن و تبرا کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں تو شیعہ ہی مصداق ہیں اور امام علیہ السلام نے انہی کے حق میں فرمایا بلعنهم خیار عباد الله یعنے انپر بہترین بندگان خدا لعنت کرتے ہیں اب بتلایئے امام نے تو لاعنین کو ہی خیار عباد اللہ فرمایا اور یہ شیعہ ہی ہیں

۲۔ قول شاہ جی۔ اسی تفسیر حسن عسکری میں لکھا ہے لما بعث الله موسیٰ بن عمران واصطفاہ نجیا وخلق له البحر ونجی بنی اسرائیل واعطاہ التوراۃ والالواح لما رای مکانہ من ربہ عزوجل فقال یارب لقد اکرمتنی بکرامۃ لم تکرم بھا احد من قبلی فھل فی انبیائک عندک من ھو اکرم منی فقال الله تعالیٰ یا موسیٰ اما علمت ان محمد افضل عندی من جمیع خلقی فقال موسیٰ فھل فی آل الانبیاء واکرم من الی فقال عزوجل یا موسیٰ اما علمت ان افضل آل محمد علیٰ آل جمیع النبی کفضل محمد علیٰ جمیع المرسلین فقال یارب ان کان آل محمد عندک کذالک فھل فی صحابۃ الانبیاء اکرم من اصحابی فقال یا موسیٰ اما علمت ان فضل صحابۃ محمدؐ علی جمیع صحابۃ المرسلین کفضل آل محمدؐ علیٰ جمیع آل النبی فقال موسیٰ ان کان فضل محمد وآل محمد واصحاب محمد کما وصفت فھل فی امم الانبیاء افضل عندک من امتی انعمت علیھم الغماما وانزلت علیھم المن والسلویٰ وخلقت لھم البحر فقال الله یا موسیٰ ان افضل امۃ محمدؐ علیٰ جمیع امم الانبیاء کفضلی علیٰ خلقی۔ جب کہ خداوند تعالےٰ نے موسےٰ بن عمران کو مبعوث فرمایا اور انکو برگزیدہ کیا اور انکے سبب سے دریا کو پل بنایا اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور توریت اور لوح انکو عطا کی۔ تب حضرت موسےٰؑ نے اپنا رتبہ دیکھکر خدا عزوجل سے عرض کی۔ کہ آلہی تو نے مجھ کو ایسی بزرگی دی کہ کسی اور نبی کو پہلے نہیں دی۔ ہاں زیادہ اور کسی کی بھی بزرگی ہے۔ خدا تعالےٰ نے جواب دیا کہ اے موسےٰ تجھے معلوم نہیں کہ محمدؐ میرے نزدیک تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ تب حضرت موسےٰ نے عرض کی کہ کسی نبیؑ کی آل میری آل سے بزرگتر ہے۔ جواب ہوا کہ تم نہیں جانتے کہ فضیلت آل محمدؐ کی سب انبیاء کی آل پر ایسی ہے جیسی انکو فضیلت سب پیغمبروں پر ہے۔ تب حضرت موسےٰ نے عرض کی کہ آلہی میرے اصحاب سے زیادہ تیرے نزدیک اور کسی نبیؑ کے اصحاب کا رتبہ ہے۔ جواب ہوا کہ اے

موسےٰ تم نہیں جانتے کہ فضیلت اصحاب محمدؐ تمام انبیاء کے اصحاب پر اس طرح ہے جس طرح کہ فضیلت آل محمدؐ کی سب انبیاء کی آل پر ہے۔ تب حضرت موسےٰ نے عرض کی کہ اگر فضیلت محمدؐ اور آل محمدؐ و اصحاب محمدؐ کی ایسی ہے۔ جیسی کہ تو نے ارشاد فرمائی ہے پس کسی نبی کی امت میری امت سے زیادہ افضل ہے۔ کہ جنپر تو نے بادلوں کا سایہ کیا اور جنپر من و سلویٰ نازل۔ اور جن کے لئے دریا کو پل کر دیا۔ خداوند تعالےٰ نے فرمایا کہ فضیلت امت محمدؐ کی سب انبیاء کی امت پر اتنی ہے جتنی کہ مجھ کو میری خلقت پر۔ پس بقول امام حسن عسکری علیہ السلام ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابوں کی فضیلت ثابت ہوئی۔ جیسا کہ سب پیغمبروں کی آل سے ہمارے حضرت کی آل کا درجہ کمال ہے تو اسی طرح یہ سب حضرت کے اصحاب بھی فضیلت میں ہر ایک سے اعلےٰ تر ہیں۔ تو پھر آنجناب کا بدگو لائق عذاب و خراب کیوں نہ ہو۔ قال المخاطب متعصب العظیم صاحب رسی الجواب۔ اس حدیث میں بھی مثل حدیث سابق کے مراد مومنین صحابہ ہیں کہ جنکو شیعہ ساری دنیا سے افضل سمجھتے ہیں اور سنی انکو خذف اور شور لپشت و جاہل اور نافہم اور بے ادب کہتے ہیں اور حضرت عثمان انکی پسلیاں توڑتے ہیں اور شہر بدر کرتے ہیں اور اس حدیث سے منافقین صحابہ مراد نہیں ہیں جنکو سنیوں نے اپنا پیر بنایا ہے اور شیعہ انکو مصداق حدیث حوض اور آیت فی الدرك الاسفل من النار سمجھتے ہیں اقول وبالله نستعین بالمہذب الکریم یعنی شاہ جی جناب نہ تو آپنے اب تک کسی کو مومن نہ کافر بنایا نہ انکو کسی امر کا ثبوت دکھلایا۔ پھر وہ آپکے منافق وغیرہ بھی کون جانتا ہے اور ایسے جھوٹ کو سچ کون مانتا ہے۔ حضرت یہ حدیث بھی سابقہ آیات و حدیث کی طرح سب حضرات کے اصحاب عالیجناب کو خاص مومنین موقنین بناتی ہے۔ بلکہ انکو ہر انبیاء کے اصحاب سے اعلےٰ تر فرماتی ہے اور یہی انکے منکر بدکار برا کہنے والے اشرار کو تو فی الدرك الاسفل من النار تک پہنچاتی ہے۔ بھلا شیعہ کس کو اچھا جانتے ہیں اور اگر کوئی غور سے دیکھے تو ایک اصحاب کیا آپنے نہ تو کسی حضرت کی ازواج اکرام کو دشنام سے خالی چھوڑا نہ کہیں اہلبیت و ائمہ کرام کو برا کہنے سے منہ موڑا کہ کہیں تو کلام کو جھٹلایا یا کسی پاک کو تقیہ نفاق کا الزام لگایا۔ یا کسی کی بڑھکر ہتک کی یہاں تک کہ ہر انبیاء اولے العزم کو بھی کفر تک پہنچایا۔ تو کیا افضل کہنے کا یہی معنی ہے ..... اور اہلسنت تو معاذ اللہ کسی سے بھی بے ادب نہیں ہوتے۔ چنانچہ تمام حضرات کے اصحاب عالیجناب کو باثواب کہتے ہیں اور سب حضرت کی ازواج مطاہرین کو ام المومنین سمجھتے ہیں اور بھی تمام اہلبیت اکرام تا دوازدہ امام علیہ السلام تک اپنے امام جانتے ہیں ....

جواب شیعہ۔ عبارت مذکورہ بالا جناب شاہ صاحب کی لکھی ہوئی ہے اور اسی سے انکا تبحر علمی معلوم ہوتا ہے۔ سبحان اللہ سنیوں کے قطب الاقطاب ایسے ہی ہوتے ہیں جو مبعوث کو معبوس لکھیں حالانکہ عبس کے معنے صراح صفحہ ۱۹۴ میں ترشروئی کردن لکھا ہے۔ تو مطلب شاہ صاحب کی عبارت کا یہ ہوا کہ جب خدا حضرت موسے پر غضبناک ہوا۔ واہ شاہ جی! حدیث میں تو بعث ہے۔ یعنے جب خدا نے حضرت موسے کو پیغمبری پر مبعوث کیا اور آپ نے اسے معبوس بنالیا کہیں شاہ صاحب ازواج کو مطاہرین لکھتے ہیں اور کہیں اکرام۔ کیا فصاحت ہے۔ نقل عبارت میں وہ وہ کمال دکھلایا ہے کہ شاہ صاحب نے ہلوی کو بھی بھلادیا فھل فی انبیائک من ھو اکرم منی کو اپنے پاس سے بڑھادیا کہیں الفاظ کم کردیئے کہیں بڑھادیئے آل النبیین کو آل النبی لکھا غرض کیا کہیں حق دیانت ادا کیا ہے اور خود کو فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم کا مصداق ٹھیرایا ہے اور اس کتاب سے اعتراضات شیعہ کا لاجواب ہونا ثابت کردیا ہے۔ اس لئے ہم پہلے تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے حضرت کی تمام کلام کو نقل کرتے ہیں جس میں عبارت مذکورہ بھی ہے اور حضرت کا بقیہ کلام بھی ہے کیونکہ شاہ صاحب نے ابتدا سے تھوڑی سی عبارت نقل کی ہے جس سے ناظرین درست طور پر فیصلہ نہیں کرسکتے۔

الحمد للہ رب العالمین کے ذیل میں حضرت امام ہمام علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ایک آدمی حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور الحمد للہ کی تفسیر پوچھی۔ آپنے بیان کی۔ اثنا گفتگو میں فرمایا وذلک ان رسول اللہ قال لما بعث اللہ عزوجل موسیٰ بن عمران واصطفاہ نجیا وفلق البحر فنجی بنی اسرائیل واعطاہ التوریۃ والالواح رای مکانہ من ربہ عزوجل فقال یارب لقد اکرمتنی بکرامۃ لم تکرم بھا احد قبلی فقال اللہ عزوجل اما علمت ان محمدا افضل عندی من جمیع ملائکتی وجمیع خلقی قال موسیٰ یارب فان کان محمدا افضل عندک من جمیع خلقک فھل فی آل الانبیاء اکرم من آلی قال اللہ عزوجل یا موسیٰ اما علمت ان فضل آل محمد علی جمیع آل النبیین کفضل محمد علی جمیع المرسلین فقال یارب فان کان آل محمد عندک کذلک فھل فی صحابۃ الانبیاء اکرم من صحابتی قال اللہ عزوجل یا موسیٰ اما علمت ان فضل صحابۃ محمد علی جمیع صحابۃ المرسلین کفضل آل محمد علی جمیع آل النبیین وکفضل محمد علی جمیع المرسلین فقال یاموسیٰ یارب فان کان محمد والہ وصحبہ کما وصفت فھل فی امم الانبیاء افضل عندک من امتی ظللت علیھم الغمام

وانزلت علیھم المن والسلویٰ وفلقت لھم البحر فقال اللہ یا موسیٰ اما علمت ان فضل امۃ محمد علی جمیع الامم کفضلی علی جمیع خلقی قال موسیٰ یارب لیتنی کنت اراھم فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ یاموسیٰ انک لن تراھم فلیس ھذا اوان ظھورھم ولکن سوف تراھم فی الجنۃ جنات عدن والفردوس بحضرۃ محمد صلعم فی نعمہ یتقلبون وفی خیراتھا یتبحبحون افتحب ان اسمعک کلامھم فقال نعم یا الٰھی قال قم بین یدی واشدد مئزرک قیام العبد الذلیل بین یدی السید الملک الجلیل ففعل ذلک موسیٰ فنادی ربنا یا امۃ محمد فاجابوہ کلھم وھم فی اصلاب آبائھم وارحام امھاتھم لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ والملک لک لاشریک لبیک قال فجعل اللہ تلک الاجابۃ منھم شعار الحج ثم نادی ربنا عزوجل یا امۃ محمد ان قضائی علیکم ان رحمتی سبقت غضبی وعفوی سبق عقابی فقد استجبت لکم من قبل ان تدعونی واعطیتکم من قبل ان تسألونی من لقینی منکم بشھادۃ ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ صادق فی اقوالہ محق فی افعالہ وان علی بن ابیطالب اخوہ ووصیہ من بعدہ وولیہ یلتزم طاعتہ کما یلتزم طاعۃ محمد وان اولادھما المصطفین الاخیار المطھرین المیامین بعجائب آیات اللہ ودلائل حجج اللہ من بعدھما اولیاؤہ ادخلہ جنتی وان کانت ذنوبہ مثل زبد البحر الخ

ترجمہ۔ اس فضیلت پر یہ دلیل ہے کہ حضرت رسول اللہ نے فرمایا کہ جب خدا نے حضرت موسے بن عمران کو مبعوث کیا (شاہ صاحب نے مبعوث کو معبوس لکھا ہے اور اس علمیت پر رمی الحجرات کا جواب لکھتے ہیں) اور برگزیدہ کیا اسے نجات دیا ہوا اور اس کے لئے دریا کو پھاڑا جس سے بنی اسرائیل نے نجات پائی اور عطا کی اسے توریت اور الواح جب اس نے دیکھا اپنا مکان و رتبہ جانب خدا سے تو عرض کی کہ اے میرے پروردگار تو نے مجھے گرامی کیا ایسی کرامت سے کہ اس سے کسی اور کو گرامی نہ کیا۔ میرے پہلے خداوند عالم نے فرمایا۔ اے موسیٰ آیا تو نے نہیں جانا۔ کہ حضرت محمد میرے نزدیک میرے تمام فرشتوں اور مخلوقات سے افضل ہے۔ حضرت موسے نے عرض کی کہ اگر حضرت محمد آپکے نزدیک آپ کی تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ تو آیا انبیاء کی آل میں کوئی میری آل سے افضل ہے۔ اللہ نے فرمایا اے موسے آیا نہیں جانا تو نے کہ آل محمد کا رتبہ تمام آل انبیاء پر ایسا ہے جیسے حضرت محمد کو تمام مرسلوں پر فضیلت ہے۔ عرض کی اے رب اگر

آل محمدؐ تیرے نزدیک ایسی ہے تو آیا انبیاء کے صحابہ میں کوئی میرے صحابہ سے افضل ہے۔ اللہ نے فرمایا آیا نہیں جانا تو نے اے موسےٰ تحقیق کہ بزرگی صحابہ محمدؐ کی مرسلوں کے تمام صحابہ پر ایسی ہے جیسی آل محمدؐ کو تمام آل انبیاء پر اور جیسے محمدؐ کو تمام مرسلین پر حضرت موسےٰ نے عرض کی کہ اگر حضرت محمدؐ اور انکی آل و اصحاب کا مرتبہ ایسا ہے جیسا آپ نے بیان فرمایا تو آیا انبیاء کی امتوں میں بھی کوئی امت تیرے نزدیک میری امت سے افضل ہے جس پر تو نے بادلوں کا سایہ کیا اور ان پر من و سلویٰ اتارا اور انکے لئے دریا کو شگافتہ کیا۔ اللہ نے فرمایا اے موسےٰ تو نے نہیں جانا کہ بزرگی امت محمدؐ کی تمام امتوں پر ایسی ہے جیسے مجھے بزرگی ہے میری مخلوق پر۔ حضرت موسےٰ نے عرض کی اے میرے رب کاش میں انکو دیکھتا۔ اللہ تعالےٰ نے وحی کی موسےٰ تو انکو یہاں نہیں دیکھیگا۔ کیونکہ یہ انکے ظہور کا وقت نہیں۔ لیکن تو دیکھے گا انہیں جنات عدن و فردوس میں حضرت محمدؐ کے حضور میں نعم بہشت میں پھرتے اور اس کی خوبیوں میں جگہ رکھتے ہوئے۔ آیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے انکی کلام سناؤں۔ عرض کی ہاں۔ تو خدا نے فرمایا اپنی ازار کو محکم کر اور میرے حضور میں کھڑا ہو جس طرح بندہ ذلیل بادشاہ جلیل کے حضور میں کھڑا ہوتا ہے موسےٰ نے اس حکم کی تعمیل کی پس ہمارے رب نے ندا دی کہ اے امت محمدؐ پس تمام نے جواب دیا حالانکہ وہ اپنے باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں میں تھے۔ اور انہوں نے کہا حاضر ہیں اے خدا حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں۔ حاضر ہیں تحقیق حمد و نعمت و ملک خاص تیرے ہی لئے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہیں ہم۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا نے اس اجابت کو شعار حج قرار دیا پھر ہمارے خدا نے فرمایا کہ اے امت محمدؐ تحقیق میری قضا تم پر یہ ہے کہ میری رحمت سبقت لے گئی ہے میرے غضب پر اور میرا عفو میرے عقاب پر۔ پس میں قبول کرونگا تمہاری دعائیں پیشتر اس کے کہ تم مجھے بلاؤ اور عطا کرونگا تمہیں پیشتر اس سے کہ تم سوال کرو جو کوئی ملاقات کریگا مجھ سے تم میں سے اس شہادت پر کہ کوئی خدا نہیں مگر اللہ اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ حضرت محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ جو اپنے اقوال میں صادق اور اپنے احوال میں حق رکھنے والا ہے اور یہ کہ حضرت علی ابن ابیطالب اس کا بھائی ہے اور اس کے بعد اس کا وصی ہے اور ولی ہے اور لازم جانے طاعت علیؑ کو جیسے کہ اس نے لازم جانا طاعت محمدؐ کو اور یہ کہ اولاد ان دو بزرگواران اخیار اور پاکیزگان کی البتہ عجائب آیات خدا ہیں اور دلائل و حجج خدا ہیں اور بعد ان دو بزرگوار ونکے اولیاء خدا ہیں جو انکی اطاعت کرے انکو داخل کرونگا

بہشت میں اگرچہ ہوں۔ انکے گناہ مثل کف دریا

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ مخلوقات میں سب سے افضل حضرت ختمی مرتبت ہیں۔ پھر انکی آل پاک یعنے حضرت زہراؑ و آئمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین پھر صحابۂ انبیاء پھر امت نیک رفتار و طلی ائمہ اطہار پس جو صحابہ کو آل محمدؐ سے افضل سمجھتے ہیں وہ حفظ مراتب نہیں کرتے اور شاعر کہتا ہے ؎

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

دوئم یہ کہ تمام امت بمعہ صحابہ مامور و مطیع ہیں اور رسول و ائمہ مطاع۔ سوئم یہ کہ صحابہ و امت سے اسیکو جنت کا وعدہ ہے جس نے بعد رسول کے طاعت علیؑ کو اپنے نفس پر لازم کیا۔ لیکن چونکہ ثلاثہ نے انکی طاعت سے انحراف کیا اس لئے بموجب اس حدیث کے وہ فلاح اخروی سے محروم ہیں اور جب وہ فلاح اخروی سے محروم ہوئے تو انکی صحابیت سے انکو کیا فائدہ اور یہ صحابۂ انبیاء بلکہ صحابۂ حضرت کلیم سے کیسے افضل ہوئے۔ چہارم یہ کہ خدا نے فرمایا کہ تو محمدؐ و آل محمدؐ و صحابۂ محمدؐ و امت محمدؐ کو اے موسےٰ جنات عدن و فردوس میں دیکھیگا۔ لیکن صحابہ کی شان میں حدیث حوض بھی آئی ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ تمام صحابہ کو فضیلت نہیں بلکہ اصحاب الجنۃ کو ہی ہے نہ اصحاب النار کو و اصحاب الجنۃ ہم الفائزون۔ پنجم اگر کوئی کہے کہ تمام صحابہ کو فضیلت ہے تو وہ شاید یہ بھی کہے کہ تمام امت بھی افضل ہے حالانکہ امت محمدؐ میں یزید و شمر و عمر سعد جیسے ملاعین بھی ہیں پس اگر امت کی فضیلت سے انکو نکالو گے تو صحابہ کی فضیلت میں بھی یہی رویہ اختیار کرنا پڑے گا۔ وھو المقصود

پس اس حدیث سے نہ جملہ صحابہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے نہ سائر امت کی۔ بلکہ انہی کی جنکا اخیار ہونا ثابت ہو۔ اور یہی صاحب رد الحجرات کا مقصود تھا جس پر شاہ صاحب نے اتنے تبرے سنائے لیکن انکی بات کا جواب نہ ہو سکا۔ قل ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نہ آپ نے اب تک کسی کو مومن نہ کافر بنایا۔ حضور یہ جواب لکھ رہے ہیں یا شیعوں کے اعتراضات کو دیکھ کر بزبان غالب آ گیا ہے بھلا ہم کسی کو مومن یا کافر بناتے ہیں۔ انسان تو اپنے ہی فعل سے مومن یا کافر بنتا ہے من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیہا جس نے نیک عمل کئے اس نے اپنے لئے جسنے برے کئے اس نے اپنے لئے۔ اس سے ثابت ہے کہ اسناد فعل کی فاعل کیطرف ہوتی ہے نہ غیر کیطرف۔ پھر فرماتے ہیں کہ شیعہ حضرت کے تمام اصحاب و ازواج و آئمہ بلکہ انبیاء کو بھی برا جانتے ہیں۔ اس کے جواب میں ہم آیۂ معلومہ کی

تلاوت کرتے ہیں اور اگر شاہ صاحب اس امر کو ثابت کر دیں۔ تو ہم ایکہزار روپیہ انعام دینے کو بھی تیار ہیں۔ پھر اپنے مذہب کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ کہ ہم فلاں فلاں کو اور بارہ امام کو بھی امام جانتے ہیں یہاں عجیب عبارت لکھی ہے "اور بھی تمام اہلبیت اکرام تا دوازدہ امام تک اپنا امام جانتے ہیں" جناب عالی! یہ تا اور تک خوب لگایا ہے اور یہ بھی آپ کا دعوے ہی دعوے ہے اگر آپ دوازدہ امام کو امام جانتے تو امام ابوحنیفہ کا قلادۂ تقلید گردن میں کیوں ڈالتے۔

۳۔ قول شاہ جی۔ کتاب معانی الاخبار میں امام موسےٰ رضا علیہ السلام سے روایت ہے عن الحسن ابن علی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ابابکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفؤاد حضرت امام حسن علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ابابکر بمنزلہ میری سمع کے ہے اور عمر بمنزلہ میری بصر کے ہے اور عثمان بمنزلہ میرے دل کے ہے۔ پس جب خلفائے ثلاثہ رضؓ کا پیغمبر خدا سے بمنزلہ سمع و بصر اور دل کے ہونا ثابت ہوا۔ تو پھر انکی محبت نہ رکھنا درحقیقت پیغمبر خدا سے محبت نہ رکھنا ہے اور اسی طرح انکی عداوت اور دشمنی بھی دراصل رسول صلعم سے دشمنی رکھنا ہے۔ اس حدیث کا علمائے شیعہ یہ جواب دیتے ہیں اور انکے پیچھے یہ الفاظ بڑھا کر اس طرح کہتے ہیں وھو ھذا۔ فلما کان من الغد دخلت علیہ وعندہ امیرالمومنین وابوبکر وعمر وعثمان فقلت لہ یا ابت سمعتک تقول فی اصحابک ھولاء قولا فما ھو فقال نعم ثم اشار الیھم فقال ھم السمع والبصر والفواد وسیسئلون عن ولایۃ وصی ھذا واشار الی علی بن ابیطالب ثم قال ان اللہ عزوجل یقول ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا ثم قال رسول اللہ وعزۃ ربی ان جمیع امتی موقوفون یوم القیامہ ومسئولون عن ولایۃ علی وذالک قول اللہ عزوجل وقفوھم انھم مسئولون۔ ترجمہ۔ امام حسنؑ فرماتے ہیں۔ کہ جب دوسرا دن ہوا تب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت امیرالمومنین علی علیہ السلام و ابوبکر و عمر و عثمان موجود تھے۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ اے پدر بزرگوار میں نے کل سنا کہ جو کچھ آپ نے ان اصحاب کی نسبت فرمایا وہ کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں میں نے کہا ہے۔ بعد اس کے حضرت نے انکی طرف یعنے اصحاب ثلاثہ کیطرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہی سمع و بصر و دل ہیں اور اس وصی یعنے علیؑ کی محبت سے سوال کئے جاوینگے اور یہ کہ کر پھر یہ آیت پڑھی کہ خدا عزوجل فرماتا ہے۔ کہ ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ پھر فرمایا کہ قسم ہے مجھ کو اپنے پروردگار کی

کہ تمام امت میری قیامت کے دن کھڑی کی جاوے گی اور انسے سوال علیؑ کی محبت سے ہوگا اور یہی مطلب خدا کے اس قول کا ہے وقفوھم انھم مسئولون یعنی کھڑا کرو ابھی انسے پوچھنا ہے۔

جواب از شاہ صاحب جھوٹی تقریر کو تو عقل بھی پذیر نہیں کرتا۔ یہ تو جاہل بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اس حدیث کے پیچھے یہ الفاظ انکے اپنے بڑھائے ہوئے ہیں۔ سو دیکھو اس تمہاری عبارت سے اور زائد عبارت کو تو ہم چند وجہ جھٹلاتے ہیں اور کاذب بناتے ہیں ا۔ تو امام حسنؑ کو دوسرے دن پوچھنے کا کیا سبب تھا۔ اگر اس وقت اصحاب ثلاثہ کا خوف تھا تو پھر کیوں علیحدہ ہو کر اپنے گھر میں نہ پوچھ لیا۔ دوسرے دن تو انہیں کے روبرو پوچھا۔ دوسر العجب ہے پوچھنا بھی پایا نہیں جاتا کیونکہ اس طرح کی تو اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ جو انکی شان میں عیاں ہیں۔ پھر اس حدیث کے سننے سے کیا تعجب تھا۔ اور انکو خاص پیغمبر کے یار اصحاب بھی خود جانتے تھے۔ چنانچہ ان تمہارے لفظوں سے بھی ثابت ہے جیسا امام نے فرمایا یا ابت سمعتک تقول فی اصحابک دیکھو اگر امام حسن علیہ السلام انکو پیغمبر صاحب کے اصحاب نہ جانتے تو کیوں لفظ اصحابک فرماتے۔ پس اس دلیل سے تو وہ تمہارا تعجب وغیرہ بھی ذلیل ہوا۔ تیسرا رسول علیہ السلام نے بھی یہ زائد الفاظ پہلے دن کیوں نہ فرمائے اور کیوں اس دن صرف اصحاب ثلاثہ کا شان ہی بیان فرما کر سکوت کیے گئے۔ جو فرض خدا تھا اس کو کیوں ادا نہ کیا یعنے وہ علیؑ کی محبت کہ جس کا قیامت کو بھی ہر سے پہلے سوال کیا جاویگا۔ کیوں ایسے فرض خدا کو چھپا رکھا اگر دوسرے دن بھی حضرت حسنؑ نہ استفسار کرتے تو پھر کون اس خطا کا سزاوار ہوتا اور بھی جو شخص پہلے دن حضرت کی زبان سے یہ اصحاب ثلاثہ کا شان سنکر انپر ایمان لایا اور دوسرے دن کے مقصود میں وہ بیچارہ موجود نہ تھا تو پھر قیامت کو اس خطا کی تمکو سزا ہوگی معاذ اللہ رسول خدا تو اس طرح کی ہرگز خطا نہ کرتے جو کچھ تھا وہ اسی وقت فرما دیتے پس اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ دوسرے دن کے الفاظ تمہاری خود بناوٹ ہے۔ حدیث وہی تھی جو حضرت نے پہلے دن فرما دی۔ چوتھا ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ کہ اصحاب ثلاثہ کے حق میں حضرت کا سمع و بصر و فواد فرمانا یہ دل سے تھا یا بطور تقیہ یا بطور استہزا۔ اگر دل سے تھا تو فیصلہ شد۔ . . . اگر براہ تقیہ تھا تو پیغمبر خدا پر بھی تقیہ کرنا ثابت ہوا۔ . . . اگر بطور استہزا تھا تو معاذ اللہ پیغمبر پر مسخرپن و ٹھٹھے بازی کا اطلاق ہوتا ہے اور تو کسی کی مجال نہیں جو ایسے خیال کرے۔ ہاں شیعہ جو چاہیں وہ رسول خدا پر بھی تہمت لگائیں۔ اے بھائیو! ہمارے رسول مقبول تو جو کچھ کہتے تھے وہ صاف صاف فرما دیتے تھے . . . جیسا حق

تعالےٰ فرماتا ہے وما کان لنبی ان یغل یعنے نبی کا کام نہیں کہ جو کچھ چھپا رکھے۔ پس جب پیغمبر خدا نے پہلے دن وہ الفاظ نہیں فرمائے۔ صرف خلفاء ثلاثہ کو اپنا سمع وبصر اور دل فرما کر سکوت کر گئے۔ تو پس حدیث یہی تھی۔ باقی صاف ثابت ہوا کہ حدیث کے بعد یہ الفاظ پیچھے خود تمہارے بڑھائے ہوئے ہیں۔ اس واسطے نہ ہم انکو صحیح جانتے نہ مانتے ہیں۔ اور انکے حکیم صاحب معیار الہدا میں بھی اسی طرح لکھتے ہیں کہ یہ تینوں شخص اس طرح کے ہیں کہ سوال کئے جاوینگے۔ ولایت ومحبت علی ابن ابیطالبؑ سے۔ اجی حکیم جی افسوس تو یہ آتا ہے کہ آپ اور آپکے علماء نے تو اتنا جھوٹ بھی بنایا اور اپنا لوچ بھی چھپایا۔ مگر بت بھی چھپ تو نہ آیا...... مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ الفاظ بھی آپ کو تب کچھ فائدہ پہنچاتے۔ کہ جب پہلے کہیں اہلبیتؑ اور اصحاب ثلاثہ کی کچھ آپس میں دشمنی کو آپ ثابت کر دکھلاتے...... بلکہ ایک دوسرے کے ایسے رفیق اور شفیق تھے۔ کہ جنکی دوستی اور محبت کی تو ہر جا خدا بھی خود گواہی دیتا ہے جیسا کہ رحماء بینہم فرماتا ہے...... اور بھی انکی دوستی اور محبت میں تو بہت حدیث وکلام آئمہ علیہ السلام کی بھی از عام ہے۔ لیکن اس مقام پر ہم صرف ایک وہ تحریر جناب امیرؑ کی بطور نظیر کے دکھلاتے ہیں۔ جو کتاب اطواق الحماتہ کے خطبہ میں یہ الفاظ ہیں کہ جناب امیرؑ منبر سے کھڑے ہو کر اصحاب ثلاثہ کی محبت میں اپنے آنسو بہاتے تھے......

جواب شیعہ ہمیں تو ایسی بچر لوچ عبارت لکھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے اور ایسے عامی محض سے مخاطبہ بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن محض دین کی حمایت کے لئے ایسے شخص کے جواب میں قلم اٹھایا جاتا ہے ہمیں بار بار تعجب آتا ہے۔ کہ جب کہ شاہ صاحب میں معمولی اردو لکھنے پڑھنے کی بھی لیاقت نہ تھی۔ اور نہ انہیں پیری مریدی اور حلوے مانڈے اور فتوح کے وصول کرنے سے فرصت تھی۔ تو انہیں شیعوں کی جوابدہی کے لئے کیوں اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر اپنے لئے رسوائی خلائق خریدی۔ جو شخص لفظ منبر کو بھی درست نہ لکھ سکے۔ اس سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے کیا کوئی با انصاف سنی ہے جو ہماری آواز نے۔ کیا کوئی معقول پڑھا لکھا سنی۔ شاہ صاحب سے فرمائیگا کہ اس کتاب کے بقیہ نسخے دریا برد کر دیں۔ کیونکہ یہ کتاب سنیوں کی جگ ہنسائی کا باعث ہے۔ کیا کہیں! اور شاہ صاحب کے کس کس نقص کو ظاہر کریں۔ جو شخص اردو کی ایک سطر بھی صحیح نہ لکھ سکے اس سے ہم یہ کہاں امید رکھ سکتے ہیں۔ کہ وہ قواعد مناظرہ سے واقف ہوگا۔ شاہ صاحب نے مندرجہ بالا عبارت میں عجب خلط مبحث کیا ہے کہیں حدیث کا ایک ٹکڑا

لکھا ہے پھر شیعوں کے جواب کا ایک حصہ۔ پھر اپنے اعتراضات کہیں معیار الہدیٰ کا جواب۔ غرض عجیب چوں چوں کا مربہ ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ پہلے اپنا مطلب لکھتے۔ پھر صاحب رمی الجمرات کا جواب پھر اپنا جواب الجواب۔ لیکن آپ نے جواب الجواب کا ایک حصہ پہلے لکھا ہے۔ پھر رمی الجمرات کے جواب کو نقل کیا۔ اس لئے ہمیں بھی مجبوراً پہلے اسی عبارت کا جواب لکھنا پڑا۔ واضح ہو کہ اصل حدیث تو کتب شیعہ میں تمام وارد ہے یعنے پہلا حصہ جس میں ثلاثہ کا سمع بصر وفواد ہونا مذکور ہے اور آخری حصہ جس میں قیامت کے دن انسے ولایت علیؑ کا سوال ہونا ہے۔ پس اگر شیعوں کو الزام دیا جا سکتا ہے تو تمام حدیث سے نہ کہ حدیث کے ایک ٹکڑے سے۔ شاہ صاحب نے اس امر کے ثبوت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے کہ آخری حصے کو بناوٹی ثابت کریں لیکن نہ معلوم اس سے انہیں فائدہ کیا ہوا۔ یہ نہیں سوچا کہ اگر اس حدیث کا آخری حصہ شیعوں نے بڑھا دیا۔ تو جو کچھ بھی ہے خواہ یہ اصلی ہے یا بناوٹی۔ وہ اس تمام حدیث کو ہی مانیں گے اور تمام ہی ملزم ہونگے۔ اور نیز اگر اس حدیث سے ثلاثہ کی فضیلت ثابت ہوتی۔ تو انہیں آخری حصے کو اپنی طرف سے بڑھانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ اصل حدیث کو ہی اپنی کتابوں میں نہ لکھتے انہیں ایسا کرنے سے کیا چیز مانع ہو سکتی تھی۔ اول تو یہ حدیث اخبار احاد سے ہے۔ پہلے اس کی صحت اور اس کا تواتر ثابت کریں۔ پھر شیعوں کو اس سے الزام دیں۔ اور لفرض محال اگر اسے مان لیں تو غایت مافی الباب اس میں رسول کریم نے ایک مسئلہ کے ایضاح کے لئے ان مخاطبین کو فرضی سمع وبصر وفواد فرمایا۔ اور اگر اس حدیث کو دیگر احادیث سے ملائیں۔ جو ولایت علیؑ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ تو معلوم ہوگا کہ تمام امت بمنزل حضرت رسول کے اعضاء کے ہے اور علیؑ نفس ہیں۔ اور جیسے اعضاو جوارح طاعت نفس پر مامور ہیں اور فلاح اسی بات میں منحصر ہے۔ کہ وہ نفس کو اپنا امام وپیشوا قرار دیں ویسے ہی امت محمد بھی تماماً مامور ہے کہ علی کو اپنا امام ورہنما قرار دیتی۔ اب اسبات کا ثبوت کہ قیامت کے دن ہر کس وناکس سے ولایت علیؑ کا سوال ہوگا۔ ہم کتب اہلسنت ہی سے دیتے ہیں۔ قطب شمالی سید علیؑ ہمدانی مودۃ القربےٰ میں روایت کرتے ہیں۔ قال رسول اللہ لا تتحرک قدما عبد یوم القیامہ حتی یسئل عن اربعہ۔ عن عمرہ فیما افناہ وعن مالہ من این کسبہ وفی ای شئی صرفہ وعن بدنہ فیما ابلاہ وعن حبنا اہل البیت فقیل یا رسول اللہ فما علامۃ محبتکم فوضع یدہ علیٰ راس علی فقال ہذا علامہ محبتنا فمن احبہ فقد احبنا ومن ابغضہ فقد ابغضنا۔ یعنی قیامت کے دن کسی بندے کے قدم

موقف سے حرکت نہ کرینگے۔ جب تک کہ چار چیزوں کا اس سے سوال نہ کیا جائیگا۔ اول عمر سے کہ کس امر میں لسے فنا کیا۔ ۲۔ مال سے کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں صرف کیا۔ ۳۔ بدن سے کہ اسے کس میں مشغول رکھا۔ ۴۔ محبت اہلبیت سے۔ پوچھا گیا کہ آپ کی محبت کی کیا علامت ہے آپ نے دست مبارک حضرت علیؑ کے سر پر رکھا اور فرمایا کہ یہ ہے ہم اہلبیت کی محبت کی علامت جس نے اس سے محبت کی اس نے ہم سے کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے ہم سے رکھا۔ اس امر کا ثبوت کہ ثلاثہ نے ولایت علی علیہ السلام کو مانا یا نہیں۔ خود رمی الجمرات ہیں بکرات و مرات دیا گیا ہے۔ لیکن شاہ صاحب انکار ہی کئے دیتے ہیں کہ کوئی ثبوت نہیں دیا اور یہ بھی کسی قدر سچے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے رمی الجمرات کو دیکھا ہی نہیں۔ لیجئے ایک مختصر ثبوت ہم بھی دئے دیتے ہیں۔ شیخین نے خانۂ اہلبیت کو جلانے کا قصد کیا۔ بعض روایات سنیہ سے مستفاد ہوتا ہے۔ کہ اس وقت سوائے حضرت علیؑ و فاطمہ و حسنین علیہم السلام کے اور کوئی گھر میں نہ تھا۔ اور بعض روایات میں ہے۔ کہ حضرت عباسؓ۔ زبیر اور بنی ہاشم اور کچھ اور صحابہ بھی تھے۔ ابن عبد البر نے کتاب استیعاب میں لکھا ہے واما علی وعباس فقعدا فی بیت فاطمہ فقالت یا ابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم۔ یعنے علیؑ و عباسؓ فاطمہؑ کے گھر میں بیٹھے۔ حضرت زہراؑ نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے آیا تو آیا ہے کہ ہمارے گھر کو جلائے۔ اس نے کہا ہاں۔ اور تاریخ عقد ابن عبد ربہ میں۔ (جو کہ معتبرین اہلسنت سے ہے) ہے واما علیؑ والعباسؓ فقعدا فی بیت فاطمہ قال ابو بکر ان ابیاہ فاقتلھما فاقبل عمر یقبس من النار علی ان یضرم علیھما النار فلقیتہ فاطمہ فقالت یا ابن الخطاب انحرق دارنا و ولدی قال نعم یعنے علیؑ و عباسؓ فاطمہؑ کے گھر میں بیٹھے۔ حضرت ابو بکر نے عمر کو حکم دیا کہ اگر وہ دونوں بیعت سے انکار کریں تو انکو قتل کر۔ پس متوجہ ہوا عمر آگ کا چنگا لے کر اس امر کی طرف کہ ان دونو پر آگ روشن کرے۔ حضرت فاطمہؑ اسے ملیں اور کہا کہ اے عمر آیا تو میرے گھر اور بچوں کو جلائے گا۔ اس نے کہا ہاں۔ اور عبد الکریم شہرستانی نے ملل و نحل میں نظام سے روایت کی ہے ان عمر ضرب بطن فاطمہ حتی سقط المحسن من بطنھا وکان یصیح احرقوا الدار بمن فیھا وما کان فیھا غیر علیؑ و فاطمہؑ والحسنؑ والحسینؑ یعنے عمر نے مارا بطن زہراؑ پر یہاں تک کہ حضرت محسن کا سقط ہوا اور عمر چلاتا تھا۔ کہ جلا دو گھر کو معہ انکے جو اس میں ہیں اور نہیں تھے اس میں مگر علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ سلام اللہ علیہم۔ قصۂ قصد احراق خانہ اہلبیت بالفاظ مختلفہ ازالۃ الخفا مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ درغرا ابن خرابہ اور واقدی میں بھی ہے

اور درغر میں اور طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ کہ عمر نے دروازہ زہرا کو جلایا اور شیخ علی متقی نے اپنی منتخبات میں اور صاحب تاریخ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر اپنی موت کے وقت کہتے تھے لیتنی ترکت بیت فاطمہ ولم احرق بابہ کاش میں خانۂ فاطمہؑ کو چھوڑ دیتا اور اس کے دروازے کو نہ جلاتا۔ پس اگر اہلبیتؑ کی محبت اس طرح ہوتی ہے کہ انکو زدو کوب کیا جائے۔ انکے گھر کو جلایا جائے تو پھر دنیا میں خارجی کوئی نہیں۔ رحماء بینہم کے مصداق ایسے صحابہ نہیں۔ انکی شان میں تو آیہ ام یحسدون الناس علی ما اتاھم من فضلہ ہے (یعنے آیا یہ لوگ منافق صحابہ حسد کرتے ہیں اہلبیت کے لوگوں پر اس پر کہ جو کچھ فضل سے انکے پروردگار نے انہیں دیا ہے)

اگر شاہ صاحب ذرا مراقبہ کریں اور اس حدیث پر غور کریں۔ تو ثلاثہ کی مذمت اس حدیث سے صاف عیاں ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسول نے انکو سمع و بصر تعریف کے طور پر نہیں کہا بلکہ تعریض کے طور پر۔ امام حسن علیہ السلام جو حسب اقرار عسقلانی در شرح بخاری کان یطالع علم لوح المحفوظ فی الصبابۃ بچپن ہی میں لوح محفوظ کے علم کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ حضرت کے فرمان سے جان گئے تھے۔ کہ اس سے ان صحابہ کی تعریف ثابت نہیں لیکن مسلمانوں کی ہدایت کے لئے آپ نے تشریح کا سوال کیا۔ شاہ صاحب ثلاثہ کے حق میں لفظ اصحابک آنے سے شیعوں پر منہ چڑاتے ہیں۔ اجی حضرت انکے صحابہ ہونے سے کیا ہمیں انکار ہے۔ حضرت نے خود ان لوگوں کے حق میں جو حوض سے ہٹائے جائیں گے اصحابی اصحابی فرمایا۔ اگر امام حسن علیہ السلام کے ان کے لئے اصحابک کہنے سے کوئی فضیلت ثابت ہوتی ہے تو مردودین عن الحوض کے حق میں تو خود رسول نے اصحابی فرمایا پس انکی تعریف کے گیت کیوں نہیں گاتے۔ حضرت امام حسنؑ کا سوال بادی النظر میں از روئے تعجب ہی تھا۔ تاکہ سامعین جان لیں کہ سمع و بصر سے ثلاثہ کی تعریف مقصود نہیں۔ اگر حضرت رسولؐ نے اس سے پیشتر ثلاثہ کی تعریف میں کچھ فرمایا ہوتا۔ یا اہلبیت ثلاثہ کے حق میں کلمات تعریفیہ سننے کے عادی ہوتے۔ تو امام حسنؑ کبھی بھی سوال نہ کرتے۔ آپکے سوال کرنے سے ہی معاملہ طشت از بام ہو گیا۔ شاہ صاحب پوچھتے ہیں۔ کہ رسول اللہ نے یہ کلمہ بطور حقیقت فرمایا یا تقیۃً یا استہزاءً۔ اس کے جواب میں معروض ہے کہ تمام حدیث کو پڑھ جائیں تو پھر آپ کو ہمارے بیان مذکورہ کی تصدیق ہو جائے گی اگر استہزاءً بھی لیں تو کیا حرج ہے۔ خدا قرآن میں منافقوں کی نسبت فرماتا ہے اللہ یستھزء بھم۔ اللہ انسے استہزا کرتا ہے تو اگر رسول نے بھی کیا تو کیا ہو گیا۔

پھر لکھتے ہیں کہ اگر امام حسن علیہ السلام سوال نہ کرتے تو معاملہ گومگو میں رہتا اور باعث ضلالت ہوتا۔ اجی حضرت قرآن کی اکثر آیات بھی سوالوں کے جوابات ہیں ہی نازل ہوئی ہیں پڑھئے یسئلونک عن المحیض۔ یسئلونک عن الخمر والمیسر رسوال کرتے ہیں تجھ سے حیض کے بارے میں اور شراب و جوئے کے بارے میں) اس کے بعد ان کی بابت احکام خدا ہیں۔ آپ کے استدلال کی رو سے تو لازم آتا ہے کہ اگر سائلین ان چیزوں کی نسبت سوال نہ کرتے تو احکام ہی نازل نہ ہوتے اور حالت حیض میں جماع کرنا اور شراب پینا اور قمار بازی کرنا سب جائز ہوتا۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ اور حقیقی جواب پہلے ہو چکا ہے رشاہ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ تو رسول پر کوئی تہمت نہیں لگاتے شیعہ جو چاہیں لگائیں۔ واہ صاحب واہ الٹا چور کو توال کو ڈانٹے۔ ہم رسول اللہ کو مہد سے لحد تک تمام گناہان ظاہری و باطنی صوری و معنوی صغیرہ و کبیرہ حتی اسہو و نسیان سے منزہ جانتے ہیں۔ اب سنئے ان تہمتوں کو جو آپ نے حضرت پر لگائی ہیں:۔

صحاح اہلسنت میں حضرت عائشہ سے روایت ہے ان الحبشۃ کانوا یرقصون یوما وکان کثیر من الخلق مجتمعا فقام رسول اللہ ویری الرقص وقال لی یا عائشۃ انرضین الی اللھو فقمت ووضعت الیہ علی کتف الرسول فاری الرقص فقال الرسول ثلث مرات الم تشفی فقلت لا وکان مقصودی من ھذا ان اعلم منزلتی عند رسول اللہ صلعم فاذا جاء عمر فتفرق الخلق وھربوا فقال الرسول انظر ہی شیاطین الجن والانس ھاربین من عمر۔ حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ حبشی ایک دن ناچ رہے تھے اور بہت سے لوگ انکا تماشہ دیکھنے کو جمع تھے حضرت نے فرمایا اے عائشہ تو بھی اس لہو کو دیکھنا چاہتی ہے۔ میں اٹھی اور اپنا ہاتھ رسولؐ کے شانے پر رکھ کر ناچ دیکھتی رہی۔ حضرت نے تین بار فرمایا کہ آیا تو سیر نہیں ہوئی۔ میں نے کہا نہیں۔ اور میرا مطلب یہ تھا کہ اپنا مرتبہ اور اپنی قدر کو جو رسولؐ اللہ کے نزدیک ہے پہچانوں۔ اسی اثناء میں حضرت عمر تشریف لائے اور لوگ متفرق ہو گئے۔ تو حضرت نے فرمایا دیکھو شیاطین الانس و الجن کی طرف کس طرح عمر سے بھاگ گئے۔ اس حدیث کو غور سے پڑھئے۔ اس سے چند باتیں ظاہر ہوئیں۔ ۱۔ حضرت رسولؐ نے حبشیوں کا ناچ دیکھا۔ ۲۔ بلکہ عائشہ کو بھی کندھے پر چڑھا کر مجمع خلائق کے سامنے ناچ دکھایا۔ ۳۔ یہ فعل شیطانی تھا تبھی حضرت عمر کے آنے سے شیطان بھاگ گئے۔ ۴۔ حضرت عمر کی تشریف آوری سے تو شیطان بھاگ گئے۔ لیکن رسولؐ اللہ سے نہ بھاگے پس عمر رسولؐ سے افضل ہوئے نعوذ باللہ۔ یہ ہے اشد تہمت جو آپکے محدثینؒ نے حضرت عمر و

و عائشہ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے رسول اللہ پر لگائی۔ اور تہمت لگانے کا الزام شیعوں پر لگاتے ہیں۔

اب صاحب رمی الجمرات کا جواب بھی سن لیجئے اور اس کے جواب الجواب کو بھی دیکھئے اور پھر میرے فیصلے کو ملاحظہ فرمایئے۔

قول صاحب رمی الجمرات یہ شہادت حضور کی زور مبنی اور چند قصور کے ہے اول آپ کو ضرور تھا کہ تواتر اس حدیث کا اقرار شیعہ سے ثابت کرتے۔ تب اس سے استدلال کرتے۔ کیونکہ مدار اعتقاد شیعہ اوپر متواترات کے ہے نہ اوپر اخبار احاد کے پس اگر کوئی حدیث خلاف احادیث متواترہ ہو شیعہ اس کو قابل طرح یا قابل التاویل مثل آیات تشبیہ و تجسیم جانیں گے۔ پھر آپ کا استدلال شیخ چلی کا ٹھہر لیگا۔ دوم۔ یہ کہ جب مطابق زعم باطل آپکے یہ حدیث مدح ثلاثہ پر دلالت کرتی ہے تو مطابق مخالفین اور مخالف ہمارے کے ہوئے۔ اور ہم کو ہمارے اماموں نے فرمایا ہے کہ جب دو حدیثیں ہم سے تمہارے پاس آویں کہ ایک اس میں سے موافق عامہ اور دوسری مخالف عامہ ہو۔ فخذ ما خالفھم فان الرشد فی خلافھم۔ پس ہم کو ضرور ہے کہ اس کے مخالف پر عمل کریں۔ اور احادیث وارد بر مذمت ثلاثہ کو معمول بہ اپنا کریں۔ پھر اس استدلال و قیل و قال لاطائل سے کیا حاصل۔ سوئم۔ یہ کہ آپ کو منظور نظر وقت اثر شیعوں کو الزام دینا ہے اور ظاہر ہے کہ بنا الزام مسلمات خصم پر ہوتی ہے اور آپ کے خصم نے کل حدیث من حیث ھو کل تسلیم کی ہے نہ بعض کو من حیث ھو کل۔ پھر اس بعض سے آپ استدلال کیونکر کر سکتے ہیں اور اپنی تسلیم اور عدم تسلیم سے دوسرے پر الزام کیونکر دے سکتے ہیں۔ غیروں کے مسلمات میں آپ کو زبردستی دخل دینا مصداق اسی مثل کے ہے کہ خواہی نخواہی دو کلمہ از ماو عروس ہم بشنو۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ شیعوں نے انہی الفاظ آخر حدیث کو جواب اس حدیث کا تصور کیا۔ یعنے یہ الفاظ آخر حدیث اگر تسلیم کیجائے تو جواب ہو جائے گا اور آپ کو خوب معلوم ہے کہ شیعوں نے تسلیم کیا تو انکے نزدیک جواب نہیں ہوا بہت اچھا آپ اس کو تسلیم نہ فرمایئے فقط اول فقرہ کو تسلیم کر کے منافقوں کی تعریفیں کیجئے۔ اور شیعہ اول سے آخر تک حدیث کو تسلیم کر کے انکو برا کہتے ہیں۔ یہ اپنی اپنی سمجھ ہے۔ مگر شیعوں پر کوئی صورت الزام کی نہ نکلی۔ اور اگر فرمایئے کہ انہیں تسلیم بعض فقرات حدیث سے ہمارا الزام تمام ہو گیا۔ تو ہم کہیں گے کہ مثل آپکے ہر ملحد بے دین کہہ سکتا ہے کہ قرآنی حکم نماز نہ پڑھنے کا لا تقربوا الصلوۃ میں بتصریح موجود ہے اور انتم سکاریٰ کا فقرہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ مسلمانوں کا جمایا ہوا ہے۔

فماھو جوابکم فھو جوابنا یہ سب مواخذات ہمارے حضرت مخاطب سے اس وجہ سے ہیں کہ وہ بالکلیہ جاہل واب مناظرہ سے ہیں اور دلیل الزامی بھی نہیں بیان کر سکتے۔ چہ جائے دلیل تحقیقی۔ اب ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ نے فقرۂ اول حدیث کو مدح ثلاثہ میں سمجھ کر مثل ثلاثہ کے مستحکم پکڑا ہے۔ اس کو کسی طرح نہ چھوڑیئے گا کہ سنیوں کے حق میں خلق نفیس اور ثمرۃ الغراب ہے کہ جس کے سبب سے آپ مارے خوشی کے جامہ سے باہر ہوئے جاتے ہیں۔ . . .

قول شاہ صاحب۔ اقول و مستعین بالرب الکریم۔ اس جا بھی مخاطب نے زباندرازی و ٹھٹھہ بازی سے اپنے اتباع کو راضی کر کے تین خام باتوں کو ارقام کیا۔ اول تو اپنی عادت کے مطابق اس حدیث کو بھی احاد بنایا۔ مگر اتنا بھی خیال نہ آیا کہ آج تک تو کسی بھی شیعہ نے اس حدیث سے انکار نہیں فرمایا۔ صرف اس کے پیچھے ان لفظوں کی دم لگائی کہ جنکو ہم نے جھوٹا بنایا۔ . . . خیر اپنے اور راویوں کو تو جانے دو اور صاحب معانی الاخبار کو بھی جھوٹا کہو۔ مگر جناب اس حدیث کے راوی تو خاص آئمہ کرام ہیں۔ اول تو امام حسنؑ اس کی روایت کرتے ہیں۔ پھر امام موسیٰ رضا بھی اس کو تصدیق فرماتے ہیں۔ تب بھی آپ اس کو احاد بناتے . . . . دوم جو کہا کہ ہم کو ہمارے اماموں نے فرمایا ہے کہ جب دو حدیثیں ہم سے تمہارے پاس آویں تو مخالف عامہ پر عمل کرو جواب گو یہ بات قابل سماعت تو نہیں۔ کیونکہ یہ انکے اپنے گھر کا مسئلہ ہے۔ مگر اس میں بھی ہم انکو چند وجہ سے جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہیں۔ اول تو یہ حدیث شیعوں نے اس حدیث کے مقابل بنائی ہے جو ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جو حدیث قرآن کریم کے مخالف تمہارے پاس پہنچے اس پر عمل نہ کرنا . . . بھلا اس میں کوئی آپ کو فرقۂ اسلام کہے گا۔ بالیقین منافق بے دین جانے گا۔ دوسرا حضرت اس طرح تو سب یہودی نصرانی گرانی وغیرہ بھی ہر مذہب والا کہہ سکتا ہے کہ ہم کو اپنے بزرگوں کا فرمان ہے کہ جو مسئلہ اپنے موافق اور غیر کے مخالف ہو اس پر عمل کرو۔ . . تو پھر کیوں خدا نے اپنے قرآنکو نازل فرمایا اور کیوں پیغمبر وغیرہ بھی بھیجکر انکو رہنما بنایا۔ تیسرا جب آپ کو اماموں نے فرمایا کہ تم عامہ کے موافق عمل نہ کرو۔ . . . تو نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ کو چھوڑ دو۔ . . اور حرام کھانا وغیرہ ان سب کو کھاؤ پیو۔

جواب شیعہ۔ صاحب رمی الجمرات نے انکے کتب شیعہ میں ہونے سے تو انکار نہیں کیا۔ بلکہ اسے اخبار احاد سے کہا ہے اور آپ انکے قول کو باطل بھی نہ کر سکے۔ صرف تو تو میں میں کر کے آگے بڑھ گئے۔ اجی حضرت! کسی حدیث کے منسوب بہ امام یا رسولؐ ہونے سے انکی صحت یا اس کا

تواتر تو ثابت نہیں ہوتا۔ ایسی تو ہزاروں احادیث کتب صحاح وغیرہ صحاح اہلسنت میں ہیں۔ جن میں قال رسول اللہ (رسول اللہ نے کہا) لکھا ہے۔ اور آپکے علماء انسے انکار کرتے ہیں۔ مرد میدان بنئے اور اپنے علماء کو آمادہ کیجیئے کہ اس حدیث کا تواتر کتب شیعہ سے ثابت کریں دانی لک ھذا۔ شاہ صاحب دہلوی تو اسی ارمان میں مر گئے اور آپ تو کسی قطار میں شمار نہیں۔

دوسری دلیل کے جواب میں بھی شاہ صاحب نے کوئی معقول بات نہیں لکھی۔ لیجئے ہم سنی کے آئمہ کے اقوال سے اس مسئلہ کو ثابت کرتے ہیں آپکی کتب فقہیہ میں لکھا ہے کہ داہنے ہاتھ میں انگشتری پہننا سنت رسولؐ ہے۔ لیکن چونکہ شیعہ اس کے عامل ہیں۔ اس لئے ہم بائیں ہاتھ میں پہنتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تسطیح قبور سنت ہے لیکن چونکہ یہ شعار رافضہ ہے۔ اس لئے ہم تسنیم کرتے ہیں اس کے جواب میں کسی اہل دل شیعہ نے کہا ہے کہ اگر تم شعار رافضہ سے اتنے بیزار ہو تو شیعہ زندہ ہیں تم مر جاؤ۔ اور قیامت کے دن شیعہ جنت میں جائیں گے۔ تم خود بخود ملائکہ کی دارو گیر کے بغیر جہنم کی راہ لو۔ اس فتوے اور شیعوں کے عمل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آپ کے نزدیک جو بات شیعہ کریں۔ اس کے مخالف کرنا چاہیئے چنانچہ دو مسائل مذکور کو سنت رسولؐ ہوکر بسبب موافقت شیعہ کے اس کو ترک کر دیا۔ اگر یہ دور کچھ دن اور اسی طور رہتا تو رفتہ رفتہ آپ لوگ نماز روزہ وغیرہ سب کچھ چھوڑ بیٹھتے۔ لیکن شیعوں کے عمل سے ایسا فعل لازم نہیں آتا۔ کیونکہ شیعہ کہتے ہیں کہ اگر دو حدیثیں مروی ہوں۔ ایک موافق عامہ اور ایک مخالف عامہ تو مخالف عامہ پر عمل کرو۔ آپ ثابت کریں کہ کتب شیعہ میں نماز روزے کے متعلق دو قسم کی حدیثیں آئی ہیں۔ ایک میں ہو کہ نماز پڑھو اور دوسری میں ہو کہ نماز نہ پڑھو۔ اگر ایسی متضاد حدیثیں کتب شیعہ میں ہوتیں تو آپ کہہ سکتے تھے۔ کہ شیعہ مخالفت عامہ میں نماز وغیرہ چھوڑ دیں۔ اگر آپ اس فتوے شیعہ کو فتوے امام سفیانؒ کے موافق کہتے تو خیر۔ لیکن حدیث محولہ سے تو اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ حدیث ہماری کتابوں میں بھی ہے۔ کہ جو حدیث مخالف قرآن ہو۔ اس کو دیوار پر مار دو اور آپ کی بخاری میں بھی ہے۔ لیکن آپ کا اس پر بھی عمل نہیں۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں رازی نے آیۂ وضو کے ذیل میں لکھا ہے کہ کتاب اللہ سے تو مسح پا ثابت ہوتا ہے اور حدیث سے غسل پا۔ لیکن سنی کتاب اللہ کو چھوڑ حدیث موضوعہ پر ہی عمل کرتے ہیں۔ پس کتاب اللہ کے حکم کے تارک کو کوئی مسلمان کہے گا یا بقول آپ کے بیعین بے دین منافق۔ اب ہم آپ کو اس فتوے شیعہ کی وجہ بھی سناتے ہیں۔ قرآن ایک ہے اور رسول ایک اسلام ایک پھر یہ اختلاف کیونکر ہو گیا۔ رسول اللہ تو ایک دین و طریق یہ

عامل تھے تو ظاہر ہے کہ یہ اختلافات مفسدوں کی طبائع کا نتیجہ ہیں جیسے رسول ایک ہی دین حقہ پر تھے جس میں کسی طرح کا اختلاف نہ تھا۔ ویسے ہی اسی نقش قدم رسولؐ پر آئمہ اہلبیت علیہم السلام تھے شیعوں نے اعمال کا مدار انہی اہلبیتؑ پر رکھا اور دیگر فرقوں نے اقوال اغیار پر چنانچہ اذاں میں آئمہ اہلبیت حی علیٰ خیر العمل کہتے تھے جیسا کہ تاریخ کنز العمال مصنف ابوبکر بن شیبہ میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اذان میں حی علی الفلاح کے بعد حی علیٰ خیر العمل کہا کرتے تھے لیکن سنیوں نے باتباع اغیار اسے ترک کردیا۔ اور شرح منہاج میں مذکور ہے۔ فما اشتھر من اھل البیت کالباقر والصادق وغیرھما من الائمہ رضوان اللہ علیھم انکار القیاس کما اشتھر من ابی حنیفہ والشافعی والمالک القول بوجوب العمل بہ کما ذکر غیری۔ یعنے تحقیق مشہور ہے اہلبیت سے مثل حضرت باقرؑ و صادقؑ و دیگر آئمہ رضوان اللہ علیہم سے انکار قیاس جیسا کہ مشہور ہے ابوحنیفہ شافعی اور مالک سے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آئمہ اہلبیت قیاس کے منکر تھے لیکن آئمہ سنیہ نے اس کو رکن دین بنالیا۔ اسی طرح ابن اثیر نے جامع الاصول میں لکھا ہے اھل البیت یزعمون ان اباطالب کان مسلماً مات مسلماً۔ یعنے اہلبیت گمان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالب والد بزرگوار علی مرتضےٰ مسلمان تھے اور مسلمان مرے۔ لیکن مخالفین عداوت علیؑ میں انکو کافر کہتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے پاس اور بھی بہت سے ثبوت خاص کتب اہل سنت سے ہیں۔ جنسے ہم ثابت کرسکتے ہیں کہ مخالفین نے جہاں تک ان کا بس چلا ہر قول آئمہ میں انکی مخالفت کی۔ لیکن یہاں بنظر اختصار اسی قدر پر اکتفا کی گئی۔ اسی لئے ائمہ نے فرمادیا کہ اگر ہم سے تمہارے پاس دو حدیثیں پہنچیں ایک موافق عامہ دوسری مخالف عامہ۔ تو مخالف عامہ پر عمل کرو۔ کہ رشد اسی میں ہے اور دوسری حدیث ضعیف و موضوع یا یقیناً ہوگی۔

آپ فرماتے ہیں کہ اس طرح تو ہر یہودی کرانی کہے گا کہ ہم کو اپنے بزرگوں کا فرمان الیاد لیا ہے اور پھر قرآن کے نزول سے کیا فائدہ۔ شاہ جی! یہودی نصرانی کی نسبت تو خدا نے ہی فیصلہ کردیا ہے کل حزب بما لدیھم فرحون۔ ہر ایک گروہ خوش ہے اس پر جو ان کے پاس ہے۔ انکو بھی ہم اس طرح الزام دینگے جس طرح آپ کو دیا۔ کیونکہ حضرت عیسےٰ دین حق پر تھے۔ پاک حواری بھی اسی پر رہے۔ لیکن بعد میں ساؤل یعنے پولوس نے آکر انکے دین کو برباد کردیا۔ حضرت مسیح کے وقت میں ختنہ کا رواج تھا۔ لیکن پولوس نے ختنہ کی رسم کو بند کردیا۔ جیسے حضرت عمر نے متعہ کو بند کیا۔ اس کی مفصل تشریح ہماری کتاب حقیقت بائبل میں ملاحظہ کریں۔

رسولؐ کے آنے کی وجہ خود قرآن میں یہ لکھی ہے۔ لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسول۔ رسولؐ اس لئے بھیجے جاتے ہیں تاکہ انکے بعد لوگوں کی کوئی حجت خدا پر باقی نہ رہ جائے۔

قول صاحب رمی الجمرات ۔ ہم نے کل حدیث کو من حیث ھو کل تسلیم کیا ہے جب اس کے بعض فقرہ کو ہم نہیں مانتے۔ تو پھر بعض کلام کا ہم پر کیونکر الزام ہوسکتا ہے۔

جواب شاہ صاحب ..... ہم کہتے ہیں کہ اول اگر آپ اس حدیث کو تسلیم نہیں کرتے۔ تو کیوں تمہارے علماء نے اپنی تمام کتابوں میں اس کو ارقام کیا۔ ... دوسرا جس بعض فقرے بھی آپنے انکار کیا۔ ہم نے تو اسیکو خاص حدیث ثابت کردیا۔ تیسرا۔ اس حدیث کے پیچھے جو آپ نے دم لگائی۔ ہم نے تو ان تمہارے زائد لفظوں کو بھی جھوٹا بنایا۔ چوتھا۔ اس تمہارے دعوے کل سے بھی اصحاب ثلاثہ کے ایمان میں تو کوئی نقصان نہ آیا۔ کیونکہ اہلبیت کے ساتھ انکی دشمنی بھی کہیں آپنے ثابت کرنہ دکھلائی۔ بلکہ تمام آئمہ نے ہر مقام پر انکو اپنا محب اور دوست فرمایا ...... مخاطب جی ہم نے اس حدیث کو صحیح بھی بنایا اور اس سے ہر طرح اصحاب ثلاثہ کا شان بھی ثابت کر دکھلایا۔ پھر کیوں آپ پر الزام نہ آیا۔ اور جو آپ ہر بات میں لاتقربوا الصلوٰۃ کی نظیر کو بھی تحریر کرتے ہو ... حضرت یہ مثال تو خود آپکے حال پر صادق آتی ہے۔ کیونکہ ہر ملحد بے دین کی طرح تو آپ نہ کسی نص قرآنی کو مانتے ہو نہ کہیں حدیث کو جانتے ہو۔ کہیں کو غلط بتاتے ہو ... اور جو کہا کہ ہم اسی فقرہ مسلمہ سے آپ کی قطع نظر کرکے آخر حدیث سے کفر و نفاق اصحاب ثلاثہ ثابت کرینگے ... بھلا کفر نفاق کا تو کیا نام آج تک تو اپنے آپ سے کہیں الزام بھی نہ آسکا۔ ہاں نقالوں کی طرح زباندرازی ٹھٹھہ بازی سے تو ہر جا اپنے اتباع کو راضی کرتے جاتے ہو ... مگر آخر کار تو اسی طرح پروردگار تم ہی کو شرمسار بناتا ہے اور سینہ زنی اور ماتمی لباس بھی حق تعالےٰ نے خاص تمہارے ہی گلے میں ڈالا ہے۔

جواب شیعہ ۔ شاہ صاحب نے نقل عبارت رمی الجمرات میں بھی خیانت سے کام لیا ہے۔ "جب اس کے بعض فقرے کو ہم نہیں مانتے۔ تو پھر بعض کلام کا ہم پر کیونکر الزام ہوسکتا ہے"۔ یہ جملہ اس عبارت رمی الجمرات میں جو آپ نے صـ۲۳ میں نقل کی ہے کہیں بھی نہیں۔ اس لئے میں یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ آپ نے اس عبارت کو ہی نہیں سمجھا۔ تو آپ جواب کیا دیسکتے ہیں۔ ملتان میں جاکر کسی باسواد شیعہ سے پہلے رمی الجمرات کو سبقاً پڑھئے۔ پھر اس کے جواب کیطرف اپنے علماء کو آمادہ کیجئے کیونکہ آپ میں تو قابلیت ہی نہیں۔ حضرت اس کی مثال تو ایسی ہی ہے۔ جیسے کوئی مسلمان ملحد نیچری

کو وجوب صلوٰۃ کا انکار لاتقربوا الصلوٰۃ سے کرے یہ کہے کہ بھائی ہم مسلمانوں نے کل آیہ لاتقربوا
الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ کو من حیث ھو کل کے تسلیم کیا ہے۔ نہ بعض آیت لاتقربوا الصلوٰۃ کو من
حیث ھو کل۔ اس لئے ہم بعض آیت سے ملزم نہیں ہوسکتے اور اسی طرح آپنے بھی صـ۲۱۵ میں لکھا ہے
"اور کسی کو چور کی طرح توڑ پھوڑ کر لاتقربوا الصلوٰۃ کا لفظ لکھ لیا۔ وانتم سکاریٰ کو چھوڑ دیا" لیجئے اب تو
ہمنے آپ ہی کے لفظوں میں آپ کو سمجھا دیا۔ آپنے دوسروں کو چور بنایا۔ لیکن آپ خود ہی نکلے۔ کیونکہ
آپنے سمع وبصر وفواد کی تشبیہ لکھ کر تتمہ حدیث کو چھوڑ دیا۔ تو فرمایئے اس مثال کا کون مصداق ہوا۔ پس
اول تو یہ حدیث احاد سے ہے۔ اگر آپ یہ ثابت کردیں کہ ہماری تمام کتابوں میں یہ حدیث ہے۔ تو آپکو
بیس ہزار روپیہ انعام دلایا جائے گا۔ اور اگر آپ ضامن چاہیں تو ہم جناب کمالات انتساب مخدوم
شیخ محمد راجو صاحب رئیس اعظم ملتان کو اپنی طرف سے پیش کرینگے۔ اور اگر آپ کی خاطر مان لیں
تو کل حدیث سے ہم پر الزام آسکتا ہے نہ بعض سے جو کہ کتب سنیہ میں لکھی ہے ملاحظہ ہو۔ فارسی
ترجمہ صواعق محرقہ صـ۱۴۴ جس میں ترمذی وحاکم کی روایت ہے کہ حضرت نے شیخین کی نسبت فرمایا۔
ھذان السمع والبصر۔ چونکہ پہلا فقرہ حدیث مرویات سنیہ سے ہے۔ اور ہماری کتابوں میں اتنا ہی
فقرہ نہیں۔ اس لئے یہ ہم پر حجت نہیں ہوسکتا اور آخری جملہ حدیث کا آپ کی کتابوں میں بھی ہے
چنانچہ ینابیع المودۃ باب ۳۷ صـ۹۳ میں لکھا ہے وفی المناقب عن ثمامہ بن عبد اللہ بن انس
بن مالک عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم قال اذا کان یوم القیامۃ ونصب
الصراط علی جہنم لم یجز علیہ الا من معہ جواز فیہ ولایۃ علی بن ابیطالب وذلک قولہ تعٰ
وقفوھم انھم مسئولون عن ولایۃ علے یعنے جب قیامت کا دن ہوگا اور پلصراط جہنم پر نصب
کی جاوے گی۔ تو کوئی اس پر سے عبور نہ کرے گا۔ جبتک کہ اس کے پاس ولایۃ علیؑ کا پروانہ نہ ہوگا
اور یہی ہے قول خدا ٹھہراؤ انکو کیونکہ وہ سوال کئے جائیں گے ولائت علیؑ سے اور صـ۹۱ میں حضرت کاظم
علیہ السلام سے روایت ہے۔ قال نحن نعیم المومن وعلقم الکافر ولتفسیر وقفوھم انھم
مسئولون یعنے ہم ہیں تفسیر وقفوھم انھم مسئولون اور صـ۹۲ میں ابو سعید خدری اور ابن عباس
سے اس آیت کی تفسیر میں وارد ہے۔ عن النبی قال فی ھذہ الایۃ انھم مسئولون عن ولایۃ
علی ابن ابیطالب۔ یعنے حضرت نبی کریم نے اس آیت میں فرمایا کہ سوال کئے جائیں گے ولایت علیؑ
سے اور محمد بن اسحاق الثعلبی صاحب کتاب المغازی اور اعمش اور حاکم اور ایک جماعت اہلبیت نے
فرمایا کہ حب اہلبیت سے سوال کئے جائیں گے اور صـ۹۱ میں حضرت علیؑ سے روایت ہے۔ قال قال

رسول اللہ یا علی ان اول مایسئل عنہ العبد بعد موتہ شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد
رسول اللہ وانک ولی المومنین بما جعلہ اللہ وجعلتہ لک فمن اقر بذلک وکان معتقدہ
صار الی النعیم الذی لا زوال لہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد پہلا سوال شہادت توحید خدا ورسالت
محمدؐ وولائیت علی کا ہوگا۔ جس نے اس کا اقرار کیا اور وہ معتقد بھی ہو تو وہ ایسے بہشت کی نعمت
کی طرف جائیگا جس کو زوال نہیں۔ بخوف طول اسی قدر کافی ہے۔ ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ
جس جملہ حدیث کو آپ نے شیعوں کا بڑھایا ہوا کہا وہ آپ کی کتابوں میں موجود ہے۔ پس اب ناظرین
خود انصاف کرلیں۔ آیا ثلاثہ نے ولائت علیؑ کو مانا؟ اس کے لئے صفحات تاریخ شاہد ہیں۔ اسی ولایت
کے تحت میں خلافت داخل ہے اور اگر بپاس خاطر مخاطب محبت ہی فرض کرلیں۔ تو بھی سوال ہوگا۔ کہ آیا ثلاثہ نے
علیؑ واہلبیت سے محبت رکھی۔ اس کا جواب احراق باب فاطمہؑ میں موجود ہے۔

اخیر میں شاہ جی نے بہت فحش عبارت لکھی تھی۔ اس لئے ہم نے اس کو نقل ہی نہیں کیا۔ اور اذا
خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما پڑھ کر آگے چلتے ہیں۔ شاہ جی فرماتے ہیں کہ ماتمی لباس خدا نے تمہارے
ہی گلے میں ڈالا ہے۔ حضور اسی میں تو شرف ونجات ہے۔ ذرا روضۃ الشہدا کو ملاحظہ فرمائیں صـ۳
میں لکھا ہے۔ ودر یکے از کتب سماوی مذکور است من احب او احب لقب علیہ البلایا یعنے ہرکہ
دعوی دوستی خدا کند وبدست ارادت حلقۂ در محبت زند یا ہر کہ حق سبحانہ وتعٰ اورا خلعت محبوبیت
پوشاند با جرعۂ مقبولیت نوشاند باران بلا از ابر محنت وعنا پیاپے بر فرق اوریزان گردد وشلوی بہجت
وآسائش وراحت بتمامی از وے گریزاں شود اور صـ۵ میں مصباح القلوب سے بروایت کعب نقل کیا
ہے۔ "بدان خدائے کہ جان کعب بدست اوست کہ چنیں خواندہ ام کہ آں روز کہ ویرا شہید کنند گروہے
از فرشتگان بر سر روضۂ وے بایستند ومیگریند تا قیامت کہ ہرگز از گریہ باز نہ ایستند ودر ہر شب
ادنیہ ہفتاد ہزار فرشتہ فرود آیند وبر سر قبر زاری کنند وچوں بامداد شود بصومعۂ طاعت خود باز روند الخ
یعنے جو اللہ تعٰ سے محبت کا دعوے کرے یا خدا اسے خلعت محبوبیت پہنائے مصائب کی بارش اس
کے سر پر پیاپے گرتی ہے اور شادی وخوشی وآرام اس سے بالکل بھاگ جاتے ہیں۔ کعب نے کہا کہ
جس دن امام حسین علیہ السلام شہید ہونگے۔ فرشتے آپ کے روضے پر آئینگے اور قیامت تک روتے
رہیں گے۔ پس بوجہ ہماری مقبولیت کے خوشی وعیش ہم سے دور ہے اور تاسی ملائکہ مقربین میں ہم
نے بھی ماتمی لباس پہنا ہے۔

قول صاحب رمی الجمرات اب ذرا کان لگا کر متوجہ ہو کر آپ اور آپکے اتباع سنیں۔ اور ہم قبل از

مقصود ایک مقدمہ عرض کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول خدا نے ہمیشہ اپنا متحد ہونا ساتھ امیر کے بعبارت
مختلفہ بیان فرمایا ہے علی منی وانا من علی کما فی صحیح البخاری وغیرہ من الصحاح وانا و علی من
نور واحد۔ یا علی حربک حربی وسلمک سلمی و علی منزل راس بدنی اور فردوس دیلمی میں ہے۔
بمنزلتہ روحی من جسدی اور جمع الجوامع کبریٰ میں ہے کہ عمرو عاص نے آنحضرت سے پوچھا۔ کہ آپ
کے نزدیک دنیا میں کون احب ہے فرمایا کہ عائشہ اور اس کے بعد حفصہ میری محبوبہ ہیں۔ یعنی (بقول
سنیان) ان دونو سے حظ زندگانی اور لذت نفسانی ہے۔ سائل نے کہا کہ میں مردوں سے پوچھتا ہوں
فرمایا کہ انہیں دونو کے باپ یعنی تادم زندگانی بکفش برداری و خدمت گذاری مصروف راحت میمانی
ہیں۔ پھر سائل نے عرض کی کہ پھر علیؑ کہاں ہیں فالتفت الی اصحابہ فقال انہ لیسألنی عن نفسی
یعنے آنحضرت نے متوجہ با اصحاب ہو کر فرمایا کہ یہ شخص مجھ سے میرے نفس کی بابت پوچھتا ہے۔ یعنے
علی بجائے نفس نفیس اور ذات شریف میری کے ہے وہ غیر نہیں ہے۔ جو دوست من حیث دنیا ہوں
یا من حیث الآخرت ہوں۔ بالجملہ احادیث طرفین بحد استفاضہ و تواتر پہنچی ہیں۔ کہ جناب رسول خدا
نے ہمیشہ آنحضرت کو بمنزلہ نفس اپنے کے فرمایا اور مجمع علیہ کل مفسرین شیعہ و سنی ہے کہ آنحضرت روز
مباہلہ ابنائنا میں حسنینؑ کو اور نسائنا میں جناب سیدہ کو اور انفسنا میں جناب امیرؑ کو لے کر واسطے مباہلہ
کے نکلے تھے اور صواعق محرقہ ابن حجر ایسے سنگدل نے کہا ہے ان علیا احتج یوم الشوریٰ علی اھلھا
فقال انشدکم باللہ ھل فیکم احد اقرب الی رسول اللہ منی و من جعلہ نفسہ و ابناءہ و نساءہ
غیری قالوا اللھم لا یعنے حجت پکڑی جناب امیرؑ نے روز شوریٰ اس کے اہل پر پس فرمایا کہ میں
تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ اے صحابہ کہ آیا تم میں سے کوئی ایسا ہے کہ مجھ سے قرابت میں زیادہ
تر رسول خدا سے ہو اور کوئی ایسا ہے کہ آنحضرت نے اس کو اپنا نفس گردانا ہو اور اس کے بیٹوں کو
اپنا بیٹا اور نساء کو اپنی نسا اقرار دیا نہ ہو بجز میرے۔ پس کہا صحابہ نے خداوندا سوائے علیؑ کے کوئی ایسا نہیں
پس جناب امیرؑ کے نفس پیغمبر ہونے کا کل صحابہ کو اقرار تھا اور یہ بات ابھی تک زبانزد خاص و عام ہے
کسی شاعر نے حضرت عائشہ کے حال میں لکھا ہے ؎

لڑیں وہ جا کے با نفس پیمبرؐ علیؑ کا نفس تھا نفس پیمبر

بعد تمہید اس مقدمہ کے اب خدمت مخاطب میں عرض ہے کہ جناب امیرؑ نفس پیمبر ہیں بموجب آیت
اور بہت سی روایات کے اور بنا بر اس روایت کے ابوبکر و عمر و عثمان انکے دل اور آنکھ اور کان ہیں
جو اعضا اور جوارح انسان ہیں اور بہت ظاہر ہے کہ نفس کو خدا نے کل جوارح اور اعضاء کا و نیا ہیں

امیر اور سردار اور حاکم کیا ہے جیسا کہ امام رازی بھی تفسیر آیت ان السمع والبصر والفواد میں فرماتے ہیں
لان ھذہ الحواس الات النفس والنفس کالامیر لھا یعنے سمع و بصر و فواد آلات النفس ہیں۔
اور نفس ان کا امیر ہے انتہیٰ۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ جناب امیرؑ کو پیغمبر خدا نے اپنا نفس بنایا تو وہ
حاکم اور امیر ہوئے اور حضرات ثلاثہ مثل اعضائے ثلاثہ محکوم اور مامور انکے ہوئے۔ لیکن یہ اعضائے
ظاہری دکھلاوے کے لئے تا حیات رسول خدا تابع اور محکوم اور مامور رہے اور بعد وفات ان
حضرت کے جس طرح سے کل اعضائے انسانی اس کے نفس کے مخالف ہو جاتے ہیں جیسا کہ آیہ
وافی ھذا یہ شھد علیھم سمعھم وابصارھم وجلودھم سے ظاہر ہے۔ اسی طرح اصحاب ثلاثہ
نے بھی نفس رسول خدا کی متابعت سے سرکشی اور سرتابی کی اور بامخالفت انکے خود حاکم اور امیر
بن بیٹھے اور نفس پیغمبر کو محکوم اور مامور اپنا کیا۔ پس بعد جناب رسول خدا کے یہ مجازی سمع و بصر و
فواد بہرے و اندھے و نافہم ہو گئے اور مصداق قلوبھم لا یفقھون بھا و اعین لا یبصرون بھا و
اذان لا یسمعون بھا کے ہوئے۔ اب آپ خود ہی براہ انصاف فرمایئے کہ جو کوئی حکومت اور امارت
نفس رسول خدا کا منکر ہو جائے۔ اس کے کفر و نفاق میں کیا شک ہے اور بموجب قانون سلاطین
زمانہ بھی ایسے لوگ جو کسی ریاست و دولت اور حکومت میں خلل انداز ہوں۔ انکی سزا سوائے صلب
علی جذوع النخل کے کیا ہے ؎ کشتنی سوختنی باشند گردن زدنی۔ وعہد میمنت مہد حضرت مہدیؑ
میں انشاءاللہ یہ سب ہونا ہے اللھم عجل ظھورہ واتمم نورہ ولو کرہ المشرکون۔ کیوں مولوی مہدی
علی خاں صاحب آپ نے بھر پایا یا نہیں اور ثمرۃ الغراب نے مزہ حنظل دکھلایا یا نہیں۔

قول (شاہ صاحب)۔۔ پیچھے تو بڑے آب و تاب سے فرمایا کہ اخیر اس حدیث کے ہم
ثلاثہ کا کفر و نفاق ثابت کریں گے اور یہاں تو صرف جناب امیر کی فضیلت تحریر کی۔ وہ آپ کا کفر و
نفاق کہاں ہے اور کون اس کا ثبوت ہے۔۔۔ نہ ان فضائل سے کچھ انکا درجہ نازل ہوا۔ کیونکہ
ایسے تو انکی شان میں بھی حضرت کے بہت فرمان ہیں۔۔۔ یہی تو آپ کی عادت خراب ہے کہ
جب کوئی جواب بن نہیں آتا۔ تو پھر اسی طرح کچھ اہلبیت کے فضائل لکھ کر دکھلاتے ہو یا دشنام
بدکلام سے دو چار ورق سیاہ بناتے ہو۔۔ اگرچہ جناب امیرؑ کو حضرت نے اپنا نفس بنایا تو اصحاب
ثلاثہ کو اپنا سمع و بصر اور دل فرمایا۔ جیسا بغیر روح کے جسم بیکار ہے ویسا ہی بغیر جسم کے روح بے
قرار ہے۔ اسی واسطے اصحاب ثلاثہ و جناب امیرؑ آپس میں شکر و شیر رہتے تھے اور حضرت بھی
انکو اپنا نفس اور دل کہتے تھے۔ مگر اس میں بھی جو آپ نے حرکت بازی کر کے اپنے اتباع کو راضی کیا

تو دیکھ کر اس سے بھی ہم تم کو جھٹلاتے اور پشیمان بناتے ہیں۔

اوّل۔ جو آپ نے کہا کہ جب علیؑ کو حضرت نے نفس فرمایا اور اصحاب ثلاثہ کو اپنا سمع و بصر اور دل بنایا۔ تو اس سے جناب امیرؑ حاکم اور محکوم ہوئے۔ مخاطب جی اپنے منہ سے تو خواہ انکو محکوم کہو یا مظلوم یہ تو تمہارے خالی پلاؤ ہیں۔۔ مگر ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر اصحاب ثلاثہ حاکم تھے یا محکوم یہ تو آپ کو بھی سب حال اچھی طرح معلوم ہے۔۔۔ ہاں اگر انکو وہ حکومت آپکو یاد نہیں۔۔۔ ذرا اس کو خلافت کی بحث میں دیکھ لینا۔ دوم۔ جو کہا کہ حضرت کے پیچھے اصحاب ثلاثہ اپنے حاکم سے سرکش ہو کر خود حاکم بن بیٹھے تعجب تو یہ آتا ہے۔ کہ کہیں تو مخاطب خلفاء ثلاثہ کو حاکم اور کہیں محکوم بناتا ہے۔۔ مگر کہیں اس سرکشی وغیرہ کو تو آپنے ثابت نہ کیا۔ سوم۔ جو مخاطب نے کہا کہ اصحاب ثلاثہ حضرت کے سمع و بصر اور دل تو ہیں۔ مگر بعد وفات حضرت کے جیسا کل اعضائے انسانی اس کے نفس کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ تو اسی طرح یہ بھی نفس رسولؐ خدا کے برعکس ہو کر بہرے اندھے اور نافہم ہو گئے۔

جواب شاہ صاحب حضرت اس مثال سے بھی اصحاب ثلاثہ کو تو کوئی زوال نہ آیا۔ صرف اس تقریر بدتر نظیر سے تو پیغمبر خدا کی بدگوئی کر کے اپنے ایمان کو رد کیا۔۔ عام تو فانی بدکار گنہگار ہیں جن کے ہاتھ پاؤں وغیرہ قیامت کو انکے گناہوں پر گواہی دینگے اور پیغمبر تو معصوم ہر عیب سے پاک ہمیشہ حیات ہیں۔ پھر انکے حال پر عام کی مثال کیونکر صادق آتی ہے۔ ہمارے سلطان الانبیاء حیات النبی ہیں تو اسیطرح یہ انکے سب اعضا بھی آپکے ہمراہ ہمیشہ زندہ و بقا ہیں۔ تو پس جس نے کبھی بھی اُن حضرت کے اعضا کو رنج دیا تو اس بدخواہ نے خود پیغمبر کو رنج کیا۔ جیسا کوئی کہے کہ تیرے اعضا سب بدکار گنہگار ہیں تو بھلا اس بُرا کہنے کا کچھ اس مالک اعضا کو بھی رنج ہو گا یا نہیں۔ ذرا دیکھو کہ مخاطب پیغمبر خدا کے اعضاء مبارک کی سزا میں یہ آیت بھی پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب بعد وفات حضرت کے سمع و بصر اور دل بہرے واندھے و نافہم ہو گئے تو مصداق اس آیت کے ہوئے وھو ھذا ولقد ذرانا لجھنم کثیرا من الجن والانس لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغافلون اس آیت کے یہ معنے ہیں فرمایا خدا تعالےٰ نے کہ پیدا کیا ہیں نے دوزخ کو بہت واسطے جنوں اور آدمیوں کے جو واسطے انکے دل ہیں نہیں فہم کرتے انسے اور ان کے لئے آنکھیں ہیں نہیں دیکھتے انسے اور واسطے انکے کان ہیں نہیں سنتے انسے وہ لوگ مثل چارپایوں کے ہیں۔ بلکہ وہ بہت گمراہ غافلوں سے ہیں۔ یہ وہ آیت ہے جو منکر بدکار کافر اہل نار کے لئے اتری ہے جسکو مخاطب پیغمبر خدا کے اعضا کی سزا میں لکھتا ہے

سوچو کہ جب بقول انکے پیغمبر خدا کے سب اعضا بہرے اندھے اور نافہم ہو گئے تو پھر یہ مواخذہ خدا کو ہو گا یا مالک اعضا کو سزا ہے اور دوزخ کا مصداق اور غافل گمراہ کس کو کہا۔۔۔ اگر کہیں کہ ہم نے تو اعضا مجازی کا ذکر کیا ہے نہ حقیقی کو برا کہا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اچھا مجازی ہی سہی۔ مگر حقیقی و مجازی کا بھی تو اتنا فرق ہے کہ حقیقی جسم اور روح تو دونو کے متصل ہیں اور مجازی اعضا خاص دل کے ہمراہ ہیں لیکن اس دستور سے تو حقیقی سے بھی مجازی زیادہ ظہور میں آتا ہے۔ جیسا کہ کسی کے دلی دوست کو تکلیف پڑتی ہے تو وہ اپنے ان حقیقی اعضا کو بھی اس پر فدا کر کے خود رنج و تکلیف اٹھاتا ہے۔۔ جب حضرت نے ثلاثہ کو سمع بصر اور دل بنایا تو اس کا یہ معنے فرمایا کہ جیسے مجھ کو میرے کان و آنکھیں اور دل عزیز ہیں تو اسیطرح ثلاثہ بھی میرے نہایت پیارے اور دوست ہیں۔۔۔ اور دوست کا اندوہ و رنج ضرور دوست کو پہنچتا ہے۔ پس اس سے بھی وہی بات ثابت ہوئی جو ہم نے کہا۔۔ جو آپ نے فرمایا کہ جو کوئی حکومت و امارت نفس رسول خدا کا منکر ہو جائے۔ اس کے کفر و نفاق میں کیا شک ہے۔۔ ہم کہتے ہیں وہ نفس تو کیا جو کوئی حضرت کے ایک بھی اعضا کا منکر و بدخواہ ہو جائے۔ اس کو ہم منافق بیدین کہتے ہیں۔۔۔۔ اس حدیث کا کچھ اور بھی ثبوت لو۔ ذرا امام حسنؑ عسکری کے اس کلام کا بھی ملاحظہ کرو جو تفسیر حسن عسکری میں ہے کہ ہجرت کی رات پیغمبر خدا ابابکر صدیقؓ کے حق میں اس طرح فرماتے ہیں۔ جعلک منی بمنزلۃ السمع والبصر والراس من الجسد وبمنزلۃ الروح من البدن۔ کہ اے ابابکر خدا نے تجھ کو بمنزلہ میرے سمع و بصر کے گردانا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے روح کو تن سے ہے۔۔ اب اور انبیاء کی بھی تشبیہ دیکر انکار نہ فرماتے ہیں۔ جیسا کہ تمہارے صاحب منہج الصادقین اپنی تفسیر سورۂ انفعال میں یہ حدیث لکھتے ہیں۔ قال رسول اللہ مثلک یا ابابکر مثل ابراھیم اذ قال فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور الرحیم ومثلک یا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ یعنے فرمایا رسولؐ نے کہ اے ابابکر مثال تیری حضرت ابراہیم سے ہے جبکہ انہوں نے کہا اے پروردگار جس نے تابعداری کی میری وہ میرے گروہ سے ہے اور جس نے نافرمانی کی میری پس تو بخشنے والا مہربان ہے اور اے عمر مثال تیری نوحؑ سے ہے جب کہ اس نے کہا کہ اے خدا نہ چھوڑ تو زمین پر کوئی کافر بسنے والا۔ اور اسی طرح اس حدیث کو آپکے علامہ رازی صاحب بھی کنز العرفان میں لکھتے ہیں اور آپکے جمہور بھی اس دستور سے اس کو مذکور کرتے ہیں جیسا اطواق الحمایۃ میں امام علیؑ بھی خود ابابکر و عمر کو پیغمبر خدا کے برادر رفیق بناتے ہیں۔

جواب شیعہ۔ ہم نے دونو تحریریں ناظرین کے سامنے رکھدی ہیں حق بین و نکتہ سنج خود ہی

حق کو باطل سے تمیز کریں گے۔ لیکن مزید توضیح کے لئے ہم بھی کچھ سپرد قلم کرتے ہیں۔ صاحب رمی الجمرات نے دلائل قاہرہ سے ثابت کر دیا کہ بموجب روایات متواترہ متکاثرہ حضرت علیؑ نفس پیغمبر ہیں اور بموجب اس حدیث کے ثلاثہ سمع و بصر و فواد اور قانون قدرت کے مطابق نفس حاکم و امیر ہے اعضاء پر پس علیؑ بھی امیر و حاکم ہونے چاہیئے تھے ثلاثہ پر۔ لیکن چونکہ انہوں نے سقیفہ میں پنچایت کر کے اول کو پہلے حاکم بنایا۔ پھر اول نے خود ثانی کو اپنی جانشینی کے لئے نامزد کیا۔ ثانی نے خلافت کو شورے میں رکھا اہل شورے نے نفس رسول سے کہا کہ تو اتباع سیرت شیخین کرے تو حاکم بنایا جائے گا اس نے الٰہی قانون کے مطابق سیرت اعضاء کی اتباع سے انکار کیا۔ تو انہوں نے ثالث کو خلیفہ بنایا پس اس سے ثابت ہوا کہ انہوں نے اطاعت نفس رسولؐ سے سرتابی کی اور بقول مخاطب جو حضرت کے ایک بھی عضو کا منکر و بدخواہ ہو جائے وہ منافق بے دین ہے چہ جائیکہ کوئی رئیس اعضاء کی امارت کا منکر و بدخواہ ہو وہ منافق بیدین کا بھی سردار ہوا۔ پس اسی سے نتیجہ نکال لیں کہ جو کچھ صاحب رمی الجمرات نے انکے نفاق کے ثبوت کے لئے وعدہ کیا تھا۔ وہ آپ ہی کے اقرار سے ثابت ہوا یا نہیں۔ چونکہ اطاعت اصل رسولؐ کی ہے۔ نفس نے اس کی اطاعت کی اس لئے وہ بھی مطاع ہوا اور اعضاء نے چونکہ نفس کی امارت سے روگردانی کی۔ اس لئے گویا انہوں نے خود رسولؐ سے انکار کیا۔ چنانچہ ینابیع المودۃ ص۴۴ میں ہے کہ حضرت رسولؐ نے علیؑ کو فرمایا لانک منی کنفسی ... فاختارنی للنبوۃ واختارک للامامۃ فمن انکر امامتک فقد انکر نبوتی یعنے تو مجھ سے میرے نفس کی طرح ہے۔ اللہ نے چنا مجھے نبوۃ کے لئے اور تجھے امامت کے لئے جس نے تیری امامت کا انکار کیا اس نے میری نبوت کا انکار کیا۔ اور رسول کے منکر کا درجہ معلوم ہی ہے۔ پس ایسے اعضاء کا منکر ضرور ایماندار ہے نہ بیدین۔ شاہ صاحب فضائل علیؑ کے ذکر کو عادت خراب بتاتے ہیں۔ حالانکہ احمد حنبل۔ حافظ ابو نعیم۔ ابن مغازلی۔ اخطب خوارزم اور سید علی ہمدانی نے اپنی اپنی مسانید میں لکھا ہے قال النبی من کتب فضیلۃ من فضائلہ (علی) لم تزل الملائکۃ یستغفرون لہ ما بقی لتلک الکتابۃ رسم واثر۔ یعنے جس نے لکھا ایک فضیلت کو فضائل علیؑ سے ملائکہ اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک اس کتابت کا اثر رہے۔ اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ثلاثہ کے حق میں حضرت نے فضائل بیان کئے ہیں لیکن سفر السعادۃ ص۱۵۱ میں ہے در باب فضائل ابی بکر صدیق آنچہ مشہور تر است از موضوعات حدیث و امثال این از مفتریات است کہ بطلان آں بے بدیہ عقل معلوم است۔ یعنے فضائل ابی بکر میں جو کچھ زیادہ مشہور ہے۔ وہ

موضوعات و مفتریات سے ہے اور اس کا بطلان بداہت عقل سے معلوم ہے۔

شاہ صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ ثلاثہ اعضاء رسول ہیں۔ اور صاحب رمی الجمرات نے اعضاء رسول کو جہنمی کہا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا حدیث متنازعہ سے انکو اعضاء کسی تعریف کے لئے کہا گیا ہے یا توبیخ کے لئے۔ اگر تعریف کے لئے ہوتا تو انسے سوال کئے جانے کا ذکر ہی نہ ہوتا کیونکہ قیامت کے دن اعضاء رسول سے بالکل سوال نہ ہوگا اور حضرت کو بھی قیامت کے دن اپنے نفس و جسم کی بابت کچھ خوف نہ ہوگا۔ اسی لئے آپ امتی امتی کہیں گے۔ پس تتمہ حدیث جس میں انسے سوال کئے جانے کا ذکر ہے صاف بتلا رہا ہے کہ انکو اعضاء سے محض رعایت نفس کے لئے تشبیہ دی۔ نہ کسی تعریف کے لئے اور تعریف کے لئے کیسے کہتے۔ جب کہ انکو ان اعضاء سے کچھ بھی مناسبت نہیں۔ بصر رسول کے بارے میں ارشاد ہے ما زاغ البصر وما طغی (نہیں ٹیڑھی ہوئی آنکھ اور نہ زیادتی کی اس نے) اور یہاں جسکو بصر کہا گیا ہے اس کی یہ شان ہے کہ صلح حدیبیہ پر ما شککت فی نبوتک کشکی یومی ھذا کہتا ہے (یعنے جیسا شک یا رسولؐ آپ کی نبوت میں مجھے آج ہوا ہے ویسا کبھی نہیں ہوا تھا) پس اس سے اس بصر کا زیغ وطغیان ظاہر ہوتا ہے اور فواد رسول کی تعریف میں خدا فرماتا ہے ما کذب الفواد ما رای (نہیں جھوٹ کہا دل نے جو دیکھا) اب فواد مصنوعی میں یہ بات کہاں۔ حقیقی اعضاء تو رسول کے یہ نہ ہوئے۔ جیسا کہ آپ نے بھی اقرار کیا۔ پس اب بحث مجازی پر رہ گئی۔ اس میں آپ نے یہ توجیہ کی ہے کہ حضرت کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ جیسے مجھ کو میرے کان آنکھ اور دل عزیز ہیں ویسے ہی ثلاثہ ہیں۔ حالانکہ یہ تاویل ما لا یرضی بہ قائلہ کا مصداق ہے۔ کیونکہ حدیث میں یہ الفاظ نہیں۔ پس اپنی طرف سے حدیث رسول میں تحریف کرنا معلوم نہیں کس دین میں جائز ہے۔ قرآن میں یحرفون الکلم عن مواضعہ (تحریف کرتے ہیں کلموں کو انکی جگہوں سے) یہودیوں کی شان میں نازل ہے اور غیر المغضوب علیہم میں انکی راہ سے بیزاری ڈھونڈنے کی ہدایت ہے۔ پھر کیوں آپ نے انہی کا طریقہ اختیار کیا۔ یہ معنے تو ابن حجر نے بھی نہیں کئے۔ چنانچہ وہ صواعق محرقہ ص۱۴۴ میں ھذان السمع والبصر کی توضیح میں لکھتا ہے۔ یعنے این دو کس مثل سمع و بصر اند در اعضاء یا آنکہ ایشاں را سمع و بصر خواند بواسطہ شدت حرص ایشاں بر شنیدن حق و مشاہدۂ آفاق و انفس۔ حالانکہ انہوں نے مشاہدہ حقیقت نفس ہی نہیں کیا اور دوست کے معنے تو کسی طرح درست نہیں۔ کیونکہ آپ کی کتابوں میں حضرت سے روایت ہے لو تخذت خلیلا لا تخذت ابابکر۔ یعنے اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا پس

اس سے ابوبکر کی خلت کی نفی ہے پھر وہ انکو کیسے عزیز ہے۔ آپنے اسباب پر تو فریاد کی کہ صاحب منی الحرات نے اعضار مجازی رسول کو جہنمی کہا۔ لیکن اپنی کتابوں پر غور نہیں کیا۔ جس میں آپنے خدا کے اصل اعضا قرار دیئے اور پھر انکو جہنمی بنایا ہے۔ نہایۃ العقول رازی۔ صحیح مسلم۔ بخاری اور مشارق الانوار صـ ۱۱۳ میں لکھا ہے لا تزال جہنم تقول ھل من مزید حتی یضع فیہا رب العزۃ قدمہ فتقول قط قط الخ۔ چنانچہ جب جہنم میں سب کفار و منافقین وغیرہم داخل ہوجائیں گے تو جہنم پھر کہے گا۔ ھل من مزید۔ پھر خدا اپنا پاؤں جہنم میں ڈال دیگا۔ تو اس کو تسکین ہوجائے گی۔ کیوں صاحب آپ کا تو خدا بھی جہنمی ہوگیا۔ نعوذ باللہ۔

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ ادھوری ہے اور اس میں جملۂ شرطیہ کو عمداً شاہ صاحب نے نہیں لکھا۔ اصل عبارت یہ ہے۔ قال رسول اللہ ان اطلع اللہ علیٰ قلبك ووجد مافیہ موافقا لماجری علی لسانك جعلك منی بمنزلۃ السمع والبصر والراس من الجسد وبمنزلۃ الروح من البدن کعلی الذی ھو منی کذالك وعلی فوق ذالك لزیادۃ فضلہ وشریف خصالہ۔ حضرت نے فرمایا اگر اطلاع پائے اے ابابکر خدا تیرے دل پر اور پائے جو کچھ اس میں ہے موافق اس کے جو جاری ہوا تیری زبان پر تو قرار دے گا تجھے مجھ سے بمنزل کان اور آنکھ اور سر کے بدن کے اور بمنزل روح کے جسم سے مثل علیؑ کے جو ایسا ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ بسبب زیادتی فضل اور بزرگ خصال کے پس جملہ جعلك منی بمنزلۃ السمع والبصر بطور اخبار کے واقع نہیں ہوا بلکہ جزا ہے جملۂ ماقبل کی۔ اگر حضرت رسولؐ کو اس کے حق میں اطمینان ہوتا اور اس کے اقوال پر اعتبار ہوتا تو آپ صاف حتماً فرمادیتے کہ تو بمنزل سمع و بصر کے ہے جیسے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا بلکہ اس کے لئے اس سے زیادہ مرتبہ ہے۔ یعنے وہ نفس رسولؐ ہے اور وہ اگر اس کا دل اس کی زبان سے موافق ہوتا تو بھی اعضا ظاہری ہوتا اور اعضا نفس کے محکوم ہیں پس اس سے بھی ان کی منقصت ہی ثابت ہوئی نہ منقبت۔ جمع بین الروائتین سے نتیجہ نکلا کہ ابوبکر وغیرہ سمع و بصر و فواد رسول نہیں تھے۔ ہم کسی اور مقام پر اس عبارت کو تماماً درج کریں گے جیسا کہ امام عسکری نے فرمایا پھر ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں گے کہ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

پھر شاہ صاحب تفسیر منہج الصادقین سے کچھ لکھتے ہیں اور سورۂ انفعال کا حوالہ دیتے ہیں معلوم نہیں یہ کس قرآن کی سورۃ ہے موجودہ قرآن میں اس نام کی کوئی سورۃ نہیں ہے اور جو عبارت نقل کی گئی وہ بھی غلط۔ اگر شاہ صاحب عیناً یہ عبارت منہج میں دکھادیں تو ہم سے سو روپیہ لینے کے مستحق ہوں

ہم منہج کی تمام عبارت لکھتے ہیں۔

تفسیر منہج الصادقین جلد اول صـ ۶۳۴ آوردہ اند کہ روز بدر ہفتاد تن اسیر شدند و از جملہ ایشان عباس بن عبدالمطلب و عقیل بن ابیطالب بود۔ حضرت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ در باب ایشان با اکابر صحابہ مشورت کرد۔ غرض ازیں مشورت آں بود کہ اخلاص اصحاب بحضرت رب الارباب و قطع طمع ایشان از دنیائے دنی سریع الزوال معلوم کند ابابکر کہ از قوم مہاجر بود گفت یا رسول اللہ اکابر و اعاظم این قوم اقارب و عشائر تو اند اگر ہر یک بقدر طاقت و استطاعت فدائے بدہند باشد کہ روزے بدولت ہدایت برسند و حالا آں فدا مدد اصحاب شود عمر گفت یا رسول اللہ اینہا آئمہ کفر اند و ترا از منزل خود بیروں کردند بر ایشاں رحم مکن و بفرما تا ہمہ را گردن بزنند و بحمد للہ کہ حق تعالیٰ ترا از فدا مستغنی گردانید عقیل را بدست علی بدہ تا بکشد و عباس را بحمزہ و فلاں و فلاں کہ خویشاں منند بمن حوالہ فرما تا ایشاں را بکشم و از گروہ انصار عبداللہ رواحہ و اصح آں ست کہ سعد بن معاذ گفت کہ اشارہ فرما تا ایشاں را در حفیرہ جمع کنند و ہیزم و خار و خاشاک بر سر ایشاں بریزند و آتش دراں زنند و ہمہ را بسوزانند حضرت فرمود کہ حق تعالیٰ بعضے دلہائے مردماں از نرم گردانید تا از شیر نرم تر باشد و دلہائے بعضے را سخت مے کند تا از سنگ سخت تر باشد اے ابوبکر قول تو قول ابراہیم کہ فرمود فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانك غفور رحیم و اے عمر مثل قول تو مثل قوم نوح است کہ گفت رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا ...... فرمود کہ برائے اصحاب میگریم کہ بجہت طمع ایشاں در اخذ فدا شوب اخلاص ایشاں بشوائب اعراض دنیویہ و اموال فانیہ عذاب با ایشاں چناں نزدیک شدہ بود کہ ایں درخت بجاو نزدیک باور ختے بود۔ پس حق تعالیٰ ایں آیہ فرستاد ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ حتیٰ یثخن فی الارض شاہ صاحب عربی میں حدیث لکھی ہے لیکن تفسیر مذکور فارسی میں ہے۔ دوم۔ شاہ صاحب نے مثلك یا ابابکر مثل ابراھیم۔ یعنے اے ابابکر تیری مثال ابراہیمؑ کی طرح ہے۔ لیکن منہج میں ہے کہ اے ابابکر تیرا قول مثل قول ابراہیمؑ ہے۔ سوم۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے مثلك یا عمر مثل نوح۔ اے عمر تیری مثال نوحؑ کی مثال ہے۔ حالانکہ منہج میں ہے کہ اے عمر مثال تیرے قول کی مثال قوم نوحؑ کے ہے جن کے حق میں نوحؑ نے دعا کی ہے کہ نہ چھوڑ تو زمین میں کسی کافر کو۔ پس اس میں عمر صاحب کو قوم نوحؑ سے تشبیہ دی ہے نہ کہ نوحؑ سے اور اگر لفظ قوم کو کاتب کی غلطی کہیں اور اصل قول لائیں تو بھی اس قول عمر کو قول نوحؑ سے مشابہت دی ہے نہ خود نوحؑ سے۔ اور نبی کریم غیر معصومین کو معصومین سے کیسے تشبیہ دے سکتے تھے۔ پس بعد ثلاثہ یہ اغلاط ثلاثہ آپ کی ہیں۔ عبارت منہج سے چند

فوائد حاصل ہوئے۔ اول حضرت کے مشورہ کا سبب یہ تھا کہ آپ اپنے اصحاب کا امتحان کریں کہ کون دین کی طرف اور خدا کی طرف مائل ہے اور کون دنیائے دنی سریع الزوال کی طرف راغب۔ اگر حضرت اپنے تمام اصحاب کو مومن مخلص جانتے تو اس امتحان کی ضرورت نہ تھی۔ پس ثابت ہوا اعتقاد شیعہ کہ تمام صحابہ مومن مخلص نہ تھے۔ دوم حضرت ابوبکر صاحب نے فدیہ لینے کی تجویز سے اپنا میلان قلبی دنیائے دنی کی طرف ظاہر کیا۔ پس انکا اخلاص معلوم ہو گیا۔ اور اسی لئے بہ سبب انکے طمع دنیا عذاب انکے بہت قریب آگیا تھا۔ سوم حضرت عمر صاحب نے اپنے مشورہ میں پہلے خاندان بنی ہاشم کے ارکان کے قتل کا مشورہ دیا اور سب سے پہلے یہ کہا کہ علیؑ عقیل کو قتل کرے۔ اور پھر کہا عباس حمزہ کو۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ یہ بڑا سخت دل تھا۔ چنانچہ حضرت نے فرمایا کہ بعضوں کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں او اشد قسوۃ پر غور کریں۔ کن کی شان میں ہے اور خاندان رسولؐ سے عموماً اور حضرت علیؑ سے اس کو خاص عداوت تھی۔ چہارم۔ اس قصہ کو صاحب منہج نے آوردہ اند کہ کر شروع کیا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ یہ انکا اپنا یا شیعوں کا قول نہیں۔ بلکہ کسی کتاب سنیہ سے نقل کیا ہے۔ اس لئے اگر اس سے کچھ فضیلت بھی لفرض محال ثابت ہو تو شیعوں پر حجت نہیں۔ اور ہم نے تو پہلے ثابت کر دیا کہ اس سے تو ان بیچاروں کا سوء حال ثابت ہوتا ہے۔

۴۔ قول شاہ جی۔ کتاب احقاق الحق میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابابکر صدیق و عمر فاروق کی شان میں فرمایا ہے ھما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیامۃ۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ دونو امام تھے عادل اور انصاف کرنیوالے دونو حق پر تھے اور مرتے حق پر دونوں پر رحمت خدا کی قیامت کے دن۔ اس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک تو صدیق اکبر و عمر رضی اللہ عنہما کا امام یعنی خلیفہ برحق۔ دوسرا انکا عادل و منصف اور حق پر ہونا اور حق پر مرتے دم تک رہنا۔ قیامت کو مستحق رحمت الہیٰ کا ہونا۔ ... انکے رسالہ ادلۂ تقیہ میں جس کو انکے مجتہد سید محمد صاحب نے اپنے دستخطی ۱۲۹۲ء کو لدھیانہ میں طبع کرایا ہے لکھتے ہیں۔ چنانچہ قولہ ھما امامان الخ فلما انصرف الناس قال لہ رجل من خاصتہ یا ابن رسول اللہ لقد تعجبت فیما قلت فی حق ابی بکر و عمر فقال نعم نعم اماما اھل النار کما قال اللہ تعالیٰ وجعلنا منھم ائمۃ یدعون الی النار و اما العادلان فلعدولھم عن الحق کقولہ تعالیٰ والذین کفروا بربھم یعدلون و اما القاسطون فقد قال اللہ تعالیٰ و اما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا والمراد من الحق الذی کانا مستولیین علیہ ھو امیر المومنین حیث اذیاہ غصبا حقہ والمراد موتہما علی الحق انہما ماتا

علی عداوتہ من غیر ندامۃ عن ذلک والمراد من رحمۃ اللہ رسول اللہ فانہ کان رحمۃ للعالمین و سیکون خصما لہما ساخطا علیہما منتقما عنہما یوم الدین۔ انتہیٰ خلاصہ مترجم کا یہ ہے کہ حدیث ھما امامان عادلان۔ امام صادق علیہ السلام نے عام لوگوں میں فرمائی۔ پھر جب مجلس مخالفین سے خالی ہوئی۔ تو ایک شخص جو خاص آپکے اصحابوں میں سے تھا۔ امام معصوم کی خدمت میں عرض کی کہ میں ان کلمات سے جو آپ نے حق شیخین میں ارشاد فرمائے ہیں۔ بہت متعجب ہوا۔ امام نے فرمایا کہ میں نے ان دونو کو امام اس لئے کہا ہے کہ وہ امام اہل نار تھے۔ چنانچہ خدا اپنے قرآن میں کافروں کو امام اہل نار فرماتا ہے اور عادل اس وجہ سے کہا کہ ان دونو نے عدول کیا تھا حق سے۔ جیسا کہ خداوند کافروں کو انہی معنوں سے عادل فرماتا ہے۔ والذین کفروا بربھم یعدلون اور قاسط اس وجہ سے کہا کہ قاسط کے معنے ظالم کے ہیں چنانچہ قرآن میں ہے و اما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا یعنے ظالم جہنم کی لکڑیاں ہیں اور جو کہا کہ کانا علی الحق۔ تو اس سے یہ مراد ہے کہ وہ دونو ضرر رساں ہوئے حق کے کہ حق امیر المومنین تھے۔ کہ انکا حق چھین لیا اور انکو ایذا دی۔ پھر امام فرماتے ہیں کہ ماتا علی الحق سے مراد یہ ہے کہ وہ عداوت حق پر مرے یعنے جناب امیرؑ کے وہ مرتے دم تک دشمن رہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے جو کہا فعلیہما رحمۃ اللہ پس مراد رحمت اللہ سے رسول خدا ہیں کہ وہ قیامت کو ان دونو کے دشمن ہوں گے اور ان پر غضب ناک ہونگے۔ مترجم کہتا ہے کہ کلام عرب میں علیٰ کو مقام مخالفت اور مضرت اور عداوت میں بھی اطلاق کرتے ہیں۔

(قول شاہ صاحب) ... اول جو تم نے امامان کے لفظ کو امام اہل نار کہا ہے پہلے تو اس میں مضاف علیہ کو محذوف کر دیا۔ کیونکہ حذف مضاف کا بغیر حالت تنوین یا بنا مضاف یا اضافت ثانیہ کے ہرگز جائز نہیں۔ اگر شک ہو تو اپنی رضی کھول کر دیکھ لو۔ دوم جب امام مطلق ہے تو اس کے معنے بھی اصلی ہوئے۔ یعنے خاص مدح صفت و ثنا کے اس لئے کہ لفظ مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے تو پھر کیوں اس سے امام اہل نار مراد ہو سکتے ہیں۔ بخلاف اس آیت کے ائمۃ یدعون الی النار تیسرا۔ اگر کوئی ملحد وغیرہ بھی آپ کی طرح تمام آئمہ کے مقابل یہی معنی بنائے پھر اس کو آپ کیا جواب دو گے۔ ... تاویل دوم۔ عادل کے معنے عدول کہنا تو اس میں بھی آپکے مذہب پر غضب آتا ہے کیونکہ شیعوں کے نزدیک عدل ایک بڑا رکن اصول دین سے ہے۔ ... سیوم قاول قاسطون کی بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس میں کسی خاص قرینے کے سوا قاسط کا معنے ظلم بنانا تو ایسا ہے جیسا کہ رات کو دن۔ دیکھو قرآن میں بمقابلہ لفظ قاسطون کے لفظ مسلمون وارد ہے۔ قولہ تعالیٰ واقسطوا ان

اللہ یحب المقسطین۔ وزاپنی ہی تفسیر دیکھو خصوصاً خلاصۃ المنہج و مجمع البیان وغیرہ نے بھی ان سب آیات میں قاسطون کے معنے انصاف کے کئے ہیں یا کہ ظلم کے۔ جیسا کہ جناب باری فرماتا ہے یاایہا الذین اٰمنوا کونوا قوامین للقسط پھر فرمایا فاحکم بینہم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین۔ چہارم۔ لفظ حق سے مراد علی مرتضےٰ لینا بغیر نام قرینے کلام بالکل خام ہے اور ان کو مغلوب کہنا بھی آپ کے مذہب شیعی کی بیخ برکنہ ہوتی ہے۔ پھر وہ غلط ہوا جو کہتے ہو علی اسد اللہ الغالب علی کل غالب۔۔ تاویل پنجم۔ جو لفظ علیہما رحمۃ اللہ یوم القیامۃ میں کہا ہے۔ تو اس پر بھی کسی نے خوب لطیفہ کہا ہے کہ جب حضرات شیعہ اپنے پیشواؤں کی شان میں رحمۃ اللہ کہتے ہیں تو ہم بھی اسیطرح مراد رحمۃ اللہ سے رسول اللہ لیتے ہیں اور علیہ سے وہی مخالفت رسول خدا۔۔۔ اور تمہارے امام صادق پر تو تقیہ کرنا بھی حرام تھا۔۔ جیسا کہ کتاب بحار الانوار ملا باقر مجلسی نے اور کافی میں بھی ملا یعقوب کلینی نے لکھا ہے کہ جو صحیفہ امام صادق کا تھا۔ اس میں انکے لئے یہ حکم تھا۔ حدث الناس دفتم ولا تخافن الا اللہ وانشر علوم اھل بیتک وصدق اباءک الصالحین فانک فی الحرز والامان۔ ترجمہ کہ تو حدیث تمام آدمیوں سے بیان کر اور فتوے دے انکو اور خدا کے سوا اور کسی سے مت ڈر اہلبیت کے علوم کو ظاہر کر اور اپنے آبا ء صالحین کی تصدیق کر اس لئے کہ تو حفظ و امان میں ہے اور یہ بھی ہم ثابت کر دکھلاتے ہیں کہ اسی طرح تو تمام آئمہ کے کلام میں یہی لوگ ہمیشہ خیانت کرتے رہے۔۔ چنانچہ شیعوں کے بڑے علماء علامہ مجلسی روضۃ المتقین میں حضرت ابو عبداللہ سے یہ نقل کرتے ہیں۔ یعنے امام صاحب نے فرمایا کہ فلاں شخص کو میں حدیث سناتا ہوں اور فلاں سے اس کو روکتا ہوں۔ پھر میرے پاس سنے نکلتا ہے اور میری حدیث میں تاویل کرتا ہے جو اس کی تاویل نہیں ہے۔ میں نے ایک گروہ کو کلام و گفتگو کی اجازت دی اور ایک گروہ کو اس سے روک دیا۔ پھر ایک فریق نے اپنی خواہش کے موافق تاویل کر لی اور خدا و رسول کی نافرمانی کا ارادہ کیا۔۔۔

جواب شیعہ۔ اس کا جواب منجانب صاحب رمی الجمرات بعد میں درج ہوگا۔ اور وہ ایسا کافی و وافی ہے کہ خصم کے منہ میں لگام دیتا ہے لیکن چند کلمے ہم بھی یہاں لکھ دیتے ہیں۔ اس حدیث کا بھی مثل حدیث مذکورہ در شہادت ماقبل ایک ٹکڑا لے کر مخاطب نے استدلال کیا ہے اور بقیہ حصے کو شیعوں کا زائد کردہ بتلایا ہے۔ اس لئے اس کا بھی وہی جواب ہے جو پہلے دیا گیا۔ امام علیہ السلام نے بروایت مذکورہ اماماں عادلان الخ شیخین کے حق میں فرمایا اور پھر خود ان الفاظ

کی تشریح بھی کر دی۔ تو معلوم نہیں مخاطب کو متکلم کے منشا کے برخلاف اس کے کلام کے معنے کرنے کا اختیار کہاں سے حاصل ہوا کسی شخص کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ متکلم کے منشا کے برخلاف اس کے کلام کا مطلب بیان کرے۔ اگر یقین نہ آوے تو ہم تمہارے شیر پنجاب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اڈیٹر اخبار اہلحدیث کی تحریرات سے استشہاد کرتے ہیں کیونکہ آپ لوگوں نے ایک دفعہ انکو ملتان میں شیعوں سے مباحثہ کرنے کے لئے بلوایا تھا۔ لیکن جب شیعوں نے ایمان ثلاثہ پر بحث کرنا چاہی تو مولوی صاحب نے مثل ثلاثہ راہ فرار اختیار کی۔ اس سے یہ مقصود ہے کہ وہ آپکے مذہب کے معتمد و معتبر ہیں اس لئے انکی تحریرات پر آپ کو ضرور ایمان ہوگا۔

ترک اسلام بر ترک اسلام صفحہ ۲۵ نمبر ۶ میں مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ ہر ایک کلام کے صحیح معنے وہی ہونگے جو متکلم آپ بیان کرے یا اس کے منشا اور حیثیت کے مطابق ہوں متنازعہ کلام کے متصل ہی متکلم کا بیان ہو یا آگے پیچھے۔ بیان حالی ہو یا مقالی یعنے وہ اپنے کلام کا مطلب لفظوں میں بتلاوے یا اس کی وضع اور طریق برتاؤ سے ظاہر ہو۔ اس اصول کو سوامی دیانند جی نے بھی دیباچہ ستیارتھ صفحہ پر منظور بلکہ خود تجویز کیا ہے۔ لیجئے یہ وہ اصول ہے جس پر ہندو مسلمان متفق ہیں۔ پس کلام امام کے جو معنے خود امام نے کئے ہیں وہی صحیح ہیں اور انسے شیخین کی عزت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ ذلت۔ امام نے اپنے کلام کے جو معنے شیخین کے بارے میں کئے ہیں۔ ان کا ثبوت بھی خاص قرآن سے دیا ہے۔ ہم آپ کی خاطر لغت سے بھی معنے بیان کرتے ہیں۔ صراح صفحہ ۲۳۴ قسط قسوط بیداد ی و ظلم (قولہ تعالیٰ واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا۔ صفحہ ۳۵۰ عدل برابر کردن چیزے را بہ چیزے نہ از جنس وے اور مولوی نذیر احمد دہلوی نے بھی ثم الذین کفروا بربہم یعدلون کے میں یہ معنے کئے ہیں (پھر یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کس کو برابر کرتے ہیں) جیسے بت پرستوں نے اپنے بتوں کو خدائے واحد کے برابر بنایا ویسے ہی شیخین میں سے ہر ایک نے اپنے صاحب کو نفس رسول کے برابر بنایا۔ ثانی نے اول کو سقیفہ میں اور اول نے ثانی کو اپنے مرتے وقت۔ حالانکہ امارت حق شاہ ولایت ہے۔ جیسے بیان ہو چکا ہے اور صراح صفحہ ۳۵۰ میں عدل کے نیچے عدول برگشتن از راہ بھی لکھا ہے۔ پس اس جگہ امام نے یہ معنے لئے ہیں اور عدل شیعوں کے اصول دین میں ضرور ہے اور اس کے معنے شیعہ عدل و انصاف کے کرتے ہیں۔ پس متکلم کے منشا کے خلاف کسی کو اس کے کلام کے معنے کرنے کا حق نہیں اور آپ کو تو اس عقیدے سے عداوت ہی ہے۔ کیونکہ آپ خدا کو عادل نہیں جانتے۔ اور صفحہ ۳۶۸ میں ام کے ذیل میں لکھا ہے اما بالکسر پیش رو ائمہ جمع۔ یعنے امام کے

معنے آگے چلنے والا۔ آئمہ اس کی جمع۔ پس ہر پیشرو کو امام کہہ سکتے ہیں۔ خواہ وہ کفر و نفاق کا ہو یا اسلام و ایمان کا اور آئمہ دوازدہ گانہ کو حضرت نے ائمہ دین اسلام فرمایا ہے لا یزال الدین ماذال فیھم اثناعشر ائمۃ اس لئے انکو ائمہ کفر کہنے والا خارج از دین ہے۔ جن سے آپ بھی تبرا کرتے ہیں اور حق بغیر قرینے کے بھی صاحب حق پر اطلاق ہوتا ہے۔ جیسے جواد کو جود اور بہت عادل کو عدل کہتے ہیں اور قل جاء الحق میں بعض مفسرین نے حق سے سرور کائنات کو مراد لیا ہے۔ پس اسی طرح چونکہ علیؑ کے حق میں حضور نبی نے علی مع الحق والحق مع علی فرمایا اس لئے کلام امام میں حق سے علی مراد ہے علیھما رحمۃ اللہ یوم القیامہ قابل غور ہے۔ اس میں امام نے یوم القیامت کیوں فرمایا۔ اگر شیخین مرحوم ہوتے تو قید یوم القیامت کی ضرورت نہ تھی اور علے بمعنے ضرر و مخالفت بھی آتا ہے۔ چنانچہ مولوی عبدالودود سنی شرح دیوان علی جلد ا صـ۱۴۲ میں اس شعر کی تشریح فرماتے ہیں ؎

مضیٰ اسلافنا الباقی شہید امعدلا   واصبحت فی یوم علیک شہید

علیک شہید سے علے برائے ضرر است

اب رہا یہ اعتراض کہ اگر علی مغلوب ہوئے تو غالب کل غالب انہیں کیوں کہا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے الا ان حزب اللہ ھم الغالبون اللہ کا گروہ ہی غالب ہے اور انبیاء بالضرور حزب اللہ میں داخل ہیں۔ پھر حضرت نوح نے رب انی مغلوب فانتصر میں اپنے آپ کو مغلوب کیوں کہا۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

امام صادق پر آپ کا جھوٹ کا اتہام لگانا کوئی نئی بات نہیں۔ آپکے محدثین نے تو حضرت ابراہیم خلیل پر تین جھوٹوں کا اتہام لگایا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ مترجمہ مطبوعہ امرتسر باب الحوض والشفاعہ میں ایک لمبی حدیث ہے جس میں ہر نبی کے گناہ کا ذکر ہے اور ابراہیم کے بارے میں۔ قال فیاتون ابراھیم فیقول انی لست ھناکم ویذکر ثلث کذبات کذبھن یعنے گنہگار محشر میں ابراہیمؑ کے پاس شفاعت کے لئے آوینگے وہ کہیگا کہ میں اس لائق نہیں۔ کیونکہ میں نے تین جھوٹ بولے ہیں اور انکو ذکر کرے گا۔ انتہیٰ۔ حالانکہ یہ جھوٹ نہیں۔ کیونکہ حضرت نے بادشاہ کے سامنے اپنی زوجہ کو بہن کہا تھا اور مراد آپ کی دینی بہن تھا۔ پس حضرت نے جھوٹ نہیں کہا۔ ایسے ہی امام صادقؑ کی جو مراد تھی وہ آپ نے بیان کی۔ پس آپ پر جھوٹ کا الزام کیسے آسکتا ہے اور اگر بفرض محال یہ مان لیں کہ روایت کے معنے وہی ہیں جو سنی لکھتے ہیں تو نہیں چاہئے تھا کہ پہلے اس روایت کے اسناد لکھتے اور انکی صحت ثابت کرتے۔

جو دو حدیثیں آپ نے تاویل کرنے کے بارے میں نقل کی ہیں۔ انسے آپ کا کوئی مطلب نہیں نکلتا۔ بلکہ وہ بھی ہماری تائید میں ہیں۔ کیونکہ انسے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ متکلم کی منشا کے خلاف تاویل نہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے اس کے مورد آپ لوگ ہیں۔ جو امام کے کلام کو آپ کے منشا کے برخلاف محمول کرتے ہیں اور ہم تو وہی کہتے ہیں جو امامؑ نے کہا ہے۔ امام علیہ السلام کے صحیفے کی عبارت سے بھی آپ کی کچھ مطلب براری نہیں ہوتی۔ اس میں ایک جملہ یہ ہے۔ صدق اباءک الصالحین یعنی اپنے آباء صالحین کی تصدیق کر۔ آپکے اباء صالحین شیخین کو کاذب۔ غادر۔ خائن۔ آثم جانتے تھے چنانچہ صحیح مسلم باب الجہاد میں ایک روایت طولانی ہے۔ جس کا آخر یہ ہے کہ حضرت عمر صاحب نے حضرت علی و عباس کو کہا۔ فلما توفی رسول اللہ صلعم قال ابوبکر انا ولی رسول اللہ فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک ویطلب ھذا میراث امراتہ من ابیھا فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلعم لا نورث ما ترکنا ہ صدقہ فرایتماہ کاذبا آثما غادرا خائنا واللہ یعلم انہ صادق بار راشد تابع للحق فلما توفی ابوبکر وانا ولی رسول اللہ وولی ابی بکر فرایتمانی کاذبا آثما غادرا خائنا واللہ یعلم انی لصادق بار راشد تابع للحق۔ یعنے عمر نے کہا کہ جب رسول اللہ کا وصال ہوا تو تم دونو ابوبکر کے پاس آئے۔ درانحالیکہ اے عباس تو اپنے بھتیجے کی میراث اور علیؑ اپنی عورت بنت رسولؐ کی میراث طلب کرتے تھے۔ اس نے تم کو جواب دیا کہ حضرت فرما گئے ہیں کہ انکے مال کا کوئی وارث نہیں۔ جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ اس پر تم نے اسے جھوٹا۔ گنہگار۔ فریبی اور خائن جانا حالانکہ وہ سچا نیک۔ راشد اور حق کا تابع تھا جب ابوبکر مر گیا اور میں اس کا جانشین ہوا۔ تو تم میرے پاس بھی وہی مقدمہ لے کر آئے۔ میں نے بھی کہا جو میرے پیشرو نے کہا تھا پس تم نے مجھے بھی جھوٹا۔ گنہگار۔ فریبی اور خائن جانا۔ حالانکہ میں بھی سچا نیک راشد اور حق کا پیرو ہوں۔ فتح الباری شرح بخاری میں مذکور ہے انما یعتقدان ظلم من خالفھما (علی وعباس اس معاملہ میں اپنے مخالفوں کو ظالم جانتے تھے) اور مسند احمد حنبل میں ہے کہ علی و عباس اسی طرح یہی مقدمہ لے کر عثمان صاحب کے پاس بھی گئے پس اگر وہ انکو امام عادل جانتے تو ایسا کیوں کرتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی شیخین کو ایسا ایسا جانتے تھے اور اسی لئے امام صادق نے بھی اپنے جد امجد کی تصدیق کی۔ اور بخاری میں ہے کہ جب حضرت زہراؑ فدک کے لئے اول کے پاس گئیں اور اس نے وہ جواب دیا۔ فغضبت علیہ ولم تتکلم حتی ماتت (زہراؑ ابوبکر پر غضب ناک ہوئیں اور نہ کلام کیا مرتے تک) اور دوسری حدیث اسی کتاب میں ہے قال رسول اللہ فاطمۃ بضعۃ منی من اغضبھا فقد اغضبنی۔ جس نے فاطمہ کو

غضب ناک کیا اس نے مجھے غضب ناک کیا۔ ان دونو حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ ابوبکر صاحب فاطمہ کے مغضوب ہونے سے رسول کے بھی مغضوب ہوئے اور اسی بات کو امام صادق نے ان الفاظ میں بیان فرمایا فعلیھما رحمۃ اللہ یوم القیامہ۔ رحمت خدا رسول مصطفےٰ کے غضب کا وبال ان دونوں پر قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔ مخاطب نے اپنے مہمل کلام میں بہت سی لفظی غلطیاں بھی کی ہیں منجملہ والذین کا فروا۔ مضاف علیہ۔ بہار الانوار قابل داد ہیں۔

۵۔ قول شاہ جی۔ علی بن عیسےٰ اربلی شیعہ اثنا عشریہ نے اپنی کتاب کشف الغمہ فی معرفت الائمہ میں لکھا ہے سئل الامام ابوجعفر علیہ السلام عن حلیۃ السیف ھل یجوز قال نعم قد حلی ابوبکر الصدیق سیفہ بالفضہ فقال الراوی اتقول ھکذا فوثب الامام علی مکانہ فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والاخرۃ۔ یعنی کسی شخص نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت تلوار کے قبضے کو حلیہ کرنا درست ہے یا نہیں۔ تب امام نے جواب دیا ہاں اسی لئے کہ ابابکر صدیق کی تلوار کے قبضے پر بھی حلیہ چاندی کا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ اس نے امام سے عرض کی کہ حضرت آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی امام اپنی جگہ سے پھرے اور کہنے لگے کہ ہاں وہ صدیق ہے۔ ہاں وہ صدیق ہے۔ ہاں وہ صدیق ہے۔ جو کوئی اسکو صدیق نہ کہے۔ خدا اس کی دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے گا۔ اس سے ثابت ہوا ابوبکر کا صدیق ہونا۔ امت سے افضل ہونا۔ جو اس کو صدیق نہ کہے اس کا عذاب میں خراب ہونا۔

(رمی الجمرات) جوہر اخبار کے کھوٹے کھرے پرکھنے والے اور جھوٹے موتیوں کو سچے موتیوں سے جدا کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ یہ حدیث اگر سچی حدیث بھی ہوتی۔ تو اخبار احاد سے ہوتی جو عقائد میں بکار آمد نہیں اور مخالف ہے احادیث متواترہ اصولیہ اور قواعد مثلیہ مبرھن عقلیہ و نقلیہ کے پس ہر طرح واجب طرح ہوتی۔ لیکن یہ حدیث تو بالکل جھوٹی ہے اور سنیوں کی بنائی ہوئی مثل حدیث لانرث ولا نورث کے باب فدک میں اور حدیث سیدا کہول اہل الجنۃ کے باب ابوبکر و عمر میں۔ صحاح میں اسی طرح انکی ہزاروں جھوٹی حدیثیں بھری ہوئی ہیں فما ظنک بغیرہ۔ صفوۃ الصفوۃ ابن جوزی میں کہ اس کی ایک عبارت طویل کشف الغمہ میں بلحاظ آنکہ نقل کفر کفر نباشد نظر بہ بعض اغراض منقول ہوئی۔ اسی عبارت میں یہ جھوٹی حدیث بھی ہے۔ پس ذکر اس کا استطرادًا ہے نہ اصالتًا اور یہ ضرور نہیں ہے کہ جس امر کو کوئی حکایۃً ذکر کرے وہ اس پر حجت ہو جائے۔ ہمارے مخاطب نے بھی ابھی خود حضرت ابوبکر کی شان رفعت نشان میں صفحہ ۱۰ سطر ۳ میں لکھا ہے کہ محرف کتاب اللہ

اور مبدل دین خدا اور پیغمبروں کی وصیتوں کا بھلانے والا اور اس کے وصی کے حقوق غصب کرنے والا اور انکی اولاد کو ستانیوالا اور خاندان رسول پر ظلم و ستم کرنے والا تھا اور بعد اس کے مجلس نکاح ام کلثوم میں حدیث ولد الزنا کشر ثلاثہ کے معنوں میں حرامزادہ اور نطفہ ناپاک ہونا حضرت عمر کا کہتے ہیں پس اگر علی بن عیسےٰ اربلی کی نقل عبارت ابن جوزی کرنے سے شیعوں پر حجت تمام ہو جائے گی۔ تو آپکے خود لکھنے سے بدرجہ اولےٰ آپ پر حجت تمام ہوئی۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا اگر فرمایئے کہ ہم نے تو نقل مذہب شیعہ کی کی ہے تو ہم کہیں گے کہ آپ نے تو اپنی زبان صدق بیان سے نقل کی ہے۔ پھر اپنی نقل اپنی زبان سے حجت نہ ہو اور دوسرے کی زبان سے حجت ہو جائے۔ اس کی کیا وجہ یا اس کی کچھ وجہ ارشاد فرمایئے۔ یا اپنی ہٹ دھرمی سے باز آیئے۔ یہ ایک بات ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ راوی حدیث اصل میں عروہ بن عبداللہ ہے۔ جو دوستان ابوبکر سے ہے۔ چاہتا ہے کہ بہ حیلہ حلیہ السیف ابوبکر کا صاحب سیف ہونا ثابت کرے۔ انکی اور انکے دونو بھائیوں کی تلوار کسی معرکہ میں نکلی ہو اور کسی کافر پر چلی ہو تو کسی جھوٹی ہی تاریخ سے بیان فرمایئے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس حدیث سے جو کتب غیر صحاح سے ہے۔ حضرت ابوبکر کا صدیق ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپکی صحیح سے زبان صدق ترجمان حضرت عمر سے انکا کاذب اور غادر اور خائن ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اب فرمایئے کہ حدیث صحیح کو ہم مقدم جانیں یا حدیث غیر صحاح کو اور بھی حضرت صدیقہ نے دربارہ صدیق روایت کی ہے۔ مر النبی ابی بکر و ھو یلعن بعض غلمانہ فالتفت الیہ فقال ا لعانین وصدیقین۔ یعنے گذرے پیغمبر طرف ابوبکر کے جو وقت کہ وہ اپنے بعض غلاموں کو گالیاں دیتے تھے حضرت نے فرمایا آیا دیکھا تو نے صدیقوں اور گالیاں دینے والوں کو۔ شاہ عبدالحق دہلوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں ارادنہ لا یجتمع الصدیقیہ واللعانیہ یعنے صدیقیت ساتھ لعانیت کے جمع نہیں ہوتی اور لعانیت ابوبکر کی اس حدیث سے اور سوائے اس کے اور بھی حدیثوں سے جو ابن حجر نے صواعق میں لکھی ہیں ثابت ہوتی ہیں۔ پس صدیقیت ابوبکر کا قائل ہونا اجتماع متضادین کا فی محل واحد جائز رکھنا ہے اور بنظر لعانیت ابوبکر ائمہ شیعوں نے بھی تبا سی انکی لعانیت اختیار کی ہو تو کیا قباحت ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ شیخ عبدالحق دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا نے حق میں جناب امیر کے فرمایا انہ الصدیق الاکبر۔ یعنے بہ تحقیق کہ وہی حضرت ہیں صدیق اکبر اور خود مخاطب اور انکے ابد او فاسدہ نے قبول کیا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے بر سر منبر فرمایا کہ انا الصدیق الاکبر و انا فاروق الاعظم اسلمت قبل ان اسلم ابوبکر و اسلمت قبل ان اسلم

ابوبکر اور بھی فرمایا۔ انا الصدیق الاکبر لا یقول بعدی الا کذاب۔ یعنی میں ہوں صدیق کہ اسلام و ایمان
میرا قبل از ابوبکر ہے اور طریق حافظ ابو نعیم میں ہے کہ سب سے سات برس پیشتر میں نے نماز پڑھی ہے
اور جو شخص سوائے میرے دعوئے صدیقیت کرے وہ انتہیٰ کا کاذب ہے۔ تقدیم مسند الیہ دلالت اوپر
مختص کے کرتی ہے جیسا کہ بحث انا قلت علم فصاحت و بلاغت میں ثابت ہے اور جب صدیقیت
مخصوص جناب امیر ہوئی تو صدیقیت ابوبکر باطل ہو گئی۔ پس یہ حدیث جس کا ابن جوزی ناقل ہے۔
بالکل جھوٹی ہو گئی۔ پانچویں بات یہ ہے کہ اس حدیث کا مکذوب اس کے ناصیہ حال سے پیدا اور طرز
مقال سے ہویدا ہے۔ کیونکہ ایک ادنے سوال سائل پر کہ صدیقیت ابوبکر سے سوال کرے۔ امام کا
اچھلنے کودنے لگنا اور قبلہ رخ ہونا کہ بجائے قسم ہے منصب امامت کے کہ اس کو کوہ حلم و وقار
ہونا لازم ہے۔ خلاف ہے اور اچھلنا کودنا مثل مادہ بز کوہی کے پہاڑوں پر روز احد کار حضرت عمر تھا۔
معصومین صاحبان متانت و وقار تھے۔ انکی طرف نسبت ہونا عین افترا اور حدیث موضوع ہے
اور اسی طرح سے امام کا جواب سائل باستنباط مسائل اجتہاداً دنیا دلیل کذب حدیث ہے اسی
لئے کہ اجتہاد معصومین سے ممکن نہیں لان المجتہد یخطی و یصیب۔ اسی سبب سے کسی نے مخالفین
سے بعض معصومین سے پوچھا کہ فلاں مسئلہ میں آپ کی رائے کیا ہے۔ حضرت نے جواب میں فرمایا لیس
عندنا رائے۔ بلکہ ہم جو کچھ کہتے ہیں آبائے طاہرین سے یہی روایت کی ہے پس جواب استنباط اجتہاد
از علیہ السیف ابوبکر خاطی غیر معصوم دنیا دلیل صریح اس کی ہے کہ یہ جواب امام نہیں۔ بلکہ کسی سنی کا
امام پر کذب و اتہام و افترا ہے اور جب یہ حدیث جھوٹی ٹھہری۔ تو فوائد اس کے محض زائد اور لغو
ٹھہرے بلکہ مکائد از قبیل بنائے فاسد علی الفاسد ہوئے۔

(شاہ صاحب) اقول و استعین بالرب الکریم ..... پہلے تو مخاطب اپنی عادت کے موافق
اس حدیث کو بھی اڑا دیتا ہے ... اور ہم خود تمہاری کتابوں سے اس حدیث کا ثبوت اور صحت ثابت
کر دکھلاتے ہیں چنانچہ آپکے مجتہد صاحب کتاب طعن الرماح میں یوں فرماتے ہیں "روایت نعم
الصدیق را اسناد بکتب شیعیان نمودہ از کتاب کشف الغمہ نقل کردہ۔ چوں اتفاق مراجعت بآں
کتاب شدہ مصنف آنکہ مولانا الوزیر علی بن عیسیٰ اربلی است از ابن جوزی کہ از مشاہیر علماء اہلسنت
است روایت مذکور را نقل کردہ" ... ہم حیران ہیں کہ انکی عقل پر ایسا تعصب کا پردہ پڑا ہے کہ ختم
اللہ علی قلوبہم الخ کی طرح نہ کچھ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں ... قاضی نور اللہ شوستری نے تو مخاطب سے بھی
بڑھ کر اس حدیث سے تو بالکل انکار کر دیا ہے۔ کہا کہ اس روایت نعم الصدیق کا کچھ پتہ و نشان کشف

الغمہ میں نہیں ہے۔ بلکہ اس روایت کا کشف الغمہ میں ہونا خلاف قیاس ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں
پیغمبر خدا اور آئمہ اثنا عشر کا حال لکھا ہے نہ کہ ابوبکر کا ... آپکے سب علماء کا اتفاق ہے کہ جو کچھ
روایات وغیرہ کشف الغمہ میں درج ہیں وہ سب صحیح اور مقبول فریقین ہیں۔ چنانچہ آپکے بڑے
محدث معز الدین صاحب بھی صدر کتاب امامت میں لکھتے ہیں "کہ کشف الغمہ از تصنیفات وزیر سعید
اربلی است و آنچہ در کتاب مستطاب مذکور است مقبول طبائع موافق و مخالف است" ... اس
حدیث کی نسبت ان کے علامہ صاحب استقصاء اس طرح لکھتے ہیں "اول آنکہ ازیں کلام
اوستادی نہایت آنچہ مستفاد مے شود ایں است کہ آنچہ در کشف الغمہ مذکور است آنرا اہل حق
ہم قبول مے سازند و برد انکار آں نمے پردازند و ایں امر آخر است و بودن روایات کشف الغمہ
از اجماعیات و اتفاقیات اہل حق و اہل خلاف کہ مخاطب مدعی آں است امر آخر۔ زیرا کہ مفہوم ثانی
آں است کہ اہل حق در روایت ایں روایات شریک اند و از قبول کردن آں روایات ایں معنی مستفاد
نمے شود چہ قبول روایات بایں وجہ ہم متصور است کہ اہل خلاف روایت آں کردہ باشند و اہل حق
قبول آں نمودہ باشند و قبول گاہے بایں معنے است کہ ایں روایت را صحیح میدانیم و آنچہ دلیل
مذکور است آنرا حجت میگیریم و گاہے بایں معنے کہ خصم بآں برما احتجاج نماید۔ دوم آنکہ کلام استادی
محمول بر اصول و مقاصد آں کتاب است یعنے آنچہ دراں کتاب برائے احتجاج و استدلال از اہل
خلاف نقل فرمودہ مقصود بالذات است مقبول اہل حق ہم است نہ اینکہ آنکہ مقصود بالذات نیست
و محض استطراداً و تبعاً نقل شدہ آنہم مقبول است و لیاقت صحت نزد اہل حق دارد حاش و کلا" ...
دیکھو اس نے بھی لاچار ہمارے دعوے کا تو اقرار کیا۔ کہ جو کچھ کشف الغمہ میں ہے اس کو ہم اہل حق
قبول کرتے ہیں۔ لیکن قبولیت کے بعد پھر اپنی عادت کے موافق کہا ... یہ ایسی کچی توجیہ
صاحب استقصاء نے کی ہے کہ جس سے ہمارے مخاطب کو بھی شرم آ گیا۔ اس نے بھی ان کلمات
واہیات کو چھوڑ کر کہا کہ اس حدیث کا ذکر استطراداً ہے ... ارے یہ تقریر آپ کی بالکل غلط ہے
کیونکہ حدیث نعم الصدیق تو صرف انہیں لفظوں سے اصالۃً ثابت ہے کوئی اور لفظ اس کے اول
و آخر نہیں ... جو کہا کہ اس حدیث کا ذکر واسطے حجت پکڑنے مخالفوں کے ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ
ایسا کون لفظ ہے کہ جس سے اہلسنت پر آپ حجت پکڑتے ہیں ... حضرت اگر اس حدیث میں
کوئی لفظ ہم پر حجت کا ہوتا ... تو ضرور مولف کتاب لکھتے کہ یہ قول اہلسنت کا ہے یا اس روایت کا
مضمون اس قدر ہمارے درکار ہے ... اور جو تمہارے صاحب استقصاء نے کہا کہ جو مقصود بالذات

ہے وہ مقبول اہل حق ہے نہ کہ وہ جو مقصود بالذات نہیں۔۔۔ بھلا یہ کونسا جواب ہے۔۔۔ ایسا تو ہر ملحد بے دین کہتا ہے کہ ہم اپنی بات کے سوا جو مقصود بالذات ہے دوسرے کا کہا نہیں مانتا۔۔ اب ہم مخاطب کی اس بات کا بھی جواب دیتے ہیں جو اس نے کہا کہ عروہ بن عبداللہ دوستداران ابوبکر سے تھا۔ **جواب**۔ جب کسی تمہارے علماء بیچارے کی زبان سے کوئی فضائل صحابہ کا کلمہ نکلجاتا ہے۔ تب اس کو آپ اسی طرح اصحاب کبار کا دوستدار کہہ کر جھٹلاتے ہو۔ مگر ایک علماء تو کیا اس تعریف صحابہ کے سبب تو آپ نے خدا کے قرآن کو بھی غلط بنایا اور سب حدیث صحاح ستہ کو بھی جھٹلایا تاکہ تمام کلام آئمہ سے بھی منکر ہو گئے اور جو کہا کہ صحیح مسلم میں حضرت عمر کی زبان سے ابوبکر صدیق کا کاذب غادر خائن ہونا ثابت ہے محض جھوٹ مسلم میں ایسا کوئی بیان نہیں۔۔۔ اس کا بھی الزامی جواب لیجئے۔۔۔ تمہارے فصول وغیرہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا۔ کہ میں برا جانتا ہوں۔ اس کو جو کچھ میرے بھائی حسنؑ نے کیا ساتھ صلح کرنے امیر معاویہ سے اور یعقوب کے فرزندوں نے بھی اپنے بھائی یوسف کو چور وغیرہ بنایا اور اپنے باپ کو صریح بدراہ و گمراہ کہا۔ پس حضرت عمر و صدیق اکبر تو معصوم بھی نہ تھے۔۔۔ اور جو آپ نے کہا کہ ابوبکر نے اپنے بعض غلاموں پر لعنت کی ہے الخ جواب یہ بھی تمہارا محض افترا ہے نہ تو حضرت صدیق نے کسی مسلمان غلام کا نام لے کر لعنت کی نہ کہیں شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ نے یہ اسکی نظیر تحریر فرمائی۔۔۔ بقول تمہارے آئمہ کا بھی لعنت تبرا کرنا آپ کی ہر کتاب میں آفتاب کی طرح روشن ہے کہ جس سبب تو آپ بھی اس لعنت تبرا کو اپنا اصول دین سمجھتے ہو۔ پس جب لعنت کرنے سے صدیق کی صدیقیت چلی گئی تو پھر آئمہ کی معاذاللہ معصومیت بھی کہاں رہی۔۔۔ اور جو کہا کہ اونے سوال سائل پر امام کا اچھلنا کودنا تو عین کذب و افترا ہے۔ ارے امام کے حق میں ایسی بد کلام کرنا تو بے دینوں کا کام ہے۔ ہماری زبان سے تو ایسا کلمہ امام کی شان میں نکل نہیں سکتا۔ ہاں اچھلنے کا یہ معنے کہ آگے امام صاحب کا رخ مبارک دوسری طرف تھا جب سائل لفظ صدیق سے متعجب ہوا۔ تب امام بحالت غصہ پھر کر اس کیطرف مخاطب ہوئے الخ۔ اور جو کہا کہ اس طرح امام کا سائل کو جواب دینا کذب حدیث ہے۔ کیونکہ آئمہ تو ہر مسئلہ میں اپنے جد کی نظیر تحریر کرتے تھے۔ کسی میں اپنی رائے کو دخل نہ دیتے تھے۔ **جواب**۔ کون کہتا ہے بغیر دینے نظیر جد اپنی کے کسی امام نے کوئی مسئلہ بیان نہیں کیا۔ محض جھوٹ۔ دیکھو اس طور کی تو اور بھی بہت حدیثیں ہیں۔ جو اکثر اس ہماری کتاب میں درج ہیں جن میں تو اکثر آئمہ نے کسی نظیر کا نام نہیں لیا۔ صرف شاہ کے موافق مسئلہ بیان کیا۔۔۔ اور جو آپ

نے کہا کہ جناب امیر نے بر سر منبر فرمایا۔ کہ میں ہوں صدیق اکبر۔ پس جب صدیقیت مخصوص جناب امیر ہوئی۔ تو صدیقیت ابوبکر باطل ہوئی۔ **جواب**۔ ارے جناب مرتضےٰ کی صفت و ثنا کا کون منکر ہے۔۔ بھلا اس کا کون ثبوت دیتے ہو کہ ایک علی مرتضےٰ کے سوا اور کوئی دنیا میں صدیق نہیں ہوا اور انکے سوا اور کوئی صادق کہا گیا ہے۔ اگر اس ثبوت کی کوئی آیت یا حدیث نہیں تو ایسا کوئی قاعدہ بار رواج ہی دکھلا دیجئے۔ کہ جو کسی کی شان میں کوئی کلمہ تعریف کا بیان فرمائے تو پھر وہ تعریف کا کلمہ کسی دوسرے شریف کے حق میں کہا نہیں جاتا۔ ہاں اس کی نظیر میں ایک اپنے گھر کی یہ روایت کہ جناب امیر فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص سوائے میرے دعوئے صدیقیت کرے وہ انتہا کا کاذب ہے۔۔۔ ہم پوچھتے ہیں کہ یہ کلمہ جناب امیر نے کس کے لئے تحریر فرمایا آیا جو خلافت امیر کے پیچھے صدیق کہلائے تو جھوٹا ہے یا آپ سے پہلے ہی کوئی صدیق نہیں ہوا۔ اگر پیچھے کہو تو یہ دعوئے آپ کا مبحث سے خارج ہے۔ کیونکہ حضرت صدیق نے تو آپ سے پہلے ہی خلافت کا درجہ پایا اور صدیق کہلایا۔ اگر کہو کہ خلافت جناب امیر کے پہلے کسی اصحاب کا صدیق خطاب نہیں ہوا تو دیکھو مقصود بھی آپ کی کتاب عیون اخبار میں موجود ہے (ابوذر صدیق ھذہ الامۃ) پس جب ابوذر کی نسبت لفظ صدیق کا مذکور و مشہور ہے تو وہ تخصیص مرتضوی باقی نہ رہی۔۔۔ صدیق اکبر کے صدیق ہونے کا ثبوت تو ہم اور بھی مضبوط دیتے ہیں۔۔ چنانچہ اسی کتاب کشف الغمہ میں ایک دوسری حدیث بھی موجود ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی حضرت ابابکر صدیق کو صدیق فرمایا (ولدنی ابوبکر الصدیق المرتین)۔۔۔ تمہارے بڑے عالم کتاب منہج المقال میں فضیل سے یہ روایت کرتے ہیں۔ قال سمعت اباداؤد یقول حدثنی بریدۃ الاسلمی قال سمعت رسول اللہ یقول ان الجنۃ تشتاق الی ثلثۃ فجاء ابوبکر فقیل لہ یا ابابکر انت الصدیق وانت ثانی اثنین اذھما فی الغار فلو سالتؐ رسول اللہ من ھؤلاء الثلثۃ اس روایت سے تو یہ ثابت ہوا کہ پیغمبر کے روبرو بھی سب اصحاب حضرت ابوبکر کو صدیق کہتے تھے۔ اور ثانی اثنین بھی آپ کا خطاب تھا۔۔۔ اور علامہ طبرسی احتجاج طبرسی میں لکھتے ہیں لنا معہ ای مع النبی علے جبل حراء اذ تحرک الجبل فقال لہ قر فانہ لیس علیک الا نبی وصدیق وشہید۔۔ دیکھو بقول علی مرتضےٰ پیغمبر خدا نے بھی اپنی ذات کے لئے نبی۔ ابوبکر کی نسبت صدیق اور جناب امیر کے حق میں شہید فرمایا۔۔۔ ذات الٰہی نے انکے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ والذین جاء بالصدق بہ اولئک ھم المتقون۔ علامہ طبرسی مجمع البیان میں لکھتے ہیں۔ قیل الذی جاء بالصدق رسول اللہ وصدق

ابوبکر عن ابی العالیۃ والکلبی ... بعد پیغمبروں کے صدیق کا مرتبہ تمام امت رسول سے افضل ہے۔
جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبین والصدیقین الخ

جواب شیعہ۔ روایت نعم الصدیق کتاب کشف الغمہ صفحہ ۲۲۰ حال امام باقر علیہ السلام میں بحوالہ کتاب ابن الجوزی سنی نقل کی گئی ہے اور ابتدا میں لکھا ہے۔ وقال الشیخ ابوالفرج عبدالرحمن علی بن محمد بن الجوزی رحمہ اللہ فی کتابہ اور آخیر میں لکھا ہے آخر کلام ابن الجوزی فی ہذا الباب پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ صاحب کشف الغمہ نے یہ روایت ابن جوزی کی کتاب سے نقل کی ہے اور ابن جوزی علماء اہلسنت سے تھا نہ شیعہ سے اور اسی حدیث کو ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے جس کا فارسی ترجمہ براہین قاطعہ ترجمہ صواعق مذکور سے نقل کرتے ہیں صفحہ ۹۷ دار قطنی روایت کرد وایضاً از عروہ بن عبداللہ کہ گفتند کہ سوال کردیم از امام محمد باقرؑ از حلیہ سیف فرمود لاباس بہ الی آخر الحدیث ہیچ باک نیست چرا کہ ابوبکر صدیق سیف خود را حلیہ کردہ بود۔ راوی گوید کہ گفتیم کہ تو صدیق مے گوئی فرمود بلے او صدیق است وہر کس صدیق اورا نگوید خدا تعالیٰ قول او را الصدیق نخواہد کرد در دنیا ونہ در آخرت وہمیں حدیث ابن جوزی در کتاب صفوۃ الصفوہ روایت کردہ زیادہ کردہ اینکہ از جائے خود برجہید وروئے بقبلہ کرد وگفت کہ نعم الصدیق الی آخر الحدیث۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ حدیث سنیوں کی ہے اور کتب اہلسنت میں ہی ہے اور ابن جوزی سے صاحب کشف الغمہ نے نقل کی ہے اگر کہو کہ یہ شیعوں کی حدیث ہے تو کتب احادیث شیعہ سے اس کا پتہ بتلاؤ۔ اور چونکہ ابن جوزی نے امام محمد باقرؑ کا حال اپنی کتاب میں لکھا ہے اس لئے صاحب کشف الغمہ نے حضرت امام کے حال میں جو کچھ ابن جوزی نے لکھا تھا اس کو نقل کر دیا۔ جیسے کہ اور کتابوں سے حضرت امام کے حالات لکھے ہیں۔ اگر صاحب کشف الغمہ اس حدیث نعم الصدیق کو صحیح جانتے تو وہ ضرور حضرت ابابکر کو صدیق مانتے لیکن ایسا نہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱۴۴ میں ذکر کیفیت فدک میں اس حدیث کے بعد کہ حضرت ابوبکر نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے ہبہ فدک کے متعلق گواہ طلب کئے اور حضرت نے جناب امیر اور ام ایمن کو پیش کیا۔ تو ابوبکر صاحب نے کہا کہ ایک مرد یا ایک عورت اور گواہ لاؤ۔ لکھتے ہیں ہذہ الحدیث عجیب فان فاطمہ علیہا السلام ان کانت مطالبتہ بمیراث فلا حاجۃ بہا الی الشہود فان المستحق للترکۃ لا یفتقر الی الشاہد الا اذا لم یعرف صحۃ نسبہ واعتزاؤہ الی الدافع وما اظنہم شکوا فی نسبہا علیہا السلام وکونہا ابنۃ النبیؐ وان کانت تطلب فدکا وتدعی ان اباہا نحلہا ایاہا احتاجت الی اقامۃ البینہ ولم یبق لما رواہ ابوبکر من قولہ نحن

معاشر الانبیاء لا نورث معنی وہذا واضح جدا فتدبرہ یعنی یہ حدیث عجیب ہے کیونکہ اگر فاطمہؑ کا مطالبہ میراث کا تھا۔ تو گواہوں کی کیا حاجت تھی۔ کیونکہ مستحق ترکہ شواہد کا محتاج نہیں ہوتا۔ مگر جب کہ اس کی صحت نسب معلوم نہ ہو اور میں نہیں گمان کرتا۔ کہ انہوں نے زہراؑ کے بنت النبی ہونے میں شک کیا ہو اور اگر فدک کا دعوے اس بنا پر تھا کہ حضرت نبیؐ نے انہیں ہبہ کیا تھا تو احتیاج بینہ تھی اور پھر نہیں باقی رہتے۔ اس روایت کے کچھ معنے جس کو ابوبکر نے روایت کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہم گروہ انبیا کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ یہ واضح ہے اس پر تدبر کرو اور صفحہ ۱۴۲ میں عبداللہ بن عمر کے بارے میں لکھتے ہیں ولکن عبداللہ برئ الفظاظۃ الخ۔ یعنے عبداللہ بن عمر نے وراثت میں پائی تھی فظاظت قلب۔ اور انکے مورث کے بارے میں فظ وغلیظ القلب مشہور ہی ہے چنانچہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۹ ذکر استخلاف ابوبکر بعمر میں ہے ودخل علیہ بعض الصحابہ فقال لہ رای لابی بکر قائل منہم ما انت قائل لربک اذا سئلک عن استخلافک عمر وقد تری غلظتہ۔ ھکذا فی الترمذی المستدرک وتاریخ الخمیس وریاض النضرہ وکنز العمال اور صواعق صفحہ ۹۹ میں ہے۔ زیرا کہ عمر شدت وغلظت بایشان میکرد۔ ان دونوں باتوں سے ثابت ہوا کہ یہ دونوں کو اچھا نہ جانتے تھے۔

اب مصنف کا اپنا بیان اپنی کتاب کے بارے میں سن لیجئے۔ دیباچہ کتاب صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں واعتمدت فی الغالب النقل من کتب الجمہور لیکون ادعی الی تلقیہ بالقبول ووفق رای الجمیع متی اذا رجعوا الی الاصول ولان الحجۃ متی قام الخصم بتشییدھا والفضیلۃ متی نہض المخالف باثباتہا ونقلہا کانت اقوی یدا واحسن ایرادا والتزم بتصدیقہا وان ارمضتہ وحکم بتحقیقہا وان امرضتہ الی ان قال ونقلت من کتب اصحابنا مالم یتعرض الجمہور لذکرہ الخ۔ یعنی میں نے اعتماد کیا اکثر میں اوپر نقل کرنے کتب جمہور سے تاکہ وہ جلدی قبول کیا جائے کیونکہ جس فضیلت کا دشمن اقرار کرے وہ زبردست ہے از روئے قوت کے اور بہت خوب ہے از روئے مراد کے۔ اور اپنے اصحاب کی کتابوں سے صرف وہ امور نقل کیے ہیں جن پر جمہور متعرض نہیں ہوئے۔ اس عبارت سے چند فوائد حاصل ہوئے۔ ا۔ مصنف نے حالات چہاردہ معصومین زیادہ تر کتب سنیہ سے نقل کئے ہیں اور ان سے انکی غرض یہ ہے کہ مخالفین کو قبول کرنے میں عذر نہ ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کتاب سنیوں کے اعتقادات کی روسے سنیوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ تاکہ وہ فضیلت آئمہ کے مقر ہوں اور اس لئے اس کی کسی عبارت سے جو کتب

سنیہ سے نقل کی گئی ہے۔ شیعوں پر کوئی ایراد و اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اب رہا فاضل اردستانی کا قول کشف الغمہ کے بارے ہیں۔ کہ آنچہ دراں کتاب مستطاب مذکور است مقبول طبائع موافق و مخالف است۔ یہ بھی واضح ہے اور اس سے بھی اہل حق پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ چونکہ کتاب کشف الغمہ میں موافق و مخالف کی روایات لکھی ہیں۔ اس لئے فاضل اردستانی نے فرمایا۔ کہ جو اس کتاب میں ہے وہ مقبول موافق و مخالف ہے۔ مخالف کے مقبول اس لئے ہے کہ اغلب منقولات انہی کی کتابوں سے ہے اور جو روایات شیعہ ہیں وہ بھی انکے موافق ہیں اور مقبول طبائع موافق اس لئے کہ ان کی کتابوں سے بھی روایات نقل کی گئی ہیں۔ پس جو انکے مذہب کی ہیں۔ وہ انکے مقبول طبائع ہیں۔ لیکن حضرت ابوبکر کا نعم الصدیق ہونا کسی شیعہ کی طبیعت کے مقبول نہیں۔ پس ایسی باتوں کے بارے میں فاضل اردستانی کیسے لکھ سکتے کہ مقبول طبائع موافق اند۔ تدبر۔

اب ہم اہلسنت کے طریق پر بھی اس حدیث کو دیکھتے ہیں۔ مسند احمد حنبل میں عمر بن عبادہ سے اور اس نے عبداللہ سے روایت کی ہے۔ قال سمعت علی بن ابی طالب یقول انا عبد اللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کاذب مفتر ولقد صلیت قبل الناس بسبع سنین (کشف الغمہ ص۲۶) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا میں بندۂ خدا اور برادر مصطفٰے اور صدیق اکبر ہوں نہیں کہیگا میرے بعد یہ قول کوئی مگر جھوٹا مفتری میں نے نماز پڑھی لوگوں سے سات سال پہلے۔ اور مسند میں ابی لیلی سے ہے۔ قال قال رسول اللہ الصدیقون ثلاثۃ حبیب النجار مومن آل یاسین الذی قال یا قوم اتبعوا المرسلین وخرقیل مومن آل فرعون الذی قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وعلی ابن ابی طالب وھو افضلھم۔ یعنی صدیق تین ہیں۔ حبیب النجار اور وہ مومن آل یٰسین ہے۔ جس نے کہا اے قوم اتباع کرو مرسلوں کا اور خرقیل مومن آل فرعون۔ جس نے کہا آیا تم قتل کرتے ہو اس آدمی کو جس نے کہا میرا رب اللہ ہے اور علی ابن ابیطالب جو سب سے افضل ہے۔ یہ حدیث بالفاظ مختلفہ براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ ص۲۱۳ حدیث ۳۰ و ۳۱ میں ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت کے سوا جو شخص صدیق اکبر کہلائے وہ کاذب ہے اور حضرت اول صدیق اکبر کہلائے پس حدیث مسلم فرہیتماہ کاذبا غادرا کے مصداق ہوئے اور تمام عالم میں بفرمان رسول تین صدیق ہیں۔ اگر یہ بھی ہوتا تو اس کا نام بھی ہوتا۔ اب رہا حضرت ابوذر کا صدیق ہونا۔ اگر روایت عیون صحیح مانا جائے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ صدیق فی امامت علیؑ حضرت ابوذر ہیں۔

مخاطب صاحب نے بڑے زور سے دعوےٰ کیا کہ وہ حدیث متنازعہ فیہا کی صحت کو ثابت کرتے ہیں اور ثبوت میں کتاب طعن الرماح کو پیش کیا۔ جس کی عبارت درج کی گئی ہے۔ اس عبارت میں ایسا کوئی لفظ بھی نہیں۔ جس سے صحت حدیث کا وہم و گمان بھی ہو سکے چہ جائیکہ یقین ہو۔ اور لطف یہ ہے کہ اس کے بعد اس حدیث کا موضوع ہونا صاحب طعن الرماح اعلی اللہ مقامہ نے ثابت کیا ہے اور ہمارے مخاطب اس سے صحت حدیث ثابت کرتے ہیں واہ! پھر لکھتے ہیں کہ آپ کے سب علما کا اتفاق ہے کہ جو کچھ کشف الغمہ میں ہے وہ صحیح ہے۔ بجواب عرض کرتا ہوں کہ یہ تو آپ کا تکیہ کلام ہے کہ سب علماء نے لکھا ہے لیکن اس قول کو آپ کسی طرح ثابت نہیں کر سکتے۔ جن جن احادیث کے بارے میں آپ نے یہ دعوےٰ کیا ہے۔ ان میں سے صرف ایک کی نسبت ہی یہ ثابت کر دیں تو ہم بھی آپ کے تبحر کے قائل ہو جائیں اور ایک ایک حدیث کی صحت کے ثبوت کے لئے ایک ایک روپیہ نذرانہ بھی ہم سے وصول کریں اور اردستانی کے قول کا مطلب ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اس مطلب کی شاہد حال خود انکی کتاب امامت ہے اگر اردستانی و اہل حق کے نزدیک روایت نعم الصدیق و امثالہا مندرجہ کشف الغمہ مقبول ہوتیں۔ تو وہ صدیق ڈار صاحب کو خلیفہ برحق جانتے۔ صاحب استقصاء کا مطلب بھی واضح ہے۔ لیکن آپ کا تبحر علمی اس کے فہم سے کوسوں بعید ہے۔ مؤلف کشف الغمہ کا قول اپنی کتاب کے بارے میں مذکور ہو چکا اور اس حدیث کے بارے میں انہوں نے لکھا ہے۔ قال ابن جوزی (ابن جوزی نے اس کو روایت کیا) اور ابن جوزی سنی تھا تو آپ ہی کے اقرار سے "کہ ضرور مولف کتاب لکھتے کہ یہ قول اہلسنت کا ہے"۔ ثابت ہوا اس حدیث کا تبعاً ذکر ہونا اور اقوال سنیوں سے اس کا ہونا اور شیعوں پر اس کا حجت نہ ہونا۔ عروہ بن عبداللہ کے دوستان ابوبکر کے ہونے پر کچھ زبان ہلائی ہے لیکن جواب سے جواب ہے۔ اس مقام پر صاحب رمی الجمرات کا قول مسکت خصم ہے۔ فرماتے ہیں کہ تعریف صحابہ کے باعث تم نے قرآن کو اور صحاح ستہ کو جھٹلایا۔ کیوں نہ ہو اپنے الزام دوسروں پر۔ قرآن کو وہ جھٹلائیں۔ جنہوں نے اس کو جلایا۔ جنہوں نے اس پر تیر چلائے۔ جنہوں نے اسکا پیشاب سے لکھنا جائز رکھا جنہوں نے اس کا درجہ کتب احادیث سے گرایا۔ چنانچہ فتاوی قاضی خاں و سراجیہ و عالمگیریہ میں ہے والذی رعف فلا یرقی دمہ فارادان یکتب بدمہ علی جبہتہ شیئاً من القرآن قال ابوبکر الاسکاف یجوز قیل لہ لو کتب بالبول قال لو کان فیہ شفاء لاباس بہ قیل لو کتب علی جلد میتۃ قال ان کان شفاء جاز

خلاصہ یہ ہے کہ اگر خون رعاف بند نہ ہو تو شفا کے لئے اس سے پیشانی پر قرآن لکھنا جائز ہے ایسا
ہی شفا کے لئے پیشاب سے قرآن لکھنا اور مردار کی کھال پر لکھنا بھی جائز ہے یہ ہے آپ کے
مذہب میں قرآن کی عزت و حرمت۔ اور کتاب حصول المامول صفحہ ۶۳ میں قول اوزاعی و ابن کثیر یہ
عبارت مسطور ہے۔ قال الاوزاعی الکتاب احوج الی السنۃ من السنۃ الی الکتاب وقال
یحییٰ بن کثیر السنۃ قاضیۃ علی الکتاب۔ محصل ترجمہ یہ ہے کہ کتاب اللہ زیادہ تر محتاج ہے سنّت
بہ نسبت اس کے کہ سنّت کتاب اللہ کی محتاج ہو اور یحییٰ نے کہا کہ سنت حکم جاری کرنیوالی ہے۔ کتاب
اللہ پر۔ پس جنکا قرآن کی نسبت ایسا اعتقاد ہو وہی اس کو جھٹلائیں گے اور ہم تو انی تارک فیکم
الثقلین کے مطابق ایک ہاتھ سے قرآن کو پکڑے ہیں اور دوسرے سے دامن اہلبیت کو صحاح ستہ
کو ہم البتہ جھٹلاتے ہیں۔ کیونکہ انکے لکھنے والوں نے خیانت سے کام لیا ہے اگر اس مضمون کو مفصل
دیکھنا چاہیں تو تنقید بخاری و استقصاء الافہام کو ملاحظہ کریں اور ایک بات ہماری بھی سن لیں۔ آپ
نے حدیثوں کی چھ کتابیں پیش کی ہیں۔ جن کی تمام احادیث لاکھ دو لاکھ سے کیا کم ہونگی۔ حالانکہ آپ
کی عائشہ صاحبہ فرماتی ہیں وروی ان عائشہ قالت لابن اختہا الا تعجب من کثرۃ روایتہ
ہذا الرجل ورسول اللہ حدث باحادیث لو عدہا عاد لاحصاہا۔ (کتاب الاصول شمس الائمہ سرخسی)
حضرت عائشہ نے کہا کہ تو ابوہریرہ کی کثرت روایت سے تعجب نہیں کرتا۔ حالانکہ حضرت نے اتنی حدیثیں فرمائیں
جو انگلیوں پر گنی جائیں۔ پس یہ بقیہ حدیثیں مفتریات ابوہریرہ وغیرہ ہیں اور اس لئے اہل حق انکو جھٹلاتے ہیں
حدیث کاذب۔ غادر خائن آثم کے درج مسلم ہونے سے انکار کرتا ہے۔ جو مخا اس کی وسعت
معلومات پر دال ہے۔ مسلم ہر جگہ موجود ہے۔ باب الجہاد میں ہر شخص ملاحظہ کر سکتا ہے۔ انکار کے بعد پھر
الزامی جواب دیتے ہیں۔ لیکن اگر آپ کو اس حدیث کے مسلم میں نہ ہونیکا یقین تھا تو جواب الزامی کی
کیا ضرورت تھی۔ پھر فرماتے ہیں کہ اگر کہا ہوگا۔ تو تقاضائے بشریت سے ہے اور ایسا ہی بھی کرتے
رہے ہیں۔ ہاں صاحب تقاضائے بشریت اس میں کیا۔ کھلم کھلا فرما رہے ہیں اور کسی نبی نے دوسرے
نبی کو کاذب غادر نہیں کہا اور نہ نبی میں ایسا تقاضائے بشریت ہوتا ہے۔ فصول کا حوالہ بھی فضول ہے
اس نام کی کتاب ہمارے مذہب کی نہیں۔ اگر فصول المہمہ مراد ہے تو وہ ابن صباغ مالکی کی ہے جو سنی
تھا اور برادران یوسف کے ذکر سے بھی آپ کو کیا فائدہ۔ انکو نہ کوئی نبی مانتا ہے نہ امام۔ اگر انہوں نے
یوسف کو ستایا تو اس میں وہ عاصی تھے۔ لیکن یوسف نے خود لا تثریب کہہ کر انکا گناہ بخشدیا کیونکہ

انہوں نے توبہ کی۔ اور یوسف کو انکے بھائیوں نے چور نہیں کہا بلکہ کہنے والے نے یوسف کے بھائیوں
کو چور کہا۔ کما قال اللہ ثم اذن مؤذن ایتہا العیر انکم لسارقون پ ۱۳ ر ۳ (پھر پکارا پکارنے والے نے اے
قافلے والو تم مقرر چور ہو) اور ان بھائیوں نے حضرت یعقوب کو گمراہ نہیں کہا ہاں شاید آپ آیہ قالوا تاللہ
انک لفی ضلالک القدیم پ ۱۳ ۱۵ یا ان ابانا لفی ضلال مبین سے یہ مطلب نکالتے ہونگے۔ جیسے آپکے
ویانندی بھائیوں نے یضل من یشاء سے خدا کا گمراہ کرنے والا مراد لے کر اسلام پر اعتراض کیا ہے۔ یا
آپکے امام سدی نے ووجدک ضالا فہدی میں ضالاً سے رسول اللہ کو قبل نبوت گمراہ و بت پرست
مراد لیا ہے حضور ضلل ضلال کے معنے صراح صفحہ ۴۳۴ میں دیکھئے یہ لکھے ہیں مغلوب شدن یقال ضل الماء
فی اللبن ای غلب بحیث لا یظہر اثرہ فی اللبن ومنہ قولہ تعالیٰ حکایۃ عن اخوۃ یوسف ان ابانا لفی
ضلال مبین ای مغلوب فی محبتہما یعنی فی محبۃ یوسف واخیہ یعنے اس کے معنے مغلوب ہونا ہے
کہا جاتا ہے مغلوب ہوا پانی دودھ میں یعنے ایسا ہوا کہ اس کا اثر بھی دودھ میں نہ رہا۔ اسی طرح حکایت خدا
برادران یوسف سے کہ ہمارا باپ ظاہر ضلال میں ہے۔ یعنے مغلوب ہے یوسف اور اس کے بھائی کی
محبت میں۔

ابوبکر کے لعنت کرنے سے بھی انکاری ہیں۔ لیکن مخالف تو آپ کی کتاب کا حوالہ دیتا ہے۔ ہم اسکی
مزید تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے قال قال رسول اللہ لا ینبغی
للصدیق ان یکون لعاناً نہیں چاہیئے صدیق کو کہ لعان یعنے بہت لعنت کرنیوالا ہو جس سے معلوم
ہوا کہ ابوبکر لعان تھے نہ صرف لعان بلکہ سباب بھی۔ چنانچہ حافظ سیوطی نے بسند ابن عساکر کے
معتدام سے نقل کیا ہے استتب عقیل بن ابی طالب وابوبکر قال وکان ابوبکر سباباً غیر انہ تحرج
من قرابتہ من رسول اللہ فاعرض عنہ وشکی الی النبی الخ اس سے بھی ابوبکر کا بہت گالیاں دینے والا ثابت
ہوا۔ گالی خلاف تہذیب و عقل ہے۔ اس لئے خدا لا تسبوا الذین کفروا فرماتا ہے لیکن لعنت کا خود فاعل
ہے یلعنہم اللہ۔ اور حدیث مسلم کے مطابق لعان صدیق نہیں ہو سکتا۔ لیکن ابوبکر نہ صرف لعان تھے بلکہ
سباب بھی۔ پس صدیقیت کا جامہ انکے بدن کے مناسب نہیں۔ اور ویسے تو محمد صدیق ہر ایرے
غیرے کا نام ہے اسی طرح سے ابوبکر صدیق کو بھی علم قرار دیدو۔ ہمارے ہاں صدیقیت کی اور علامت
ہے اور آپ کے ہاں اور جو ہم نے بیان کر دی آپ اپنی حدیث کے مطابق یار غار کی صدیقیت
ثابت کریں۔ ہمارے ائمہ لاعن تھے نہ لعان۔ اور یلعنہم اللّٰعنون کے سردار اور باقرار

خود جناب معصوم۔ پس انکا ہر فعل حجت اور بغیر چون و چرا قابل تسلیم ہے اسلئے ہم لغایت ابوبکر ہیں اس کی
بھی تاسی کرتے ہیں اور ائمہ معصومین کی بھی۔ اور تبرا تو اصول اسلام سے ہے آپ جو کلمہ پڑھتے ہیں۔
اس میں پہلے تبرا ہے لا الٰہ الا اللہ جھوٹے معبودوں سے تبرا۔ نماز میں سورہ فاتحہ میں تبرا غیر المغضوب
علیھم اور آپکے جد ماجد ابراہیم خلیل تبرا باز پڑھو آیت فلما تبین لہ انہ عدو اللہ تبرء منہ اس کے
ساتھ فاتبع ملۃ ابراھیم حنیفا۔ پڑھئے تو ثابت ہو کہ ملت ابراہیمی پر ہم راہ رو ہیں یا آپ۔ پھر شاہ جی
لکھتے ہیں کہ تم نے معصوم کے حق میں اچھلنا کودنا لکھا ہے یہ بے دینوں کا کام ہے اور انکے منہ سے
یہ کلمہ نہیں نکلسکتا حضور ہم نے تو نہیں کہا آپ کی گھڑی ہوئی روایت نے یہ فعل امام کی طرف منسوب
کیا اور ہم اس کا فارسی ترجمہ جو آپکے بڑے عالم کمال الدین بن فخر الدین جہرمی نے کیا ہے پیشتر
نقل کر چکے ہیں۔ برجہید کے لفظ پر غور کریں۔ اور جس نے ایسا کلمہ امام معصوم کی طرف منسوب کیا۔ انکو
بے دین کہیں۔ اور آپکے لئے تو یہی سزاوار ہے کہ ایسا کلمہ آپکے منہ سے نہ نکلے کیونکہ آخر آپ سید
کہلاتے ہیں لیکن گستاخی معاف ثلاثہ کی محبت نے ایسے کلمے آپ کی زبان سے بھی نکلوا ہی دیئے
چنانچہ آپ صفحہ ۳۰۹ میں لکھتے ہیں جناب امیر طمع خلافت کے واسطے اتنے حیلے بناتے تھے کہ اپنے
شرم بطول (واہ قطبیت۔ اپنی جدہ ماجدہ کے لقب سے واقفیت نہیں۔ یہ دراصل بتول ہے) بنت
رسول کو بازاروں میں پھراتے"۔ اور صفحہ ۱۹۵ میں امام معصوم کی نسبت آپ لکھتے ہیں "کیونکہ نہ تو کسی نے
کہیں امام کو حضرت عمار کی طرح ایذا پہنچایا۔ نہ کہیں کو گرفتار کر کے جبراً جھوٹ بکوایا" آپ نے امام کی
نسبت لکھا ہے کہ اس سے کسی نے جھوٹ نہیں بکوایا۔ تو بقول آپکے امام کے حق میں بکوانے جیسی
بدکلامی کرنا تو بے دینوں کا کام ہے اور امام کے استنباط کرنے کے باب میں لا یعنی لفظ لکھ کر اخیر میں
خود حق بات منہ سے نکال دیتے ہیں "کہ اکثر ائمہ نے کسی نظیر کا نام نہیں لیا۔ صرف شرع کے موافق
مسئلہ بیان کیا"۔ یہی تو ہم بھی کہتے ہیں پھر امام نے اس مقام پر حضرت ابوبکر صاحب کی کیوں نظیر
دی۔ درانحالیکہ وہ باقرار جناب غیر معصوم تھا اور امام معصوم۔ اور آپکے ائمہ عظام کے نزدیک تقلید
صحابی درست بھی نہیں چنانچہ نور الانوار میں مذہب آپکے امام شافعی اور کرخی کا بدیں عبارت مذکور ہے
قال الشافعی لا یقلد احد منھم سواء کان مدرکا بالقیاس او لا لان الصحابۃ کان یخالف بعضھم
بعضا ولیس احدھم اولی من الآخر وقال الکرخی لا یجب تقلیدہ الا فیما لا یدرک القیاس خلاصہ یہ
ہے کہ نہ تقلید کیجائے صحابہ میں سے کسی کی۔ کیونکہ ان میں سے بعض بعض سے اختلاف کرتے تھے پس

جب کہ تقلید صحابی درست نہیں تو امام نے کیوں فعل ابوبکر بیان کیا۔ وہ رسول اللہ کی نظیر دیتے یا مطابق
شرع کے مسئلہ بیان کرتے اور تخصیص صدیقیت بہ جناب امیر میں جو آپ نے لکھا ہے وہ بھی قابل
مضحکہ صبیان ہے انا الصدیق الاکبر کہنے سے جناب امیر کا مخصوص بہ صدیقیت ہونا ثابت ہوا اور
صدیق وہ ہے جو پہلے تصدیق کرے۔ چنانچہ ترجمہ صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۳ میں بحث صدیق میں ہے۔ وہ انکہ
ارسال تمام نمے شد مگر بچہار رکن ارسال و مرسل و رسالت و مرسل الیہ و غرض از ارسال آن است کہ
مرسل الیہ قبول و تصدیق کند۔ پس اول کسیکہ تصدیق کرد ارسال باو تمام شود۔ اور اول تصدیق کرنے
والے بالاتفاق حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ صراح اللغت صفحہ ۳۰۵ میں لغت صدق میں لکھا ہے صدیق
بالکسر والتشدید الذی ھو دائم الصدق ویکون الذی یصدق قولہ بالعمل یعنے صدیق وہ ہے
جو ہمیشہ سچ بولنے والا ہو اور وہ جسکا قول اس کے عمل سے تصدیق پائے۔ پس اگر صدیق بہ معنے اول
تصدیق کرنے والا لیا جائے تو یہ رتبہ حضرت علی علیہ السلام کو حاصل ہے۔ جنہوں نے سب سے پہلے
تصدیق نبوت ختمی مرتبت کی اور ابن حجر کا صواعق صفحہ ۱۲۴ میں یہ لکھنا کہ علیؑ در وقت بعثت صغیر بود و
معلوم است کہ اقدام ولد صغیر کہ در خانہ بودہ باشد بر تصدیق فائدہ و زیادتی قوت و شوکت در اسلام
نمیدہد تعصب مذہبی پر مبنی ہے۔ بہرحال یہ تو مسلمہ فریقین ہے کہ اقدم و اسبق اسلام آپ تھے اگر
آپ کا اسلام اس وقت مقبول نہیں تھا تو حضرت رسول خدا صاف فرما دیتے کہ علیؑ کا صغر سنی میں ایمان
لانا ایسا تھا اور حضرت علیؑ بھی اس سبقت پر فخر نہ کیا کرتے۔ برخلاف اس کے رسول اللہ بھی اس سبقت
کی تعریف کرتے ہیں چنانچہ ترجمۂ صواعق صفحہ ۲۱۲ حدیث ۲۹ میں روایت دیلمی از عائشہ و ابن مردویہ از
ابن عباس اور ینابیع المودۃ صفحہ ۵ بروایت ابن مغازلی از مجاہد از ابن عباس ہے کہ حضرت رسول نے
فرمایا السباق ثلاثۃ فالسابق الی موسیٰ یوشع بن نون والسابق الی عیسےٰ صاحب آل یٰسین
والسابق الی محمدؐ علیؑ بن ابی طالبؑ۔ یعنے سبقت گیرندگان سہ اند یکے یوشع بن نون کہ پیشتر
از ہمہ کس بجانب موسےٰ سابق شد دوم صاحب آل یاسین یعنے حبیب نجار کہ بجانب رسول عیسےٰ سابق
شد سوم علی بن ابیطالب کہ بجانب محمد مصطفےٰ سبقت نمود بایمان و تصدیق۔ اگر ایمان و سبقت علیؑ ایسا
ویسا ہوتا تو حضرت پہلے سباق کے ساتھ انکا ذکر نہ کرتے اور دوسری حدیث میں تو ان سب سے افضل
علیؑ کو کہا ہے اگر انکی سبقت مقبول و منظور نہ ہوتی۔ تو منظور شدہ سابقوں اور صدیقوں سے آپ انکو
افضل کیوں کہتے اور صفحہ ۲۳ کتاب مذکور میں حضرت علیؑ کے چند اشعار ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے

سبقتکم الی الاسلام طرا غلاما ما بلغت اوان حلمی

باوجود کثرت فضائل سبقت اسلام برتمام دارم واسلام من قبل ازاوان بلوغ بود کہ ہنوز طفل معصوم بودم۔ وہرگز بمنزلت عبادت اوثان مبتلا نگشتم۔ اگر یہ سبقت منظور نہ ہوتی تو حضرت علی جیسے ازہد الناس اس پر فخر نہ کرتے پس ثابت ہؤا کہ اول مصدق آپ ہیں اور اسی لئے آپ ہی صدیق کہلانے کے مستحق اور دائم الصدق بھی علیؑ مع الحق والحق مع علی وآیہ کونوا مع الصادقین سے ہویدا ہے۔ ابوبکر کی نسبت اس امر کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ چالیس سال تک کافر تھے۔ پس بہر دو معنے علیؑ ہی مخصوص ہوئے ساتھ اس لقب کے اور اس تخصیص کو آپ نے خود بھی ظاہر کیا۔ چنانچہ ینابیع المودۃ صفحہ ۴۹ باب ۱۲ میں ابن ماجہ قزوینی واحمد حنبل وحافظ ابونعیم وثعلبی وحموینی کی روایات سے لکھا ہے۔ قال علی انا عبد اللہ واخو رسول اللہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کذاب ولقد صلیت قبل الناس سبع سنین اور صفحہ ۵ میں باسناد ثعلبی از عبادہ بن عبداللہ ہے قال سمعت علیا یقول انا عبد اللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کذاب مفتر صلیت قبل الناس سبع سنین اور صفحہ ۱۱ میں بسند حموینی از ابی رافع از ابی ذر ہے کہ رسول اللہ نے انکی شان میں فرمایا۔ انت الصدیق الاکبر۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا میں ہوں عبد خدا و برادر مصطفےٰ اور میں ہوں صدیق اکبر نہیں کہے گا یہ قول کوئی بعد میرے مگر کذاب مفتری۔ میں نے نماز پڑھی سات سال لوگوں سے پہلے۔ آخری جملہ علت و دلیل ہے آپ ہی کے صدیق ہونے کے۔ پس بعدی کا مطلب ظاہر ہی ہؤا۔ اور اسی لئے رسول اللہ نے بھی فرمایا کہ اے علی تو ہی ہے صدیق اکبر۔ اب فرمایئے یہ ہمارے گھر کی روائتیں ہیں یا آپکے گھر کی ہا اور ان احادیث کی رو سے اگر حضرت ابوبکر صدیق کہلائے تو کس لقب کے سزاوار ہوئے۔ ہم تو بپاس خاطر حضرات اہلسنت یہی کہیں گے کہ جناب ابوبکر نے خود صدیق اکبر ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ یہ انکے مریدوں کی کارروائی ہے۔ پیراں نمے پرند و مریداں ہمے پرانند۔ آپ فرماتے ہیں کہ کوئی رواج دکھلایئے جس میں کلمہ تعریف جو ایک کی شان میں کہا گیا ہو دوسرے کی شان میں نہیں کہہ سکتے حضور شاہ صاحب یہ واہ خدا ہے صفی اللہ۔ نجی اللہ۔ کلیم اللہ۔ حبیب اللہ وخلیل اللہ بھی تو تعریفی کلمات ہیں۔ پھر شریف مسلمان کو آپ یہ کلمات کیوں نہیں کہتے اور دنیاوی طور پر لیں۔ تو خانصاحب وخان بہادر گورنمنٹ کے خطابات ہیں۔ یا بی اے۔ ایم اے تعلیم کی ڈگریاں ہیں یا ڈپٹی کمشنر۔ گورنر۔ عہدے ہیں۔ ان میں سے آپ ایک ہی خطاب اپنے مرید کو دے کر دیکھیں

اور اقلاً آپ ہی لفظ سارجنٹ اپنے نام کے ساتھ لگائیں تو دیکھیں کہ دوسرے ہی دن آپکو بڑے گھر کی سیر کرائی جاتی ہے یا نہیں۔ اس کے بعد شاہ جی نے کشف الغمہ سے ایک اور قول نقل کیا ہے لیکن عبارت غلط ہے۔ کیونکہ وکدنی بے معنے ہے۔ جب اصل کیطرف رجوع کیا گیا تو اس کے صفحہ ۲۴۴ میں یہ عبارت منسوب بہ امام صادق پائی ولذالک قال جعفر علیہ السلام ولقد ولدنی ابوبکر مرتین اور آپ نے ابوبکر کے ساتھ صدیق بھی لگالیا۔ لیکن اصل کتاب میں اس مقام پر لفظ صدیق نہیں ہے۔ پھر منہج المقال سے ایک روایت لکھتے ہیں جس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ نے ابوبکر کو صدیق فرمایا۔ اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس سے بریدہ اسلمی کا ابوبکر کو صدیق کہنا معلوم ہوتا ہے اور یہ ہمپر حجت نہیں۔ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت نے فرمایا جنت تین شخصوں کا مشتاق ہے۔ اور صواعق محرقہ صفحہ ۲۱۴ ودیگر کتب میں انکے نام یہ لکھے ہیں الجنۃ تشتاق الی ثلثۃ علی وعمار وسلمان یعنے جنت تین کا مشتاق ہے۔ علی وعمار وسلمان کا۔ اگر ابوبکر صدیق ہوتے تو انکا بھی نام ہوتا۔ احتجاج طبرسی کی عبارت میں ابوبکر کا کہیں نام نہیں اور صدیق وشہید سے وہاں بھی علیؑ ہی مراد ہیں اور مجمع البیان سے جو عبارت نقل کی ہے۔ اس میں کلبی کی جگہ شاہ جی نے کلینی کر دیا ہے۔ تاکہ ناظرین کو دھوکا لگے اور وہ سمجھیں کہ اس روایت کو شیعوں کے محدث محمد بن یعقوب کلینی نے لکھا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ جیسے شاہ جی نے آیت غلط لکھی ویسے ہی تفسیر میں بھی غلط حوالہ دیا۔ بات یہ ہے۔ کہ مفسرین خاصہ وعامہ کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ آیت کے ذیل میں جو جو کسی نے اس کی تفسیر میں موافقین و مخالفین سے لکھا ہوتا ہے اس کو نقل کرکے بعد میں اپنا مذہب لکھتے ہیں۔ ثبوت کے لئے تفسیر رازی دیکھ لو اسی طرح امین الاسلام طبرسی نے آیہ والذی جاء بالصدق وصدق بہ پ ۲۴ کے ذیل میں اقوال مختلف لکھے ہیں۔ پہلا یہ ہے قیل الذی جاء بالصدق رسول اللہ وصدق ابوبکر عن ابی العالیہ والکلبی۔ یعنے ابی العالیہ اور کلبی نے کہا ہے کہ صدق بہ سے ابوبکر مراد ہیں۔ اول تو لفظ قیل سے ہی ظاہر ہؤا کہ یہ ان کا قول نہیں۔ پھر انہوں نے قائلین کا نام بھی لکھا۔ ابوالعالیہ اور کلبی۔ کلبی تو معروف ہے کہ محدثین سنیہ سے ہے۔ ابوالعالیہ کے بارے میں شاہ عبدالحق دہلوی نے تحصیل الکمال میں اور امام یافعی نے مرآۃ الجنان میں جامع فضائل عالیہ لکھا ہے پس معلوم ہؤا کہ یہ ان کا محدث ہے۔ اس کے بعد صاحب مجمع لکھتے ہیں وقیل الذی جاء بالصدق محمد وصدق بہ علی ابن ابیطالبؑ عن مجاھد ورواہ الضحاک عن ابن عباس وھو المروی عن آئمۃ الھدیٰ من آل محمد۔ یعنے مجاہد وضحاک نے کہا ہے۔ کہ صدق بہ میں علیؑ مراد ہے۔ اور یہی ائمہ اہلبیت سے مروی ہے پس یہ مذہب ہے صاحب مجمع کا جو

انہوں نے بیان کیا۔ اور پہلی روایت کو غلط کر دیا۔ باقی باتوں کا جواب دیگر مقامات کتاب ہذا میں ملاحظہ فرمائیے

۶۔ **قول شاہ جی۔** صحیفہ کاملہ میں ہے۔ اللھم صل علی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم خاصۃ الذین احسنوا الصحبۃ والذین ابلوا البلاء واحسنوا النصر الخ امام زین العابدینؑ ہمیشہ یہ دعا فرماتے تھے۔ کہ خداوند رحمت نازل کر اوپر خاص کر اصحاب محمدؐ کے جنہوں نے حق صحبت نہایت خوبی سے ادا کیا الخ۔۔ اس حدیث کو دیکھ کر وہ کون مسلمان ہے۔۔۔ ان اصحاب کی فضیلت میں کچھ شک وشبہ لا سکے۔۔ قال المخاطب العظیم۔ (صاحب رمی الجمرات) اوّلاً پس صحابہ منافقین کہ جن کی شان میں خداوند قہار فی الدرک الاسفل من النار فرماتا ہے اور وہ اصحاب جن کی شان میں ھذا یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ نازل کرتا ہے۔ ہرگز ہرگز عقل کسی عاقل کی باور نہ کرے گی کہ خداوند جبار۔۔۔ جن پر لعنت کرے امام زین العابدین ان پر صلوٰۃ بھیجیں۔ پس صلوٰۃ کا بھیجنا اصحاب اخیار پر ہے نہ اشرار پر اور جب شیعہ آپکے ثلاثہ سے ہر ایک کو ابو الاشرار کہتے ہیں۔ تو پھر کیوں آپ بغیر اثبات انکے اخیار ہونے کے مصداق فقرات صلوٰۃ کرتے ہیں۔ ثانیاً جس طرح سے امام رضاؑ نے اپنے جد علیؑ کے قول میں دعوالی اصحابی میں بدلیل حدیث صحابی صحابی قید لم یغیر ولم یبدل لگائی اسی دلیل سے یہاں بھی لگا دینگے۔ ورنہ ترجیح لازم آئے گی۔ اور بعد اس قید کے اول خارجین میں سے آپکے ثلاثہ ٹھیر جاوینگے۔ اس لئے اول مغیرین ومبدلین ومرتدین ہمارے نزدیک وہی حضرات ہیں ثالثاً مامن عام الا وقد خص کما فی الاصول ولا دلالۃ للعام علی الخاص باحدی الدلالات الثلث کما فی علم المیزان پس عمومات اقوال سے بالخصوص حسن وخوبی ثلثہ کی کہ مابہ النزاع یہی ہے ثابت کرنا کمال جہالت ہے اور برابر غرض اس بات کے ہے کہ امام زین العابدین کا صلوٰۃ بھیجنا اصحاب مطلق پر ہوتا ہے لیکن ان حضرت نے جن پر صلوٰۃ بھیجی ہے انکو مقید کیا ہے بصفات چند بلفظ الذین احسنوا الصحبۃ۔ والذین فعلوا کذا وکذا۔ پس جو لوگ مصداق ان صفات کے نہیں۔ وہ اس صلوٰۃ سے خارج ہیں کل منافقین ومرتدین خصوصاً آپکے ثلاثہ مصداق کسی ایک صفت کے بھی صفات مذکورہ سے نہیں۔ علاوہ بریں امام نے اس مقام پر یہ بھی نہیں فرمایا۔ کہ وہ اصحاب محمد عامہ کہ جس سے صحابہ مطلق نکلتا ہے اور آپ کل صحابہ کہتے ہیں۔ اور جب کوئی قید نہ ہوئے تو مطلق الشئی موضوع مہملہ ہے اور وہ ملازم جزئیہ ہے پس صلوٰۃ اوپر بعض صحابہ کے ہوگی نہ اوپر کل صحابہ کے۔ اب ان بعض میں بھی ہم ثلاثہ کو داخل نہ کرینگے۔۔۔ بلکہ اس مقام پر وہ اصحاب محمد خاصۃ واقع ہے یہ خاصۃ بہ نسبت اتباع الرسل کے ہے جسکا ذکر سابق میں ہے۔ پس ضرور ہے کہ پہلے اپنے ثلاثہ کو اتباع الرسل عامہ میں داخل کر لیجئے۔

پھر انکے خاصۃ میں دخول کی تمنا کیجئے اور اتباع خاصۃ کی صفات میں امام نے ایک تصدیق جنانی بحقائق ایمانی کو بھی بیان فرمایا ہے اور بجز اقرار لسانی کے تصدیق جنانی آپکے ثلاثہ سے دور ہے اور افعال نفاقی انکے جو ہم آپ ہی کی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں۔ وہ سب دلیل ان کی عدم تصدیق جنانی کے ہیں اور جب ایمان ہی نہ ہوا تو حقائق ایمانی کہاں سے آوینگی اور حقیقۃ الایمان خلوص الایمان او محوضۃ الایمان ہے۔ جیساکہ ابن اثیر نے نہایہ میں کہا ہے۔ پس پہلے آپ انکا ایمان ہی ثابت کر چکئے پھر خلوص ومحوضت میں گفتگو ہوگی اور یا لفظ خاصۃ نسبت صلوٰۃ کے ہیں۔ پس ضرور ہوگا کہ جن پر صلوٰۃ خاص ہو۔ پہلے وہ لوگ مصداق صلوٰۃ عام کے بھی ہوں اس لئے کہ وجود خاص کا بدوں عام کے محال ہے اور صلوٰۃ عام پایا جانا موقوف ہے اتباع الرسل ہونے پر اس لئے کہ انہی پر صلوٰۃ عام بھیجی گئی اور ہم نے بیان کیا۔ کہ آپکے ثلاثہ اتباع الرسل سے خارج ہیں بہ سبب عدم تصدیق جنانی بحقائق ایمانی کے یا لفظ خاصۃ بہ نسبت اصحاب کے ہے۔ پس جب امام کے صلوٰۃ مخصوصین صحابہ پر بھیجی تو آپکے ثلاثہ کو اس سے کیا نفع ہوا۔ اس لئے کہ شیعہ کے نزدیک ان کا مقام مخصوص دوسری ہی باتوں کے لئے ہے نہ صلوٰۃ کے لئے۔ بالجملہ آپ کی تحریک الصلوین درباب صلوٰۃ محض لغو بیکار ہے

(شاہ جی) اقول واستعین بالرب الکریم۔ اوّل تو کہا امام نے مومنین پر صلوٰۃ بھیجی ہے۔ نہ منافقین پر۔ جواب۔ کون احمق بیوقوف کہتا ہے کہ امام صاحب منافقوں پر صلوٰۃ بھیجتے تھے۔ نعوذ باللہ منہا۔۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرت کے اصحاب تو سب باثواب تھے جن پر درات امام صاحب یہ صلوٰۃ بھیجتے تھے نہ ان میں کوئی اشرار نہ منکر بدکار۔۔ اور جو آپ نے فرمایا کہ وہ صحابہ جن کی شان میں خدا نے یؤذون اللہ ورسولہ نازل کیا۔ دیکھو یہ تو ان مشرک اشرار کافر بدکار کے حق میں نازل ہوئی جو غیر کو خدا کا شریک بناتے۔ جورو لڑکے کی نسبت دے کر اس کو رنج پہنچاتے اور حضرت کو بھی اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے ایذا پہنچا کر رنجیدہ کرتے تھے اور جو آپ نے اس جگہ بھی قید لم یغیر لم یبدل کا ذکر کیا۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ آپ سے تو کوئی بھی حضرت کا اصحاب لائق عذاب نہ ہو سکا۔۔۔ دوم جو کہا کہ ہم شیعہ اصحاب ثلاثہ کو ہر سے بدتر اور برا سمجھتے ہیں۔۔ ہم ثبوت مانگتے ہیں کہ کس آیت یا حدیث کے ذریعہ آپ ان کو برا سمجھتے ہیں۔ اسی حدیث سے ہم ثلاثہ کا ایمان ثابت کرتے ہیں۔ گو اس حدیث میں سب صحابہ کی تعریف ہے۔ مگر امام تو اس کلام میں بھی خاص کر اصحاب ثلاثہ کا شان بیان فرماتے ہیں۔ اور ان چند صفتوں کا موصوف بھی صرف اصحاب ثلاثہ کو بتاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ وہ

صحابہ جو ہر سے پہلے نبوت پر ایمان لائے۔ اور جنہوں نے حضرت کے پیچھے اپنے وطن کو چھوڑا۔۔۔ اور جنوں نے ہر جہاد میں امداد دی۔ اور جنہوں نے اپنا مال و جان قربان کیا اور جنہوں نے دین کی تلقین کر کے مخلوق کو دعوت اسلام کی اور جنہوں نے محبت خدا کے لئے اپنے باپ اور بیٹوں کو قتل کیا۔ اول ہر کس جانتا ہے کہ سب سے پہلے نبوت پر ایمان ابوبکر و عمر لائے اور اسلام میں سبقت کی۔ ۲۔ ہجرت میں بھی حضرت کے رفیق ابابکر تھے۔ ۳۔ ہر مصیبت و بلا میں بھی یہی حضرت کے ہمراہ در دخواہ تھے ۴۔ ہر جنگ میں بھی حضرت کے ساتھ یہی اصحاب بارکاب تھے اور ہمیشہ اپنا جان و مال کو بھی راہ خدا میں فدا کرتے تھے۔۔۔ اور جن کے حق میں اتقی الذی فرما کر آئتیں نازل کیں۔ ۵۔ دعوت اسلام کرنا۔۔ اس ارشاد سے بھی ثلاثہ مراد ہیں جنہوں نے اسلام کی ایسی دعوت کی۔ کہ ہزارہا مخلوق سے بیعت لی۔ ۶۔ محبت خدا کے پیچھے باپ بیٹوں کو قتل کیا۔۔ یہ کلمہ بھی صدیق و عمر کی شان میں فرمایا کہ جو محبت خدا کے لئے اپنے باپ کے قتل پر مستعد ہوئے اور اپنے بیٹے کو بھی قتل کیا۔۔۔ ان کے سوا اور کون تھے کسی اور کا نام تو لو۔۔۔۔

جواب شیعہ ۔ جواب سے پہلے ہم اصل دعا کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ کیونکہ مخاطب نے اسے غلط لکھا تھا۔ اس لئے ہم نے انکی عبارت میں اسے نقل نہیں کیا۔ صحیفۂ کاملہ ص۲۷ دعائے علیہ السلام فی الصلوۃ علےٰ اتباع الرسل ومصدقیھم دعا حضرت سجاد کی جس میں پیروان رسل اور ان کے تصدیق کنندوں کے لئے دعا کی گئی ہے۔ اللھم واتباع الرسل ومصدقوھم من اھل الارض عند معارضۃ المعاندین لھم بالتکذیب والاشتیاق الی المرسلین بحقائق الایمان فی کل دھر وزمان ارسلت فیہ رسولا واقمت لاھلہ دلیلا من لدن ادم الی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ من ائمۃ الھدےٰ وقادۃ اھل التقیٰ علےٰ جمیعھم السلام فاذکرھم منک بمغفرۃ ورضوان۔ اللھم واصحاب محمد خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ والذین ابلوا البلاء الحسن فی نصرہ وکانفوہ واسرعوا الی وفادتہ وسابقوا الی دعوتہ واستجابوا لہ حیث اسمعھم حجۃ رسالاتہ وفارقوا الازواج والاولاد فی اظھار کلمتہ وقاتلوا الآباء والابناء فی تثبیت نبوتہ وانتصروا بہ ومن کانوا منطوین علےٰ محبتہ یرجون تجارۃ لن تبور فی مودتہ والذین ھجرتھم العشائر اذ تعلقوا بعروتہ وانتفت منھم القرابات اذ سکنوا فی ظل قرابتہ فلا تنس لھم اللھم ما ترکوا لک وفیک وارضھم من رضوانک وبما حاشوا الخلق علیک وکانوا مع رسولک دعاۃ لک الیک واشکرھم علےٰ ھجرھم فیک دیار قومھم وخروجھم من سعۃ المعاش الی ضیقہ ومن کثرت فی اعزاز دینک من مظلومھم اللھم واوصل الی التابعین

لھم باحسان الذین یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان خیر جزائک الذین قصدوا سمتھم وتحروا وجھتھم ومضوا علےٰ شاکلتھم لم یثنھم ریب فی بصیرتھم ولم یختلجھم شک فی قفو آثارھم والائتمام بھدایۃ منارھم مکانفین وموازرین لھم یدینون بدینھم و یھتدون بھدیھم یتفقون علیھم ولا یتھمونھم فیما ادوا الیھم اللھم وصل علےٰ التابعین من یومنا ھذا الی یوم الدین وعلےٰ ازواجھم وعلےٰ ذریاتھم وعلےٰ من اطاعک منھم صلوۃ تعصمھم بھا من معصیتک وتفسح لھم فی ریاض جنتک وتمنعھم بھا من کید الشیطان وتعینھم بھا علےٰ ما استعانوک علیہ من بر وتقیھم الخ۔ ترجمہ۔ خداوندا اسلام ہو ان تمام پیروان رسل اور ان پر جو اہل ارض سے انکی تصدیق کرتے ہیں غیب میں جب کہ دشمن انکو تکذیب سے پیش آتے ہیں۔ اور جب کہ وہ مشتاق ہوتے ہیں مرسلین کے حقائق ایمان سے ہر زمانے میں جس میں تو نے رسول بھیجا اور اہل زمان کے لئے دلیل قائم کی از آدم تا محمدؐ درود ہو اللہ کا اس پر اور اس کی آل پر جو ائمہ ہدایت ہیں اور پیشوا ہیں پرہیزگاروں کے یاد کر بار خدایا انکو بخشش اور خوشنودی سے۔ خدایا ان خاص اصحاب محمدؐ کو جنہوں نے صحبت کو اچھا نبھایا اور جنہوں نے اس کی نصرت میں اچھا جہاد کیا اور اس کی مددگاری کی اور جلدی کی اس کی طرف جانے میں اور سبقت کی۔ اس کی دعوت کی طرف اور قبول کیا۔ اسے جس وقت سنایا اس نے انہیں اپنی رسالات کی صحبت کو اور اس کے کلمہ کے ظاہر کرنے میں جدا ہوئے۔ اپنی عورتوں اور بچوں سے اور اس کی پیغمبری کے محکم کرنے میں انہوں نے اپنے باپوں اور بیٹوں کو مارا اور واد چاہی۔ بہ سبب اس کے اور وہ اصحاب جو دل میں اس کی محبت رکھنے والے تھے امید کرتے تھے۔ ایسی تجارت کی کہ جس کو کساد نہیں اس کی محبت میں۔ وہ جن سے قبیلوں نے دوری کی جب کہ انہوں نے پکڑا اس کے رسے کو اور دور ہو گئیں۔ انسے رشتہ داریاں جب کہ وہ ٹھیرے اس کی نزدیکی کے سایہ میں اے اللہ تو ترک نہ کر۔ انکے لئے جو کچھ انہوں نے تیرے لئے ترک کیا اور راضی کر انکو اپنی خوشنودی سے بہ سبب اس کے کہ جمع کیا خلق کو تجھ پر اور تیرے رسولؐ کے ساتھ تیری طرف لوگوں کو بلانیوالے تھے اور جزا دے انکو اوپر چھوڑنے انکے تیری راہ میں اپنی قوم کے شہروں کو اور باہر آنے ذائقی معاش سے تنگی کی طرف ۔۔۔ اے خدا پہنچا تابعین کو جنہوں نے انکی نیکوئی میں پیروی کی۔ جو کہتے ہیں اے اللہ بخش ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جنہوں نے سبقت کی ہم پر ایمان میں بہتر جزاء وہ تابعین جنہوں نے قصد کیا طریقۂ اصحاب کو۔۔۔ اے اللہ رحمت بھیج

تابعین پر آج کے دن سے قیامت تک اور انکی عورتوں اور اولاد پر اور جس نے اطاعت کی تیری ان میں سے ایسی رحمت جو انکو تیری نافرمانی سے بچائے الخ۔ ہم تو ایک ہی بات سے یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ ثلاثہ واتباعہم اس دعا میں داخل نہیں حضرت فرماتے ہیں صلے اللہ علیہ والہ من ائمۃ الھدے وقادۃ اھل التقی اس میں حضرت نے آل محمدؐ کو آئمہ ہدے بیان کیا ہے۔ اور اصحاب کے لئے اس صفت کو بیان نہیں کیا جس سے ثابت ہوا کہ آئمہ آل محمدؐ سے تھے اور صحابہ ماموم اور انکو حق امامت نہیں تھا۔ لیکن ثلاثہ نے خود کو امام بنایا۔ حالانکہ وہ آل نہیں تھے اور آل محمدؐ کو مطیع بنانا چاہا۔ پس وہ حضرت کے اعتقاد میں مخالف حق ہوئے۔ بلکہ معاند بالتکذیب ہوئے اور معاند بالتکذیب پر حضرت کی دعا نہیں۔ بلکہ حجج خدا کے مصدقین پر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ثلاثہ اس میں شامل نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ آئمہ آل محمدؐ کو قادۃ اہل تقی فرمایا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ اہل تقی ہی انکی اطاعت میں آئینگے۔ لیکن ثلاثہ انکی اطاعت میں نہیں تھے۔ پس وہ اہل تقی نہ ہوئے۔ اور جو اہل تقی نہیں بلکہ انکا مخالف ہے۔ اُن پر ان کا درود کیسے ہو سکتا ہے۔ شاہ جی نے اللھم صل علے اصحاب محمد لکھا ہے۔ حالانکہ اصل دعا میں صل علے نہیں۔

حضرت تمام اصحاب کے لئے دعا نہیں کرتے۔ بلکہ خاص کے لئے کرتے ہیں اگر سب نیک ہوتے تو سب کے لئے کرتے۔ پس ثابت ہوا کہ سب نیک نہیں تھے۔ اچھا اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ صفات مندرجہ دعا ثلاثہ میں تھیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ انہوں نے نیک رکھا مصاحبت کو۔ لیکن ثلاثہ میں یہ صفت نہیں پائی جاتی۔ کئی دفعہ انہوں نے صحبت رسولؐ میں طبیعت رسولؐ کو منغض کیا کبھی کتب منسوخہ کے اوراق لے کر حضرت کو انکے قرآن میں داخل کرنے کا مشورہ دیتے (مشکوۃ صد ۳۵۳) اور انکے لئے تو قوموا عنی کا ایک ہی تمغہ کافی ہے۔ جو مرض الموت رسولؐ میں انکو ملا۔ اسی سے سمجھ لیں کہ حسن صحبت تھی یا سوء صحبت۔ ایک صفت ہے کہ اپنی عورتوں اور بچوں سے جدا ہوئے لیکن ثلاثہ ایسے نہیں تھے اور انہوں نے رہ خدا میں اپنے باپوں اور بیٹوں کو بھی نہیں مارا۔ پھر انکی صفت میں فرمایا کہ دل میں محبت رسولؐ رکھتے تھے۔ جو حضرت سے محبت رکھتا ہے وہ بمفاد حدیث فاطمۃ بضعۃ منی ولا یومن احدکم کو حضرت فاطمہؑ سے بھی ضرور محبت رکھیگا۔ لیکن ان سے جو امور فاطمہؑ کی نسبت ظاہر ہوئے۔ ان سے انکی عداوت معلوم ہوتی ہے نہ مودت جیسا کہ بحث فدک میں مفصل مذکور ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ محب رسولؐ نہ تھے۔ اس لئے اس دعا میں داخل نہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ جب یہ رسولؐ کی نزدیکی کے سائے میں آئے تو انسے قرابات منتفی ہوگئیں

لیکن عثمان کی قرابت باقی رہی۔ چنانچہ صلح حدیبیہ پر وہ اسی لئے مکہ میں بھیجے گئے کہ وہاں انکے رشتہ دار تھے۔ اس نے عبداللہ بن سرح کی قرابت کا لحاظ رکھا۔ مروان کو باوجود طرید رسول ہونے کے قرابت کیوجہ سے بلا لیا۔ پھر آپ تابعین کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور یزید و عمر سعد بھی تابعی تھا پس جس دلیل سے آپ انکو اس دعا سے خارج کرتے ہیں۔ اسی دلیل سے ہم بھی ثلاثہ کو نکالتے ہیں۔

شاہ جی خود اقرار کرتے ہیں کہ منافقین پر صلوۃ نہیں بھیجی۔ حالانکہ منافقین بھی اصحاب میں داخل تھے۔ دیکھو شرح مسلم امام نودی ان المنافقین کانوا معدودین فی اصحابہ ویجاھدون معہ اما محبتہ (منافقین حضرت نے اصحاب میں گنے جاتے تھے اور جہاد کرتے تھے آپ کے ساتھ یا حمیت سے یا طمع دنیا سے) محقق دہلوی شیخ عبدالحق اسماء الرجال مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔ قیل لحذیفہ کیف عرفت امر المنافقین ولم یعرفہ ابوبکر ولا عمر قال انی کنت اسید خلف رسول اللہ فنام علے راحلتہ فسمعت اناسا منھم یقولون لو طرحناہ عن راحلتہ فانہ فقت عنقہ فاستر حنا منہ فسرت بینھم وبینہ وجعلت ارض صوتی فانبتہ فقال من ھذا قلت حذیفہ قال من اولئک قلت فلان وفلان حتی عددا معاانھم منافقون لا یخبرن احدا وجاء عن نافع بن جبیر قال لم یخبر رسول اللہ باسماء المنافقین الذین صحبوا بہ لیلۃ العقبہ غیر حذیفہ وھم اثنا عشر رجلا انتہی۔ کسی نے حذیفہ سے پوچھا کہ تم کو اسماء منافقین کیسے معلوم ہوئے حالانکہ ابوبکر و عمر نہیں جانتے تھے۔ حذیفہ نے کہا کہ شب عقبہ ہم رسول کے پیچھے پیچھے چلتے تھے حضرت اپنی سواری پر سو گئے۔ تو میں نے ان میں سے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ اگر ہم حضرت کو اونٹ سے گرادیں کہ گردن ٹوٹ جائے تو انکے ہاتھ سے خلاصی پائیں۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ یہ سنکر ہم درمیان میں آگئے اور آواز کو بلند کیا۔ حضرت بیدار ہوئے پوچھا کون ہے۔ میں نے جواب دیا حذیفہ۔ پھر پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ میں نے سب کے نام بتائے۔ حضرت نے فرمایا یہ سب منافقین ہیں۔ کسی کو انکے نام نہ بتانا اور نافع سے منقول ہے کہ رسول خدا نے بجز حذیفہ کسی کو منافقین کے نام نہ بتائے وہ بارہ آدمی تھے۔ اسی کتاب میں ہے وکان عمر یسأل حذیفہ عن حدیث العقبہ ویسالہ عن علامات النفاق ھل یری فیہ شیئا منھا۔ عمر صاحب حذیفہ سے پوچھا کرتے۔ حدیث عقبہ کو اور علامات نفاق کو اور آیا ان علامات میں سے کوئی اس میں پائی جاتی ہے۔ یہ قصہ باختلاف الفاظ انسان العیون نور الدین علی بن ابراہیم حلبی میں بھی ہے۔ اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ منافقین صحابہ میں شامل تھے۔ اگر وہ علیحدہ و ممتاز ہوتے۔ تو حضرت کو انکے نام بتانے میں کیوں اخفا منظور

ہوتا۔ اور حضرت عمر کا سوال بھی معنے خیز ہے۔ اگر یہ اس کارروائی میں شامل نہ تھے تو انکو اتی بابت پوچھنے سے کیا مطلب تھا۔ آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔ پس باقرار شاہ جی کون احمق کہتا ہے کہ ایسے منافق پر حضرت سجاد صلوٰۃ بھیجیں معلوم نہیں شاہ جی نے آیہ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ کا شان نزول کفار کے حق میں کہاں سے لیا۔ آیت تو عام ہے۔ جو کوئی حضرت کو ایذا دے۔ اس پر یہ وعید ہے اور قرآن میں چند جا منافقین ہی کو موذی نبی فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ پ ۱۰ توبہ میں ومنھم الذین یؤذون النبی (ان منافقین میں سے بعض ایذا دیتے ہیں نبی کو۔) پہلے بھی انہی کا ذکر ہے کہ یہ زکوٰۃ بانٹنے میں حضرت پر طعن کرتے تھے۔ جب انکو زکوٰۃ ملتی تو خوش ہوتے۔ اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ صحابہ تھے اور حضرت کو ایذا دیتے تھے پ ۲۲ ع ۴۔ ان ذالک کان یؤذی النبی یہ زینب کے نکاح کی دعوت ولیمہ کے وقت کا ذکر ہے۔ جس میں صحابہ مدعو تھے اور وہ جھانکتے تھے۔ اس سے حضرت کو ایذا ہوتی تھی۔ یہ واقعہ بھی صحابہ کا ہے۔ اس کے بعد ہے۔ وماکان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا۔ (نہیں چاہیئے تمہیں کہ تم رسول کو ایذا دو اور نہ اس کے مرنے کے بعد اس کی عورتوں سے نکاح کرو) یہ بھی صحابہ کی نسبت ہے۔ ایک کہتا تھا کہ ہم حضرت کے بعد فلانی عورت سے شادی کرینگے۔ انکے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ پس یہ تمام موذی منافقین صحابہ تھے اور لم یغیر ولم یبدل کی موید آپکے ہاں وہ حدیث ہے جس میں حضرت نے فرمایا ان ومن اصحابی من لا اراہ ولا یرانی لعد ان اموت ابدا (استیعاب عبد البر ترجمہ عبد الرحمٰن بن عوف از ابی وائل از ام سلمہ) (بعض میرے اصحاب وہ ہیں جو مجھے مرنے کے بعد کبھی نہ دیکھیں گے) یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت کے دین میں تغیر وتبدل کیا۔ اس لئے یہ قابل رحمت نہیں۔ بلکہ وہ ہیں جن کی شان میں لم یغیر ولم یبدل آیا ہے۔ پھر آپ ان صفات مذکورہ کو ثلاثہ پر چسپان کرنے کی بے فائدہ سعی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے نبوت پر ایمان ابوبکر وعمر لائے۔ لیکن یہ بالکل جھوٹ اور ایسا سفید جھوٹ ہے کہ اس کی تائید خود سنیوں کی کتابوں سے بھی نہیں ہوتی۔ بلکہ سنی یہ کہتے ہیں کہ عورتوں میں خدیجہ۔ بچوں میں علی۔ بڑوں میں ابوبکر غلاموں میں بلال پہلے ایمان لائے۔ لیکن محققین کے نزدیک ابوبکر کا سابق ہونا ثابت نہیں۔ کیونکہ پہلے خدیجہ پھر علی پھر زید۔ پھر حسان اور دعوت کے ساتویں سال ابوبکر اسلام لایا اور عمر اس کے بہت پیچھے۔ پس انکا سب سے پہلے ایمان لانا باطل ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنا مال وجان قربان کیا۔ حضور کسی جھوٹی کتاب سے ہی دکھلا دیں۔ کہ انہوں نے

اسلام کے لئے جہاد میں ایک خراش بھی کھائی۔ اور دین کی تلقین کیا کر سکتے تھے۔ جبکہ یہ خود کہتے ہیں۔ کل الناس افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال (تمام لوگ عمر سے زیادہ فقیہ ہیں حتی کہ پردہ نشین عورتیں بھی) کسی کتاب کا حوالہ دیں کہ انہوں نے حکم رسولؐ سے اپنے کس باپ اور بیٹے کو قتل کیا جنگوں میں انکا جہاد تو یہی تھا کہ راہ فرار اختیار کرتے تھے۔

قال صاحب رمی الجمرات

۲۔ قولہ رالبگ۔ امام نے جسطرح سے اصحاب پر صلوٰۃ بھیجی ہے۔ اسی طرح سے تابعین پر بھی صلوٰۃ بھیجی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ کتنے تابعین سے قاتلین سید الشہداء تھے اور خود اشعث بن قیس کہ کتب رجال میں طبقہ صحابہ میں مذکور ہے شرکاء قتل جناب امیرؑ سے تھا اور اس کا بیٹا محمد اشعث قاتلین جناب سید الشہداء سے تھا۔ پس ہرگز عقل کسی عاقل کی باور نہ کرے گی۔ کہ امام زین العابدینؑ اپنے باپ دادا کے قاتلین پر صلوٰۃ بھیجیں۔

قول شاہ جی۔ ۱۔ تابعین میں سے کوئی قاتلین علی مرتضےٰ وسید الشہداء کا نہیں۔۔۔ نہ کوئی اس بات کی سند نہ ثبوت ہے۔ ۲۔ امام کے قاتلین بدیقین کو ہم کب مسلمین کہتے اور تابعین جانتے ہیں۔ گو وہ آپ کی طرح زبان سے مسلمان بھی کہلائے۔ ۳۔ آپ کا مقدمہ ثلاثہ پر ہے۔ سو نہ تو انہوں نے کہیں امام کو قتل کیا نہ کوئی انکا تابعین قتل میں شریک ہوا۔۔۔ حضرت کے تو سب اصحاب باثواب تھے اور انکے تابعین بھی تمام اہل دین تھے۔۔۔

جواب شیعہ۔ اشعث بن قیس صحابی تھا دیکھو تقریب التہذیب۔ خلیفہ اول نے ام فروہ اپنی ہمشیرہ کا عقد انکے ساتھ کیا۔ صہ ۵۱ کتاب استیعاب ابن عبد البر۔ یہ راس الخوارج تھا۔ ملل ونحل شہرستانی صہ ۴۲ فی اوائل ذکر الخوارج۔ انکی دختر جعدہ نے باغوائے معاویہ امام حسنؑ اپنے شوہر کو زہر دیا۔ روضۃ الشہداء صہ ۱۷۵۔ اور اس کا بیٹا محمد بن اشعث تابعی قاتلان حسینؑ سے تھا۔ روضۃ الشہداء صہ ۲۱۱ وصہ ۲۱۳۔ ایک اور تابعی جریر بن عثمان الحمصی تھا۔ جیسا کہ امام احمد۔ ابن حبین اور کرمانی نے لکھا ہے اور شرح کرمانی میں ہے کان یبغض علیا وانما وضع منہ لبغضہ (یعنی (علیؑ سے دشمنی رکھتا تھا اور بہ سبب بغض علیؑ کے حدیثیں وضع کرکے علیؑ کی طرف منسوب کیا کرتا تھا)

سمرہ بن جندب صحابی تھا (استیعاب صہ ۵۷۹) جس وقت امام حسین علیہ السلام کوفہ کو روانہ ہوئے ہیں تو یہ ابن زیاد کے سپاہیوں میں تھا۔ اور لوگوں کو قتل امام کی ترغیب دیتا تھا (شرح ابن ابی الحدید جلد اول صہ ۱۹۰)

اب آپ کا یہ دعوے ہے کہ سب اصحاب وتابعین باثواب تھے۔ باطل ہوگیا۔ جس عبارت پر شاہ جی پر ہم نے خط کھینچا ہے۔ یہی شیعہ کا مطلوب ہے جو الحمد للہ خود مخالف کی زبان سے نکل گیا ؎

لائے اس بت کو آرزو کر کے — کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

شاہ جی ہم بھی مخالفین ومحاربین وقاتلین و شرکاء قتل آئمہ کو مسلمان نہیں جانتے۔ خواہ آپ ان کو کیسا ہی اچھا جانیں اور امیر المومنین بنائیں۔ آپ کے گروہ میں تو ایک فرقہ نبوت یزید کا بھی قائل تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ثلاثہ نے تو کسی امام کو قتل نہیں کیا۔ حضور کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ شد کشتہ حسینؑ اندر سقیفہ۔ قتل آئمہ کی بنیاد تو ثلاثہ نے ہی رکھی۔ نہ یہ خلافت کو خاندان نبوت سے نکالتے نہ اس خاندان کی بربادی ہوتی۔ نہ ثانی خانہ زہراؑ کو جلاتا۔ نہ یزید کو خیمہائے اہلبیتؑ جلانے کی جرأت نہ ہوتی۔ اگر یہ محسن کو شہید نہ کرتا تو کربلا میں حرملہ ملعون کو گلوئے نازنین علی اصغرؑ پر تیر مارنے کی ہمت نہ پڑتی۔ اگر ثالث حضرت ابوذر کو مار کر جلاوطن نہ کرتا۔ تو حبیب ابن مظاہر کا سر مبارک بعد از شہادت نوبرے میں کیوں رکھا جاتا۔ اگر یہ حضرت علیؑ کے گلے میں ریسمان نہ ڈالتے۔ تو علیؑ کی بیٹیاں کربلا سے شام تک مثل اسیران ترک ودیلم کے مقید بہ سلاسل واغلال کیوں پھرائی جاتیں۔ پس بمفاد من سن سنتہ سیئہ فعلیہا وزرہا ووزر من عمل بہا جس نے برا طریقہ جاری کیا۔ تو اس پر اس کا وبال ہے اور نیز اس کا بھی جس نے اس پر عمل کیا۔ ثلاثہ ہی باعث قتل آئمہ ہیں۔ اسی لئے امام چہارم دعائے جمعہ میں فرماتے ہیں کہ تو اپنے اصفیا کے اعدا پر لعنت کر۔ وہ جو اولین سے ہیں اور آخرین سے۔

قال صاحب رمی الجمرات

۳۳۔ قولہ خامساً۔ اگر امام زین العابدینؑ کی صلوٰۃ میں کل اصحاب مراد ہیں تو یہ قول معارض ہوجاتا ہے۔ انہیں حضرت کے قول سے جس میں وہ غاصبین خلافت پر لعنت کرتے ہیں جیسا کہ اسی صحیفہ کاملہ میں دعا یوم الجمعہ میں فرماتے ہیں محصل معنے یہ ہیں۔ کہ خداوندا خلافت تامہ وریاست عامہ جگہ تیرے خلفاء واوصیاء کی ہے اور مقام تیرے اسنار کا ہے کہ تو نے مخصوص کیا تھا انکو ساتھ اس درجہ رفیعہ کے پس چھین لی گئی یہ جگہ ان سے یہاں تک کہ ہو گئے برگزیدہ تیرے اور خلفا تیرے مغلوب ومقہور چھین لئے گئے حق انکے دیکھتے ہی کہ غاصبین نے تیرے حکم کو مبدل کر دیا اور تیری کتاب کو پس پشت کر ڈالا اور تیرے فرائض کو راہ شریعت سے منحرف کر دیا اور طریقہ تیرے نبی کا چھوڑ دیا۔ خداوندا اپنے خلفاء واوصیائے کے اعدا پر لعنت کر از اولین وآخرین اور لعنت کر انپر جو انکے کاموں پر راضی رہے اور لعنت کر انکے ہمراہیان اور انکے تابعین پر انتہیٰ۔ پس ضرور ہے کہ ملعونین غیر مرحومین ہوں۔ اور جب ملعونین غاصبین ہیں۔ تو آپکے ثلاثہ کا مصداق صلوٰۃ ہونا ممکن نہیں۔

ورنہ اجماع متضادین لازم آوے گا۔ (شاہ جی) قولہ۔ یہ کلام مخاطب اپنی کتاب سے ارقام فرماتا ہے۔ ذرا تو مخاطب کو کچھ شرم آتی ہے کہ بھلا یہ ہمارے گھر کی باتیں کون مانے گا۔ بلکہ اس میں بھی ظاہر اصحاب ثلاثہ کا شان ہے یہ تو عام تمام جانتے ہیں کہ حسنین کے روبرو خلافت غیر کے ہاتھ آئی۔ یعنے یزید پلید۔ بعد اس کے مروانی بیدین خلافت نشین ہوئے جو غاصبین خلافت تھے۔۔۔ اور انکو تمام آئمہ کے ساتھ عداوت بھی اس قدر تھی کہ انہوں نے اہلبیتؑ رسولؐ پر آپ کی طرح چوراسی برس تبرہ کرایا اور راہ شریعت سے منحرف ہو گئے۔۔۔ فرمایا خلافت عامہ جگہ تیرے خلفاء واصفیا کی ہے یعنے خلفاء اربعہ کی۔۔۔

جواب شیعہ۔ چونکہ آپ نے دعا صلوٰۃ میں عام اصحاب کو شامل کیا اس لئے مصنف رمی الجمرات نے اسی امام کے قول سے خلفاء اللہ کا مقہور مغلوب ہونا اور صحابہ کا انپر قہر کرنا ثابت کیا۔ کیونکہ اس دعا میں کسی کا نام نہیں اور آپ ثلاثہ واتباعہم کو اس میں شامل کرتے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ متکلم کے منشا کو دیکھا جائے اور یہ منشا دعا یوم الجمعہ سے معلوم ہوگیا اور ہم نے تو خاص اسی دعا سے یہ مطلب ثابت کیا۔ کہ ثلاثہ اس میں داخل نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ دعا یوم الجمعہ میں بھی خلفا سے ثلاثہ مراد ہیں۔ چہ خوش ان خلفاء کی تو یہ صفت حضرت نے بیان فرمائی۔ کہ وہ مغلوب ومقہور ہو گئے اور آپ کے متکلمین نے خلافت کے لئے قہر وغلبہ کی شرط لگائی ہے پس اگر آپ کے ثلاثہ مقہور مغلوب تھے تو باعتقاد آپکے خلافت اڑ گئی اور اگر یہ قاہر تھے تو مقہور کون تھے۔ جو انکے زمانے میں خلفاء حق تھے اور وہ علیؑ تھا جب علیؑ میں یہ صفت پائی گئی تو امام کے فرمان کے مطابق مقام خلافت انہی کے لئے ہوا۔ پس ان خلفاء کے اعداء اولین اول ثم الثانی ثم الثالث تھے۔ اور انکے لئے امامؑ نے لعنت کی ہے۔ پس یہ دعا رحمت میں شامل نہیں۔ دوسری کیفیت ان خلفاء کی یہ ہے کہ انکے حق چھینے گئے۔ ظاہر ہے کہ خلافت حق علیؑ تھا۔ فدک حق اہلبیتؑ تھا وہ انسے چھینا گیا۔ اور غاصب یہی ثلاثہ تھے۔ ان غاصبین کی ایک صفت یہ ہے کہ انہوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔ امام غزالی کی سر العالمین کا مقالہ رابعہ دیکھو۔ کہ حدیث غدیر اور مبایعت علیؑ؟ غدیر کے بعد فرماتا ہے ہذا تسلیم ورضی ثم بعد ہذا غلبت الہواء۔۔۔ فنبذوہ وراء ظہورہم یعنے ثلاثہ کی بیعت علیؑ سے ثابت ہوگیا کہ انہوں نے علیؑ کو خلیفہ مانا۔ لیکن اس کے بعد ہوا وہوس نفسانی کا انپر غلبہ ہوا اور انہوں نے اس کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے ڈال دیا۔ دیکھئے فنبذوا وراء ظہورہم ثلاثہ ہیں۔ اور انکے لئے حضرت نے بددعا کی۔ پس یہ مورد صلوٰۃ نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ حسنین کے روبرو خلافت یزید کے ہاتھ آئی۔ نہیں امام حسن کے روبرو معاویہ کے ہاتھ اور حسینؑ کے زمانے میں یزید کے ہاتھ۔ پس آپکے اقرار سے معاویہ بھی غاصب وملعون ہوا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مروانیوں نے لعنت کی حضور وہ

بنی امیہ تھے۔ اور بانی مبانی اس کا معاویہ تھا۔ پھر آپ ایسے بدکار پر لعنت کیوں نہیں کرتے۔ تعجب ہے کہ
آپ ان مروانیوں کو غاصب کہتے ہیں۔ لیکن آپ کے بڑے تو انکو اثنا عشر خلفاء میں شامل کرتے
ہیں جو دین کے اعزاز کا باعث ہیں۔ انکے نام براہین قاطعہ ترجمہ صواعق ص۲۹ میں یہ لکھتے ہیں۔ ابوبکر۔ عمر
عثمان۔ علی۔ معاویہ۔ یزید۔ عبدالملک بن مروان۔ ولید۔ سلیمان۔ یزید۔ ہشام پسران عبدالملک۔ عمر بن
عبدالعزیز اور قاضی عیاض اور صاحب فتح الباری میں حدیث لایزال اسلام عزیزا منیعا الی اثنا عشر
خلیفہ میں ان بارہ کے نام لکھے ہیں۔ جن میں سے پانچ مروان کی اولاد سے ہیں۔

۷۔ رشاہ جی۔ اب ہم انکے اس طعن کا بیان کرتے ہیں جو حدیث انکی کتاب بحارالانوار میں ہے
کہ عمر فاروق کا ایمان خدا نے حضرت کی دعا سے عطا فرمایا۔ عن الباقر علیہ السلام ان رسول اللہ قال
اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جہل بن ہشام... قال المخاطب متعصب العظیم صاحب رمی
الجمرات آپ نے بیان مقدم اس حدیث کا اور موخر اس کا کیوں چھوڑا... غایت اعتذار مخاطب کا ہم
یہ خیال کرتے ہیں کہ فرمائیگا کہ چونکہ ہماری مرضی کے موافق نہ تھا ہم نے چھوڑ دیا۔ اس وقت ہم یہ عرض
کرینگے کہ آپ کو خیانت سے بچنے کے لئے ضرور تھا۔ کہ پہلے آپ کل عبارت نقل کرتے اور جو آپکے
خلاف مرضی مبارک تھا اس کی طرف اشارہ کرتے کہ فلاں فلاں الفاظ شیعوں کے بڑھائے ہوئے
ہیں۔ ہم اس کو نہیں مانتے۔ تب ہم آپ کو یہ جواب دیتے کہ مثل آپکے ہر مشرک بت پرست کہہ
سکتا ہے کہ کلام اللہ میں جزو خوبی پر ہمارے بتوں کی دلالت کرتا ہے کہ خود خدا اقرار انکی جزیت کا کرتا ہے
باقی ہمزہ استفہام اور ام مسلمانوں کی بڑھائی ہوئی بات ہے... اور بھی مثل آپکے ہر نصرانی کہہ سکتا
ہے کہ خدا خود قائل تثلیث ہے اور ان اللہ ثالث ثلاثہ فرماتا ہے اور ہر یہودی مثل آپکے کہہ سکتا ہے
عزیز ابن اللہ قرآن میں موجود ہے اور لفظ قالوا وقالت الیہود مسلمانوں کی بڑھائی بات ہے۔ فما ہو
جوابکم فہو جوابنا۔ اب آیئے اصل مطلب پر تفسیر آیت ما اشہدتہم خلق السماوات والارض ولا
خلق انفسہم وما کنت متخذ المضلین عضدا کا ذکر کرتے ہیں۔ پس اول معنے لفظی اس کے بیان
فرمائے اور بعض تفاسیر جو مستند بمعصوم نہ تھیں۔ انکا ذکر کیا پھر شان نزول آیت میں روایت امام باقر
کو بایں الفاظ ذکر کیا۔ عن الباقر ان رسول اللہ قال اللہم اعز الاسلام بعمر ابن الخطاب او بابی جہل
بن ہشام فانزل اللہ ہذہ الایۃ یعنے جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ خدایا اعانت کر اسلام کی ساتھ عمر
خطاب یا ابی جہل کے پس خدا نے جواب میں اپنے پیغمبر کے اس آیت کو نازل کیا۔ درحالیکہ مراد لیتا ہے
جناب باری اس آیت سے انہی دو کو محصل مقصود از آیہ شریفہ بنا بر اس شان نزول کے یہ ہوئے

کہ جناب رسول خدا نے درخواست اعانت اسلام ساتھ عمر کے اور ابوجہل کے۔ کی جناب باری نے فرمایا۔
اے پیغمبر میں نے نہیں حاضر گردانا کفار قریش یعنی عرب کو یا شیاطین جن وانس کو وقت پیدا کرنے
آسمانوں اور زمینوں کے اس طرح سے کہ انسے اعانت خواہ ہوں اور نہ وقت پیدا کرنے انکے نفسوں کے
اس طرح کہ بعض کے پیدا کرنے میں بعض کے اعانت خواہ ہوں۔ یعنے کفار کی حالت غیب عدم میں جب
میں نے اتنے بڑے بڑے کارہائے عظیم مثل پیدائش زمین وآسمان اور خلقت انس وجان کی کی۔ کیا میں
تو کسی امر ہی میں محتاج اعانت کسی شخص کا نہیں ہوں۔ پس میں اعانت اسلام انکے اور ڈھکے سے کیوں
کرانے لگا۔ حالانکہ کبھی نہ تھا میں لینے والا مضلین کو معین ومددگار کسی امر میں... تصرفات ترجمہ آگے
معلوم ہونگے۔ اقول رشاہ جی اجو آپ نے ما اشہدتہم کو تحریر فرمایا اور اسی کو اس حدیث کا مقدم
ومؤخر بنایا یہ محض آپ اور آپ کے علماء کا جھوٹ ہے... شان نزول اس آیت کا یہ ہے۔ کہ کافروں
کے ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ جنوں کو علم غیب کا واقف جانکر انکی پرستش کرتے تھے۔ اس لئے حق تعا
نے اس آیت کو انکی مذمت میں بھیجکر ان کی مطابعت سے منع فرمایا واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا
الا ابلیس کان من الجن ففسق عن امر ربہ افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی وھم لکم عدو
بئس للظالمین بدلا ما اشہدتہم الخ۔۔ ذرا اس آیت کے ساتھ وہ آپ کی مراد کا معنے تو ملایئے۔
اور ان دونو کا کہیں نام ونشان تبلایئے۔۔ تعجب تو یہ آتا ہے کہ پیغمبر تو حضرت عمر کے ایمان لانے کی دعا
مانگیں اور خدا اس کے جواب میں ہم کو جنوں کی متابعت سے منع کرے... ہم کہتے ہیں کہ اگر خدا تعالے
اس حضرت کی دعا کو قبول نہ فرماتا اور حضرت عمر کو داخل اسلام کرنا نہ چاہتا۔ تو اس طرح صاف صاف
کہہ دیتا جیسے ہمارے حضرت نے اپنے چچا ابوطالب کے لئے دعا مانگی۔ تو حکم ہوا ما کان للنبی والذین
امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ... یا جیسے نوح نے اپنے بیٹے کے حق میں دعا نجات
کی تو حکم ہوا انہ لیس من اہلک یا جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ کے واسطے ایمان لانے کی
دعا مانگی۔ تو فرمایا۔ واغفر لابی انہ کان من الضالین۔ یعنے نہیں ہے واسطے اس کے بخشش کہ تحقیق
وہ گمراہوں سے ہے۔ جب خدا نے ایسا نہیں کہا۔۔ تو صاف معلوم ہوا کہ اس حدیث کے پیچھے کا کلمہ امام
باقرؑ نے نہیں فرمایا... اس مقام پر کسی نصرانی ویہودی وغیرہ کے نام لکھنے سے آپ کا کیا نام نکلا۔
جواب شیعہ۔ انصاف پسند ناظرین خود ہی دیکھ لیں کہ یہ جواب ہے یا مجذوبوں کی بڑ۔ اس قسم
کی دلائل کا جواب پانچویں شہادت کے جواب کے ضمن میں مفصل آئے گا۔ بات یہ ہے کہ ہماری کتاب
سے حدیث مذکورہ نقل کی گئی۔ اس تمام حدیث سے ثانی صاحب کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی

بلکہ برخلاف ازیں اس حدیث میں انکو مضل بتلایا گیا۔ پس ہم پر اگر الزام آسکتا ہے تو ساری حدیث سے نہ
کہ اس کے ٹکڑے سے۔ اگر ایک ٹکڑے سے الزام آئے تو پھر نصارے ہمیں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن سے
تثلیث ثابت ہے اور ان اللہ ثالث ثلثہ پڑھیں لیکن تمام مسلمان ایسے محقق کو یہی جواب دینگے۔ کہ
ساری آیت کو پڑھ۔ ایک جز سے ہم پر اعتراض نہیں ہو سکتا پس یہی جواب ہمارا ہے۔ بالکل سیدھی اور
صاف بات ہے۔ لیکن تعصب انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ اگر بقول جناب حدیث کا مقدم و موخر جھوٹا ہے
تو آپ کو کیا۔ ہم تو اگر مانتے ہیں تو ساری حدیث کو مانتے ہیں۔ شاہ جی فرماتے ہیں کہ یہ آیت عابدین
جبکی شان میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن یہ انکی من گھڑت بات ہے۔ جس کو کسی نے نہیں لکھا۔ یہ آیت
آلہہ وپیشوایان باطلہ کی رد میں ہے۔ جو ذریت شیطان سے ہیں اور انہی کو قرآن میں دوسری جگہ
شیاطین الانس کہا گیا۔ بلکہ ہم بقرینہ سباق کہیں گے کہ یہ آیت جھوٹے خلفاء کی رد میں ہے۔ کیونکہ
شروع میں خدا نے آدم و ابلیس کا ذکر کیا ہے۔ اور انکی نزاع خلافت پر ہوئی۔ خدا فرماتا ہے۔ کہ
میں نے آدمؑ کو خلیفہ بنایا اور ابلیس اس کا معاند و عدو تھا۔ تو کیا تم بجائے آدمؑ اور اس کی ذریت طیبہ
خلفائے حقہ کو چھوڑ کر اس کے دشمن ابلیس اور اس کی ذریت کو آدم کے مقابلہ میں انکے اولیاء بناتے ہو۔
برا بدل تم نے اختیار کیا۔ دیکھئے کہ بعد از رسول آدم صفت کون تھا۔ حدیث تشبیہ میں جو کتب فریقین میں
ہے حضرت نے فرمایا من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ ... فلینظر الی علی ابن ابی طالب جو آدم کو اس
کے علم میں دیکھنا چاہے وہ علیؑ کو دیکھے۔ صفت علم جس کی وجہ سے آدم مسجود ملائکہ ہوئے۔ حضرت علیؑ میں پائی
گئی۔ پس مستحق خلافت الٰہیہ یہی ہوئے۔ لیکن ثانی نے سقیفہ میں اول کو ولی بنایا۔ پس وہ مصداق ہوئے
افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی۔ (تم مجھے اور میرے خلفاء کو چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذریت
کو اولیاء بناتے ہو حالانکہ میں نے آسمان و زمین اور انکے نفسوں کے خلق پر انکو موجود و شاہد نہیں رکھا
اس سے ایک اور نکتہ نکلا۔ کہ خلیفہ برحق وہ ہے جو خلقت سماء وارض پر شاہد ہو اور وہ انبیاء و آئمہ تھے۔
جیسے کہ حدیث نور سے نور آئمہ کی خلقت پیش از پیدائش آسمان و زمین پائی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ خلافت
کے لئے علم شرط ہے۔ سو بحمد اللہ دونوں صفات بوجہ اتم آئمہ میں پائی جاتی ہیں اور خلفاء جور انسے
محروم ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حدیث کا مقدم و موخر ہمارا بڑھایا ہوا نہیں۔ بلکہ چونکہ عمر نے خلافت
میں ایکٹو پارٹ لینا تھا۔ اس لئے رسول اللہ نے پیشینگوئی کے طور پر اس کی مخالفت کرنے کو پہلے ہی بیان
فرمادیا پس ایسی حدیث جو امور غیبیہ پر مشتمل ہو گھڑی ہوئی نہیں ہوا کرتی۔ کیونکہ واقعات نے اس کی تصدیق
کی ہے۔

مخاطب بار بار ذکر کرتے ہیں۔ کہ حضرت نے عمر کے ایمان کی دعا مانگی۔ حالانکہ اصل حدیث میں ایمان
واسلام کا ذکر ہی نہیں۔ بلکہ حضرت کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ عمر یا ابوجہل سے اسلام کی اعانت کر۔ اور
اعانت اسلام کافر سے بھی ہوتی ہے جیسے عبداللہ بن اریقط نے شب ہجرت میں حضرت کی اعانت کی۔ اور
اعانت اسلام فاسق سے بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ مسلم میں ہے کہ حضرت نے فرمایا ان اللہ یوید ھذا الدین
بالرجل الفاسق (خدا اس دین کی مدد فاسق آدمی سے کرتا ہے) اسی لئے خدا نے فرمایا وماکنت متخذ المضلین
عضدا (میں گمراہوں کو اپنا مددگار نہیں بناتا) اس میں انکو مضل کہا گیا اور قدرت خدا دیکھئے کہ حضرت رسول
کے زمانے میں جب کہ اسلام کا دور دورہ تھا ایک ذرہ بھر بھی اعانت اسلام اس شخص سے نہیں ہوئی۔ بلکہ
الٹا یہ شخص معاونین اسلام کے حوصلوں کو پست کیا کرتا تھا۔ جیسے جنگ خندق میں عمر بن عبدود کی تعریف
کرکے صحابیوں کے حوصلوں کو پست کر دیا۔ پھر فرماتے ہیں کہ اگر دعا حضرت دربارہ ایمان مقبول نہیں تھی۔
تو خدا اس طرح کہتا۔ پھر ابوطالب وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں۔ شاہ جی سید ہو کر اپنے جد کے باپ کو کافر بناتے ہو۔
کیا آپ کی حمیت و غیرت ایسی ہی سست ہو گئی ہے۔ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ مسلمان اور مومن
تھے۔ ذرا اپنے مذہب کی کتاب اسنی المطالب ہی کو دیکھ لو۔ علاوہ بریں جس سال آپ کا انتقال ہوا۔
اسکو عام الحزن کہتے ہیں۔ اگر یہ بزرگوار کافر ہوتے تو حضرت انپر حزن کیوں کرتے۔ حالانکہ کفار پر حزن کرنا
ممنوع ہے (ولا تحزن علیھم) آپ کا حزن کرنا اور اس سال کا نام عام الحزن رکھنا ہی بتلاتا ہے کہ ابو
طالب مومن مرے ہیں۔ اور اسی لئے آیت محولہ انکے لئے نہیں اتری۔ حضرت نوحؑ نے بھی اپنے بیٹے
کے لئے دعا نہیں کی بلکہ خدا سے اس کے بارے میں سوال پوچھا جیسا کہ ان ابنی من اھلی سے واضح
ہے اور حضرت ابراہیم کے باپ آزر بت پرست نہ تھے۔ بلکہ تارخ تھے۔ دیکھئے مجموعہ توریت و کتب تواریخ
ناظرین ذرا وہ عبارت مخاطب دیکھیں جس پر میں نے خط کھینچا ہے اور شاہ جی کی قابلیت کی داد دیں
واغفر کے معنے کرتے ہیں نہیں ہے واسطے اس کے بخشش۔

الغرض جس طرح اور انبیا کو خدا نے جواب دیا اسی طرح ہمارے حضرت کو کہا کہ مشرکین کے لئے استغفار
نہ کرنے کی آیت میں ما کان آیا ہے تو مضمون زیر بحث میں خدا نے فرمایا ما کنت

قول شاہ جی۔ اول مخاطب نے کہا کہ ہر چند رسول خدا کی اس درخواست سے بھی مساوات
حضرت عمر کے ساتھ کفر ابوجہل کے ثابت ہوئی۔ دوم جناب رسول خدا سے ایسے امر کی درخواست واقع ہونا
جو شایان درگاہ خدا نہ ہو۔ ایک امر بیجا واقع ہوا۔ سوم۔ کہا کہ سوال انبیاء گاہ باامید اجابت ہوتا ہے اور گاہ مصلحتے
جیسا کہ حضرت موسےٰ نے سوال رویت کیا۔ پس اگر کہئے کہ یہ سوال حضرت موسےٰ نے مرجا الاجابت جانکے

کیا تھا۔ تو کماں جہل حضرت موسےٰ معاذ اللہ لازم آتا ہے۔ اس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ یہ سوال حضرت
موسےٰ کا بامید اجابت نہ تھا۔ بلکہ مصلحۃً تھا۔ اسی طرح یہ درخواست ہمارے حضرت کی بھی اعانت کفار
مصلحۃً تھی۔ نہ کہ دعاء مرجو الاجابۃ تھی۔

جواب۔ یہ سب بات آپ کی تب قابل سماعت ہوتی کہ جب حضرت عمر بھی ابوجہل کی طرح ایمان نہ
لاتے۔ ... خیر حضرت موسےٰ کے رب ارنی کے کہنے کو جانے دو۔ مگر حضرت آدمؑ کی بھی خطا سے انکار کروگے
یا حضرت یوسف کے بھائیوں کا حال چھپاؤ گے۔ یا حضرت ابراہیم کے ہذا ربی کہنے میں کوئی تاویل بناؤ گے
یا حضرت موسےٰ نے جب خضر سے بدگمان ہو کر تین بارہ وعدہ خلاف کیا۔ یا جب حضرت موسےٰ ہارون پر خطا
کا اشتباہ کر کے اس پر غصے ہوا۔ اور حضرت یونس و داؤد کا قصہ موجود ہے اور ہمارے حضرت و نوح
و ابراہیم کا دعا مانگنا بھی قرآن میں موجود ہے۔۔ اگر یہ مصلحۃً تھی تو کس کے کہنے پر جھوٹے سوال کئے....
ہمارے نزدیک عدم قبولیت دعا میں کسی انبیاء کی کوئی ہتک و خطا نہیں

جواب شیعہ۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ کہ حضرت کی دعا میں اسلام و ایمان کا ذکر ہی نہیں۔ اور
اگر عمر صاحب اسلام ظاہری لے آئے اور نبوت میں شک و شبہ کرتے رہے تو انکا اسلام کس کام کا۔
مومن کی صفت تو لم یرتابوا ہے۔ بلکہ اسلام میں داخل ہو کر مار آستین بن گیا۔ ابوجہل کی عداوت کھلم کھلا
تھی۔ اور اس کی خفیہ۔ اس مضمون میں شاہ جی کی قلعی کھل گئی ہے اور انبیاء کی نسبت انکا اعتقاد ظاہر ہو
گیا۔ یہ داؤد کو زناکار اور ابراہیم کو مشرک کہہ رہے ہیں۔ اور سب نبیوں کو گنہگار و خطاکار کا خطاب
دے رہے ہیں مسلمانو! کیا تم نے ایسے شخص کو ہمارے مقابلے میں پیش کیا ہے۔ جو خلفاء کی حمایت
میں نبیوں پر اتہام لگانے سے بھی نہیں ڈرتا اور اسلام کی توہین کرتا ہے۔ برادران یوسف و موسےٰ و ہارون
کے متعلق انکی ہزلیات کا جواب کسی دوسرے مقام پر دیا گیا۔ ہمارے اعتقاد کی رو سے تو آدمؑ سے
خطا نہیں ہوئی۔ بلکہ ترک اولےٰ ہوا اور اس سے بھی انہوں نے توبہ کر لی۔ اور خدا نے انکو مجتبےٰ کیا۔ موسےٰ
علیہ السلام بھی خضر سے بدگمان نہیں ہوئے۔ بلکہ علل افعال خضر کو دریافت کیا اور وعدہ خلافی بھی کوئی نہیں
ہوئی۔ کیونکہ شروع میں حضرت موسےٰ نے کہا تھا ستجدنی ان شاء اللہ صابرا۔ انشاء اللہ تو مجھے صابر پائیگا
اپنے صابر رہنے کو معلق بمشیت باری کیا۔ لیکن چونکہ مشیت باری یہ نہ تھی کہ موسےٰ خضر کے پاس
ہی بیٹھا رہے اور اپنی امت کو چھوڑ دے۔ اس لئے آپ نے چاہا کہ میں افعال ثلاثہ خضر کی حقیقت اس کے
منہ سے سنکر چلا جاؤں اور اپنے کار منصبی کو سرانجام دوں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ پس حضرت
موسےٰ حضرت خضر سے بدگمان ہوئے اور نہ کوئی وعدہ خلافی کی۔ حضرت یونس سے بھی کوئی خطا نہ ہوئی

اور حضرت داؤد کی خطا سے شاید آپ کا مطلب اوریا کی عورت سے زنا کرنا ہوگا۔ لیکن یہ یہودیوں کی روایت
ہے اور یہود نما صحابہ نے جو توریت منسوخہ و محرفہ کے پڑھنے کے شائق تھے اس کو کتب اسلامیہ میں داخل کر دیا
جناب امیرؑ فرمایا کرتے تھے کہ جو اس قصے کو بیان کرے گا میں اس کو دُرّے لگواؤنگا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ھٰذا ربی از روئے اعتقاد نہیں کہا۔ بلکہ عابدان شمس کے اعتقاد کے
مطابق کہا کہ سورج بڑا ہے یہ خدا ہوگا۔ فلما افل قال انی لا احب الآفلین جب غروب ہوا تو فرمایا ایسی چیزیں خدا
نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ جو متغیر ہو وہ حادث ہے اور خدا قدیم ہے پس متغیر حادث خدا نہیں ہو سکتا۔ اور
اسی لئے میں غروب کرنے والی چیزوں کو دوست نہیں رکھتا اور آپکے غزالی نے قسطاس المستقیم صہ
میں اس قصہ کو موازین معرفت میں بیان کیا ہے۔ حضرت نوحؑ کے سوال کا مطلب اپنے بیٹے کا مآل دریافت
کرنا تھا۔ اور دعا نہیں تھی۔ کیونکہ انبیاء کی دعا رد ہونے میں انکی ہتک ہے اور دعا کافروں کی قبول نہیں ہوا
کرتی کما قال وما دعاء الکافرین الا فی ضلال (کافروں کی دعا بیکار ہے) انبیاء چونکہ خدا کے دوست ہوتے
ہیں۔ اس لئے وہ منشاء الٰہی کو مد نظر رکھ کر دعا کیا کرتے ہیں۔ اور ایسی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ بھلا
اگر نبیوں کی دعا قبول نہ ہو تو اور کس کی ہوگی۔ ہاں بعض اوقات وہ مصلحۃً بھی دعا کیا کرتے ہیں جس سے
انکی غرض اجابت دعا نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا کی وحی سے اس معاملے کا کشف حال چاہتے ہیں تاکہ سب
لوگ آگاہ ہو جائیں۔ جیسے حضرت موسےٰ نے دیدار خدا کی درخواست کی۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ دیدار خدا
دنیا و آخرت میں نہیں ہو سکتا۔ یا جیسے حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کا حال دریافت کیا۔ تاکہ سب کو معلوم
ہو جائے کہ نافرمان اہل نبی سے نہیں ہو سکتا۔

رمی الجمرات۔ اب ہم آپ کی مرضی کے موافق قطع نظر کرتے ہیں۔ اول و آخر حدیث بخار اور
نفط مضمون دعا پر اختصار کرتے ہیں۔ تب بھی آپ کا مطلب کہ ایمان عمر ہے اس دعا سے ثابت نہیں
ہوتا اس لئے کہ اگلے پیغمبروں نے بھی کفار کے حق میں دعا کی کہ با آیات و روایات آپکے مذہب کے
ثابت ہے۔ حالانکہ کچھ مفید مدعو لہم کے حق میں نہیں ہوئی۔ پس اسی پر قیاس کر لیجئے۔ حال اس دعا کا جو حق
کافرین جاحدین میں ہوئی ایک حضرت نوحؑ ہیں انبیاء اولی العزم سے کہ اپنے بیٹے کے حق میں دعائے
نجات کی ... دوسرے حضرت ابراہیمؑ کہ اپنے باپ کی نجات کا سوال کیا ... ماجرائے حیرت افزا یہ ہے
کہ دنیا سے لے کر آخرت تک حضرت ابراہیمؑ کو اصرار رہا۔ تب بھی خدا نے نہ مانا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ابوہریرہ
سے روایت ہے ... اور قریب اسی کے درمنثور میں بھی ہے۔ پس جب سوال حضرت نوحؑ اپنے بیٹے کے
حق میں اور سوال حضرت ابراہیمؑ کا اپنے باپ کے حق میں قبول نہ ہوا۔ تو سوال جناب رسول خدا بھی اگر کافرین

کے حق میں نہ قبول ہُوا تو کیا قباحت ہے اور اگر کوئی کہے کہ عدم قبولیت دعا ان پیغمبروں کی تو آیات و روایات سے ثابت ہے۔ بخلاف دعا جناب رسول خدا کہ ایمان لانے عمرؓ سے قبولیت اس کی ثابت ہو گئی تو ہم کہیں گے کہ ایمان عمرؓ تو اول بحث ہی ہمارے آپکے درمیان ہے آپ ایمان عمرؓ بقبولیت دعا رسول خدا ثابت کیا چاہتے ہیں۔ پس اگر قبولیت با ایمان عمرؓ ثابت کیجئیگا تو دور مصرح لازم آئے گا۔ کہ جس میں کسی طرح اضمار نہیں اور ثانیاً لانسلم علت ایمان عمرؓ استجابت دعا تھی۔ اس لئے کہ دعا حق کفار میں مرجو الاجابت ہوتی ہی نہیں اگر ہوتی بھی ہے تو قبول ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ علت ایمان وہی طمع دنیا تھی۔ جو دیگر منافقین کے لئے باعث ایمان ہوئی۔ اور اگر فرضی مقارنت بین الدعا و ایمان العمرؓ کیجائے تو یہ مقارنت اتفاقی ہے جیسے درمیان شرطیہ ان کان لحمار ناهقاً فالعمر ناطق کے ہے۔ ثالثاً غایت مافی الباب ثبوت نہیں ہے مگر اسلام ظاہری کا وھو لیس من حقیقۃ الایمان فی شیئ خصوصاً نظر بعبارت حملہ حیدری کہ اس مقام پر آپ نے اپنا مستند ٹھیرایا۔ اس میں تو صاف موجود ہے کہ ایمان لانا بہ طمع دنیا بقول کاہن تھا اور ہم نے رد ایمان ابوبکرؓ میں بتوضیح تمام ثابت کیا۔ کہ ایسا ایمان کفر ہے۔ بلکہ بدترین کفر ہے۔

قول (شاہ جی)۔ کبھی اس دعا کی قبولیت سے انکار کر دیتا ہے اور کبھی وہ نظیریں دیتا ہے کہ جن سے خود بخود ہمارے دعوے کا اقرار ہو جاتا ہے... کہا کہ علت ایمان وہی طمع دنیا تھی۔ جیسا کہا کہ غایت مافی الباب ثبوت نہیں مگر اسلام ظاہری کا اور بھی کہا کہ ہم نے ردّ ایمان ابوبکرؓ میں بتوضیح تمام ثابت کر دیا۔

جواب۔ کب آپ نے ابابکرؓ کا ایمان رد کیا اور کس جگہ حضرت عمرؓ کے ایمان میں بھی طمع دنیا کا ثبوت دیا۔ وہ تو ہم کو بھی دکھلایئے۔

جواب شیعہ۔ مخاطب نے اعتراضات صاحب رمی الجمرات کے جواب میں ہاتھی کے کان جتنے دو صفحے سیاہ کئے لیکن اعتراضات کا جواب کچھ نہیں۔ بلکہ وہ ان عبارات ہی کو نہیں سمجھے۔ صاحب رمی الجمرات نے عبارت صدر میں اس بات کا جواب دیا ہے کہ جب انبیا کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے تو پھر کیا وجہ کہ حضرت رسولؐ اکرم کی دعا عمرؓ کے بارے میں قبول نہ ہوئی۔ کہ وہ ایمان حقیقی نہ لائے۔ اس کا جواب مسلمات اہلسنت کے مطابق دیتے ہیں۔ کہ کفار کے حق میں بقول آپکے انبیاء کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اگلے پیغمبروں نے بھی کفار کے حق میں دعا کہ بآیات و روایات آپ کے مذہب کے ثابت ہے پس اس نظیر سے آپ کے دعوے کا اقرار نہیں کیا۔ بلکہ انکار کیا۔ کفار کے حق میں دعا انبیاء کے مرجو الاجابت نہ ہونے کے جواب میں شاہ جی فرماتے ہیں۔ کہ پھر کیوں حضرت نوحؑ و ابراہیمؑ اور ہمارے حضرت نے خدا سے دعا مانگی۔ کیا وہ آشنا نہ جانتے تھے۔ شاہ جی نے اپنے ذہن میں تو اس کو

بطور اعتراض لکھا ہے لیکن درحقیقت یہ اعتراض ہمارے قول کا موید ہے۔ کیونکہ یہ مسلم ہے کہ انبیاء شرک و کفر و بت پرستی سے منع کرنے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں اور اس لئے کفار و مشرکین بت پرستوں سے انکو نفرت ہوتی ہے اور انکے تمام افعال محض للہ ہوتے ہیں۔ پس جب کہ انکو بت پرستوں سے نفرت ہوتی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ خدا کو یہ اچھے نہیں لگتے۔ تو پھر وہ انکے لئے مغفرت کی دعا مرجو الاجابت کیسے کر سکتے ہیں۔ اگر وہ اپنے مشرک رشتہ داروں کے لئے انکی قرابت کے لحاظ دعا مانگیں تو یہ بھی انکی شان سے بعید ہے کہ اپنی قرابت کا لحاظ دین میں کریں اور مبغوض و ممقوت خدا کا خیال نہ کریں۔ پس ان حضرات کے علو مراتب و عصمت کو مدنظر رکھ کر یہی کہنا پڑے گا۔ کہ ان حضرات کی ادعیہ خیر کفار کے حق میں بمصلحۃً ہوتی ہیں۔ اول کے ایمان کی تردید رمی الجمرات میں مفصل کی گئی ہے اگر آپ نہ دیکھیں تو ہمارا کیا قصور۔ احقاق الحق و معانی الاخبار وغیرہ سے جو احادیث ان حضرات ثلاثہ کی شان میں آپ نے لکھی ہیں انکا جواب تفصیلی مباحث فضیلت میں اگلے اوراق میں دیا گیا ہے

۸۔ **قول شاہ جی**۔ عیون اخبار میں جو بڑی معتبر کتب شیعہ سے ہے لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام موسےٰ رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ پیغمبر خدا نے یہ فرمایا کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ ان میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے اور یہ بھی فرمایا کہ چھوڑو میرے واسطے میرے اصحابوں کو۔ تو امام موصوف نے کہا کہ یہ صحیح ہے۔ پس اس سے پانچ باتیں حاصل ہوئیں۔ ایک تو اس حدیث کی صحت کو متواتر علماء شیعہ نے تصدیق کیا۔ دوسرا امام موسےٰ رضا علیہ السلام نے بھی اس کو صحیح فرمایا۔ تیسرا حضرت کے یار اصحاب کبار مثل ستاروں کے بے شمار ثابت ہوئے۔ چوتھا۔ یہ سب اصحاب بے خطا و رہنما تھے۔ انکی عیب جوئی و بدگوئی سے بھی حضرت نے منع فرمایا۔ اس میں شیعہ چند طرح کے اعتراض کرتے ہیں۔ اول کہتے ہیں کہ سائل نے ایک حدیث نجوم دوسری دعوائی اصحابی کا سوال کیا اور امام نے پچھلی حدیث کی نسبت ہذا صحیح کا جواب دیا... **جواب**۔ پہلے تو ہم اس حدیث دیگر کی بابت شیعوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ جب اس حدیث کو صحیح مانتے ہو تو پھر کیوں صحابہ کو برا کہتے ہو.... دوم۔ اس تمہاری پیچ تقریر کو بھی کون عاقل پذیر کرتا ہے۔ کہ سائل دونو حدیثوں کی بابت سوال کرے اور امام صرف پچھلی حدیث کا جواب دے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ سوال کے بعد جب امام نے ہذا صحیح کہا۔ تو سائل نے اس وقت دونو کی بابت سمجھا ہوگا۔ یا ایک کی نسبت اگر ایک کی بابت کہو تو سائل نے دوسری کی بابت کیوں استفسار نہ کیا۔ اگر دونو کی بابت تو پھر کیوں امام نے ایک مہمل لفظ کہہ کر سائل کو غلطی میں ڈالا۔ حضرت ہذا صحیح اس واسطے لفظ واحد کہ جب دونو حدیثوں کا مقصود بھی واحد ہے۔ اور

فضائل صحابہ کی بابت سائل کا سوال بھی واحد۔

جواب شیعہ۔ سائل نے امام علیہ السلام سے حدیث نجوم و دعوالی اصحابی (چھوڑ دو میرے واسطے اصحاب کو) کی بابت سوال کیا امام نے فرمایا ہذا صحیح (یہ صحیح ہے) ہذا یعنی یہ اشارہ قریب کے لئے آتا ہے اور دعوالی اصحابی جواب کے قریب تھی۔ اس لئے امام نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ سائل کو شبہ ہوا کہ آیا اس سے تمام صحابہ مراد ہیں۔ جن میں مبغضین و معاندین و محاربین اہلبیت بھی تھے۔ انکے لئے حضرت ایسا نہیں فرما سکتے۔ اس لئے امام نے ان صحابہ کی توضیح فرمادی جنکو چھوڑنے کا حکم ہے اور وہ توضیح اسی کتاب میں اس حدیث کے عین بعد درج ہے۔ جس کو شاہ جی نے بھی نقل کیا ہے۔ امام نے فرمایا اس سے وہ صحابہ مراد ہیں جنہوں نے رسالتمآب کے بعد دین میں اور حقوق اہلبیت میں کچھ تغیر و تبدل نہیں کیا۔ اور شیعہ انپر رحمت بھیجتے ہیں۔ ہاں جن میں یہ صفت نہیں انکو وہ نہیں چھوڑتے۔ اور ان پر ایسے فائر کرتے ہیں کہ جنکی آواز ملتان سے تلمبہ میں پہنچتی ہے۔ آپ سے افلاطون زمان و قطب دوران کی عقل شاید نہ مانتی ہو۔ کہ سائل کسی سے دو چیزیں مانگے اور وہ ایک ہی دے۔ سنو جج اللبیہ کے حق میں ارشاد ہے ھذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب (یہ علم و دولت ہماری عطا ہے۔ بخشش کر یا باز رکھ بغیر حساب کے) اور رسول اللہ کے بارے میں فرمایا ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا (جو رسول تم کو دے اسے لو۔ اور جس سے باز رکھے اس سے باز رہو) پس امام کا ہذا صحیح ایک ہی حدیث کی بابت کہنا درست تھا اور سائل اسی پر راضی ہوا اور جس سے حضرت نے باز رکھا وہ باز رہا۔ اگر حدیث نجوم صحیح ہوتی تو امام صاحب فرماتے کہ یہ دونوں صحیح ہیں۔ لیکن آپ حدیث نجوم کو کیسے صحیح فرما سکتے تھے۔ جب کہ اہلسنت بھی اس کی صحت کے قائل نہیں۔ اس لئے چونکہ امام نے دوسری ہی حدیث کو صحیح فرمایا تو سائل سمجھ گیا کہ اگر حدیث نجوم صحیح ہوتی۔ تو امام صاحب اس کی صحت کا بھی حکم لگاتے لیکن آپ نے اس کو صحیح نہیں فرمایا۔ اس لئے وہ غلط ہے اس کی تسلی ہو گئی اور اس نے سوال نہیں کیا پس حدیث عیون سے نہ حدیث نجوم کی صحت ثابت ہوئی۔ اور نہ اس حدیث کا تواتر ہمارے علماء کے اقوال سے[1] نہ دوسری حدیث ثلاثہ سے تبرا کرنے کی وجہ سے ہم پر کوئی الزام آیا۔ شاہ جی نے حدیث نجوم سے ایک عجیب نکتہ نکالا جس سے حلقہ امشائخ وجد میں آجائے۔ اور طبلہ و سارنگی کی ساز سب حق حق کرنے لگ جائیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے حضرت کے یار مثل ستاروں کے بے شمار ثابت ہوئے۔ واہ جی واہ۔ لیکن صوفیو! ایک میری بھی سنلو پھر حال کھیلنا اور سر دھننا۔ پیر بھائیو ستارے تو گنے نہیں جاتے اور نہ آجتک کسی نے انکو

[1] مخاطب کا مسکن یہاں ہے۔

گن۔ کیا صحابہ بھی اتنے تھے جو گنتی میں نہ آسکیں۔ آج تو انگریزوں نے ساری دنیا کے مسلمانوں کی تعداد معلوم کرلی ہے۔ اور تم صحابیوں یا ابتدائی مسلمانوں کو جو شمارۂ حالیہ اسلامیہ کا کروڑواں حصہ بھی شاید نہ ہوں۔ ان گنت کہتے ہو۔ کہو اللہ اللہ اور سر ہلاؤ۔

(شاہ جی) ۲۔ جب علماء شیعہ نے دیکھا کہ اب تو لاچار اس حدیث کی صحت کا ہم کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔ تب انکے صاحب عیون نے حدیث نجوم کے پیچھے اتنی عبارت اور بڑھادی یعنی مراد ان اصحاب سے جو حدیث میں مذکور ہیں وہ ہیں جنہوں نے کچھ تبدل و تغیر نہیں کی۔ پوچھنے والے نے امام سے پوچھا کہ یا حضرت ہم کیونکر جانیں۔ کہ اصحاب نے کچھ تبدل و تغیر کیا۔ امام نے جواب دیا کہ خود پیغمبر کی حدیث موجود ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کچھ لوگ صحابہ سے قیامت کے دن حوض سے علیحدہ کئے جائینگے تب میں کہونگا کہ خدایا یہ میرے اصحاب ہیں۔ تب اللہ فرماویگا۔ کہ تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے پیچھے کیا کیا بدعتیں بنائی ہیں اور وہ دوزخ کی طرف کھینچے جاوینگے۔ تب میں کہوں گا کہ دور ہو دفع ہو۔

جواب۔ اس حدیث کو حضرت نے اپنی امت کو ان لوگوں کی عبرت کیواسطے یہ ارشاد فرمایا جو حضرت کے بعد آپ کی طرح ملحد ہوگئے۔ اگر کہو کہ حدیث میں لفظ صحابی آیا ہے۔ سو بعض جگہ رجال منی امتی بھی آیا اور عرف عرب میں یہ قلت کے لئے بھی آتا ہے۔ اگر یہ فرماؤ کہ اس ارشاد سے تو حضرت کے زمانے والے لوگ مراد ہیں۔ سو صحابہ کے سوائے بھی تو اس قسم کے چند فرقے ہیں۔ جیسا کہ قوم بنی تمیم اور چند اقوام دیگر جو سبب وفات کے مرتد ہوگئے۔ چونکہ حضرت انکو مسلمان چھوڑ کر تشریف لے گئے تھے اس لئے حشر میں انکو اصحاب کہا جاویگا۔ اس حدیث حوض سے تو کوئی بھی حضرت کا اصحاب لائق عذاب نہ ہوا۔ سب کے سب باصواب رہے اور آپ کی بحث تو خاص ان اصحاب کبار پر ہے کہ جن مقبولین کو تمہارے ہی علماء اس حدیث سے مستثنے کرتے ہیں۔ جیسا کہ استقصاء ولا فہام میں ہے کہ ہرگز حدیث حوض در حق مقبولین اصحاب کرام جناب خیر الانام وارد نیست و ہرگز ایں حدیث بہ انہا منطبق نمے شود۔

جواب شیعہ۔ ہمارے جواب مذکورۃ الصدر کی تائید شاہ جی نے خود ہی کردی اور عیون ہی سے اصحاب ممدوحین کی تعریف بھی لکھدی۔ لیکن اپنی عادت کے موافق یہ بھی کہہ دیا کہ یہ تعریف شیعوں کی بڑھائی ہوئی ہے۔ خیر کچھ ہی ہو ہم تو اس ساری حدیث کو مانتے ہیں اور اس توضیح پر بھی ایمان ہے۔ اس لئے اس حدیث سے ہم پر نہ کوئی الزام قائم ہوا اور نہ تمام صحابہ کی تعریف نکلی۔ حدیث حوض کی مفصل بحث ہم دیباچہ کتاب ہذا میں کر چکے ہیں ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وارد ین علی

الحوض ومردودین عن الحوض خاص حضرت کے زمانے کے لوگ ہونگے جن کو حضرت اور وہ حضرت کو پہچانتے ہونگے۔ وہ کفارنہ ہونگے۔ بلکہ صحابی ہونگے۔ جو حضرت کے زمانے میں اسلام لائے۔ اور رجال من امتی اسی امر کی مشرح ہے کہ وہ امت حضرت سے ہونگے۔ اس سے آپ کا وہ کلیہ ٹوٹ گیا کہ تمام اصحاب مقبول ہیں اور رجال من امتی سے حضرت کے زمانے کے بعد کی امت مراد نہیں۔ کیونکہ وہ حدیثیں جن میں اصحابی کا لفظ آیا ہے زیادہ ہیں اور بخاری میں صحابی کی تعریف بدیں الفاظ لکھی ہے مین صحب النبی اور راٰہ من المسلمین فھو صحابی۔ صحابی وہ مسلمان ہے۔ جس نے نبی کریم کی زیارت کی یا آپ کی صحبت میں بیٹھا۔ اور بافرار آپکے رجال من امتی بعض حدیثوں میں ہیں۔ پس اکثر کو ترجیح ہے بعض پر اور اس لئے رجال من امتی کو اصحاب سے ہی متعلق کرنا چاہیئے۔ معلوم نہیں قلت کے لئے آپ کس لفظ کو لیتے ہیں۔ بہرحال اگر بنی تمیم ومانعین زکوٰۃ حدیث حوض کے مصداق ہیں تو یہ قلیل نہیں۔ بلکہ بقول آپکے بنی تمیم کے لوگ اور چند اقوام دیگر۔ اور انہی قوموں کے رجال کو قلیل آپ ایسا قلیل الفہم ہی کہہ سکتا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت کی وفات کے قریب مرتد ہوگئے۔ اگر ایسا ہوا تو حضرت اس وقت زندہ تھے آپ کو ضرور علم ہوا ہوگا۔ پھر حدیث حوض میں یہ کیوں کہا گیا کہ تو نہیں جانتا انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعتیں کیں۔ سوم یہ لوگ اس حدیث کے مصداق نہیں۔ کیونکہ اگر ارتداد مراد لیتے ہیں تو مانعین زکوٰۃ مسلمان ہی تھی۔ اسلام سے مرتد نہ ہوئے تھے اور نیز اکثر احادیث میں یہ ہے کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعتیں جاری کیں۔ اور بدعتی کا اطلاق مسلمان متبدع پر ہوتا ہے اور مانعین زکوٰۃ نے کوئی بدعت جاری نہیں کی۔ اور مرتدین تو دین سے ہی پھر گئے اس لئے انپر بدعت جاری کرنے کے الفاظ درست نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ وہ صحابہ ہیں جو بظاہر مسلمان ہی رہے لیکن دین کو متغیر کر دیا۔ بدعتیں جاری کردیں جیسے حضرت عمر نے فرمایا! فنعمت نعم البدعہ ہٰذہ انہوں نے اچھی بدعت قائم کی۔ اور اگر زیادہ تفحص کریں تو ثلاثہ ہی مصداق پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ امام مالک نے موطا میں بسند خود ابوالنضر سے بدیں لفظ حدیث نقل کی ہے انہ بلغہ ان رسول اللہ قال الشھداء احد ھؤلاء اشھد علیھم فقال ابوبکر الصدیق یا رسول اللہ السنا باخوانھم اسلمنا کما اسلموا وجاھدنا کما جاھدوا فقال رسول اللہ صلعم بلیٰ ولاکن لا ادری ما تحدثون بعدی فبکیٰ ابوبکر ثم بکیٰ ثم قال ائنا لکائنون بعدک۔ یعنے رسول خدا نے شہداء احد کے حق میں فرمایا کہ یہ شہید ہیں۔ گواہی دیتا ہوں میں انکے حسن انجام کی ابوبکر صدیق نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آیا ہم انکے بھائی نہیں ہم اسلام لائے جیسے وہ اسلام لائے اور جہاد کیا جیسا انہوں نے جہاد کیا۔ آنحضرت

نے فرمایا ہاں لیکن میں نہیں جانتا ہوں۔ کہ تم میرے بعد کیا احداث کروگے یہ واقعہ آخر عہد رسالت کا ہے۔ جب کہ آپنے شہداء احد وخفتگان بقیع کے لئے ادائے شہادت و دعاء خیر فرمائی ہے۔ کما فی مدارج النبوۃ وتاریخ الواقدی والمشکوٰۃ۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت کو آخیر تک انکے ثبات اسلام کا یقین نہیں تھا اور انہی کو مخاطب کرکے ما تحدثون بعدی فرمانا دلالت کرتا ہے کہ حدیث حوض کے مصداقین کا سروفتر اول ہی ہے فتدبر بعین الانصاف

قول شاہ جی ۔ اس حدیث نجوم کی صحت تو ہم دوسرے طریق سے بھی ثابت کر دکھلاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے ملا حیدر علی آملی اثنا عشریہ بھی کتاب جامع الاستفسار میں اس حدیث کو اسطرح لکھتے ہیں انا کالشمس وعلی کالقمر واصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم یعنے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ میں مثل آفتاب کے ہوں اور علی مانند چاند کے اور میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ جس کسی کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے ... اور تمہارے شیخ صدوق صاحب بھی کتاب معانی الاخبار میں یہ حدیث یوں لکھتے ہیں عن جعفر بن محمدؑ عن آبائہ علیھم السلام قال قال رسول اللہ ما وجدتم فی کتاب اللہ عزوجل فالعمل لکم بہ لاعذر لکم بہ ترکہ وما لم یکن فی کتاب اللہ عزوجل وکانت فیہ السنۃ منی فلا عذر لکم فی ترک سنۃ منی فما قال اصحابی فقولوا بہ انما مثل اصحابی فیکم کمثل النجوم بایھا اخذ اھتدی وبای اقاویل اصحابی اخذتم اھتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمۃ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ فرمایا پیغمبر خدا نے جو پاؤ تم خدا کی کتاب میں اس پر عمل کرو کوئی عذر تم کو اس کے ترک پر نہیں ہوسکتا۔ اور جو کتاب خدا میں نہ پاؤ۔ اس میں میری سنت پر عمل کرو کوئی عذر تم کو میری سنت کے ترک پر نہیں ہوسکتا اور جس کو میری سنت نہ ملے تو عمل کرو اس پر جو کچھ میرے اصحاب نے کہا ہو کیونکہ میرے اصحاب تمہارے بیچ میں ایسے ہیں جیسا کہ ستارے ہیں جس کسی ستارے کو کوئی لے وہ راہ پر پہنچ جائے گا اسی طرح میرے اصحاب ہیں۔ جس کسی کا قول پکڑوگے ہدایت پاؤگے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے واسطے رحمت ہے۔

جواب شیعہ ۔ جامع الاستفسار تو میرے پاس نہیں۔ کہ میں عبارت منقولہ کو اس میں دیکھ سکوں لیکن چونکہ تمام مقامات پر مخالف کی خیانت نقل عبارت میں ثابت ہوچکی ہے اس لئے یہاں بھی ضرور کچھ کارروائی کی ہوگی۔ جیسے کہ معانی الاخبار کی حدیث کے آخری حصہ کو جس میں اس حدیث کی شرح ہے۔ مخاطب نے عمداً نقل کیا تاکہ انکا پول نہ کھل جائے اس حدیث کے بعد یہ الفاظ ہیں فقیل یارسول اللہ من اصحابک قال اھلبیتی قال محمد بن علی مؤلف ھذا الکتاب ان اھل البیت

فمایختلف علیھم السلام لا یختلفون ولکن یفتون الشیعہ بمر الحق وربما افتوھم بالتقیہ فما یختلف من قولھم فھو للتقیہ والتقیہ رحمۃ للشیعہ یعنے رسول اللہ سے پوچھا گیا کہ یہ اصحاب جو مثل ستاروں کے ہیں کون ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے اہلبیت۔ مولف معانی الاخبار فرماتے ہیں کہ اہلبیت اختلاف نہیں کرتے لیکن وہ تلخی حق سے شیعوں کو آزماتے ہیں اور اکثر انہوں نے فتوے دیا ہے تقیہ سے پس جو کچھ اختلاف انکے اقوال میں ہے وہ بسبب تقیہ کے ہے اور تقیہ شیعوں کے لئے رحمت ہے پس آپ کا اس حدیث کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرنا موجب کمال حیرت ہے۔ بلکہ آپ کے لئے باعث عار وفضیحت ہے۔

قال المخاطب متعصب العظیم۔ صاحب رمی الجمرات۔ یہ حدیث ہمارے نزدیک احاد سے ہے اور اس کی صحت ہم پر ثابت نہیں بامحمول بر تقیہ ہے اور یہ جواب اجمالی کل جگہوں پر جاری وساری ہے

قول (شاہ جی) حضرت سلامت احاد اس کلام کا نام ہوتا ہے۔ جو کہیں ایک روایت ضعیفہ سے کسی غیر معتبر کتاب میں ارقام ہوا اور جس کا رواج بھی عام نہ ہو دیکھو یہ حدیث شریف تو تمہاری چند معتبر کتابوں سے بروایات متواتر ثابت ہے چنانچہ اس حدیث کی صحت کا امام باقرؑ وصادقؑ وموسے رضاؑ بھی اقرار فرمائیں اور جس کو آپکے سب راوی بھی صحیح بنائیں۔ جیسا کہ صدوق نے معانی الاخبار میں علامہ طبرسی نے احتجاج میں۔ باقر مجلسی نے بحار الانوار میں۔ حیدر آملی نے جامع الاستفسار میں اس کی صحت کا اقرار کیا۔ اس کی صحت وتصدیق تو امام صادق سے بھی ثابت ہوئی جو بقول شیعہ تقیہ سے مستثنے تھے۔ جیسا کہ تمہاری بحار اور کافی میں لکھا ہے کہ صحیفہ میں امام صادقؑ میں یہ حکم تھا۔ کہ تمام مخلوق کو فتوے دو اور کسی سے خدا کے سوا نہ ڈرو۔

جواب شیعہ۔ مہربانی فرما کر مندرجہ بالا کتب کی وہ عبارات نقل کیں جس میں عام صحابہ کو نجوم سے تشبیہ دی گئی ہو۔ ورنہ کسی ہمارے عالم ہی کا قول بتلا دو۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے اقلاً بطریق محدثین اس حدیث کا تواتر ہی ثابت کر دو اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپکے مذکورہ بالا تمام دعاوے جھوٹے ہیں شیعہ تو کجا خود علماء اہلسنت بھی حدیث نجوم کی صحت سے منکر ہیں۔ چنانچہ ابن تیمیہ نے منہاج الکرامہ میں لکھا ہے واما قولہ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم فھذا الحدیث ضعیف ضعفہ ائمۃ الحدیث قال البزاز ھذا حدیث لا یصح عن رسول اللہ ولیس ھو فی کتب الحدیث المعتمدہ الخ۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرمایا ہے قد ذکر ابن الحجر العسقلانی انہ ضعیف بل ذکر عن ابن الحزم انہ موضوع باطل۔ اسی طرح شرح منہاج الاصول۔ علل متناھیہ

فی احادیث الواہیہ اور شرح مسلم مولوی عبد العلی۔ صبح صادق شرح منار۔ میزان ذہبی۔ شرح شفا قاضی عیاض میں اور احمد حنبل محب الدین طبری اور زین الدین عراقی نے اس حدیث نجوم کو ضعیف۔ موضوع۔ باطل کثیرۃ العلل شدیدۃ التنزل بتلایا ہے پس جب صحابہ پرست علما ہی اس کی صحت سے منکر ہیں تو بھلا شیعوں کی کتابوں سے اس کی صحت کہاں ثابت ہو سکتی ہے۔ ان شیعوں کے یہاں اس حدیث میں صحابہ سے اہلبیت مراد ہیں۔ اور انہی حضرات کو نجوم سماء سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جیسے کہ نہج البلاغہ میں جناب امیر فرماتے ہیں الا ان مثل ال محمدؐ کمثل نجوم السماء آل محمدؐ کی مثال مثل ستارگان آسمان کے ہے اور آپ کے ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی نے ہدایت السعداء میں لکھا ہے چوں زمانہ آخر آید وماند شب تار شود ظھر الفساد فی البر والبحر فساد القلوب علی قدر افساد الزمان ثم یغشوا الکذب ودراں وقت کہ ماہتاب ولایت علیؑ غروب کند بسیارگان ولایت کہ خلفاء علی اند اذن واجازت باقی وپایندہ باشد وبالنجم ھم یھتدون وبایھم اقتدیتم اھتدیتم چوں مصطفےؐ مانند آفتاب وعلی مانند ماہتاب وخلیفہ گان علی مثل ستارگان اند باوجود آفتاب بہمہ منگرند وباوجود ماہ وستارگان نشمرند دیکھئے انہوں نے بھی علی کے خلفا یازدہ آئمہ کو نجوم ولایت کہا ہے اور بایھم اقتدیتم اھتدیتم انکی شان میں لکھی ہے

حدیث نجوم درباره عام صحابہ کو حضرت رضاؑ نے صحیح نہیں فرمایا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا اور نہ امام صادقؑ نے کیونکہ معانی الاخبار میں جو روایت حضرت صادقؑ سے منقول ہے وہ دربارہ اہلبیت ہے اور حضرت باقرؑ کی کوئی حدیث آپ نے نہیں لکھی، پھر حدیث نجوم کی صحت انکی طرف کیسے منسوب کر دیا اور امام صادقؑ کے تقیہ سے مستثنے ہونے کے بارے میں جو حدیث آپ نے لکھی ہے اس کا جواب بحث فدک میں آئے گا۔ یہاں بطریق محدثین لکھتا ہوں۔ حدیث مذکور اصول کافی باب ان الائمۃ علیھم السلام لم یفعلوا شیئاً ولا یفعلون الا العہد من اللہ عز وجل وامر منہ لا یتجاوزونہ کی دوسری حدیث ہے مجلسیؒ نے اس کی شرح مرآۃ العقول جلد اول صفحہ ۲۰۱ میں اس کو مجہول لکھا ہے پس اگر یہ حدیث عدم تقیہ صادق کے بارے میں ہی ہو تو بھی ہم پر اس سے الزام نہیں آسکتا۔ کیونکہ یہ حدیث حسن بھی نہیں چہ جائیکہ صحیح ومتواتر ہو۔

رمی الجمرات۔ حضرت سلامت شیعوں کا اعتقاد کہ وہ آپکے اعتقاد کے نہایت برخلاف ہے یہ ہے کہ آپ کے حضرات ثلاثہ ان سب صفات کے جامہ زیب نہیں کافر منافق مرتد آثم فاسق ظالم الغرض مجموعہ ان سب صفات مکمل الذات کے یہی حضرات ہیں۔ پس اس صورت میں ضرور ہے کہ پہلے حسن و

دعوی حضرات ثلاثہ کسی دلیل قطعی سے ثابت فرمایئے۔ تب ہوس آنکی مصداق حدیث نجوم ہونے کی دل میں لایئے۔

اقول (شاہ جی) تمہاری کتاب اطواق الحمامہ میں امام موید باللہ زیدی شیعہ نے لکھا ہے کہ جب ایک گمراہ ٹولہ بدخواہ حضرت ابوبکر و عمر کی عیب جوئی و بدگوئی کر رہا تھا۔ فرمایا جناب امیرؑ نے کیا حال ہے اس قوم کا جو ذکر کرتے ہیں دو برادر رسول کا اور دو وزیر انکے کا۔ اور دو سردار قریش کا اور دو باپوں مسلمانوں کے کا۔

جواب شیعہ۔ یہ حدیث اثنا عشری شیعوں کی کتاب میں نہیں۔ بلکہ بقول مخاطب ایک زیدی کی کتاب میں ہیں اور شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ کے باب اول میں فرقہ زیدیہ کو اہلسنت سے شمار کیا ہے پس اپنے گھر کی باتوں سے شیعوں پر کچھ الزام نہیں آسکتا۔ باقی حدیثوں کا جواب اس کتاب کے دیگر مقامات میں دیا گیا ہے۔

رمی الجمرات۔ اگر حدیث نجوم کو اہلسنت مسلم کریں۔ پھر شیعوں کو واسطے ابطال حدیث اقتدا کے حاجت کسی دلیل کی نہ ہوگی۔ بلکہ یہی حدیث نجوم واسطے ابطال خلافت شیخین کے کافی ہوگی۔ اس لئے کہ جب کل صحابہ کی اقتدا کا حکم ہوا تو تخصیص اقتدا شیخین لغو ہوگی اور اگر حکم اقتدا دلیل خلافت ہو۔ تو چاہیے کہ کل صحابہ خلیفہ بن جائیں۔ یہی مقام ہے کہ جب اہلسنت یہاں آتے ہیں تو بوڑی پھنس جاتے ہیں۔

اقول شاہ جی۔ حضرت اسی طرح کوئی آپ کو بھی کہے کہ تمام اہلبیت مصطفےٰ کی اقتدا بھی تو آئمہ کی امامت کو باطل کرتی ہے۔ فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔ کجا اس حدیث کا معنے اور کجا اس میں تمہارا خلافت کا راگ گانا۔ آپ نے اہلسنت پر بڑا احسان کیا کہ اس حدیث کو خلافت کی نظیر میں تحریر کیا تب اس کا یہ معنے ہوا۔ کہ سب میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ ان میں سے جس کسی کو خلیفہ و رہنما بناؤ گے اسی سے ہدایت پاؤ گے۔ پس اس میں تو اجماع امت بھی روا ہوا۔

جواب شیعہ۔ اگر حدیث نجوم سے اقتدائے جمیع صحابہ ثابت ہوتی ہے۔ تو اس میں یہ بھی ہے کہ جس کسی صحابی کی اقتدا کی جاوے اسی سے ہدایت یابی ہوگی۔ دور اول ہی کو لیجیے حضرت سعد بن عبادہ ایک بزرگ صحابی تھے اور انصاری تھے اور بخاری میں حدیث ہے آیۃ المنافق بغض الانصار (منافق کی نشانی انصار سے بغض رکھنا ہے) جس وقت حضرت ابوبکر کی بیعت کی گئی تو اس سے بھی بیعت کے لئے کہا گیا تو اس نے انکار کیا اور یہ جواب دیا۔ وایم اللہ لو ان الجن اجتمعت لکم

مع الانس ما بایعتکم حتی اعرض علی ربی و اعلم ما حسابی (بخدا اگر جن بھی انسانوں کے ساتھ مل کر تمہاری بیعت کرینگے تو بھی میں تمہاری بیعت نہ کروں گا۔ یہاں تک کہ میں اپنے رب کے حضور میں پیش کیا جاؤں اور اپنا حساب سامنے دیکھ لوں۔ فقال عمر قتلہ اللہ بخاری ص۱۷۵ ج۲ (عمر نے کہا سعد پر خدا لعنت کرے) اور تاریخ طبری میں ہے قتلہ اللہ انہ منافق (عمر نے فرمایا خدا اس پر لعنت کرے وہ منافق ہے) اس سے ثابت ہوا کہ سعد خلافت ابوبکر سے منکر تھا اور وہ انصاری صحابی تھا پس اگر شیعہ بھی باقتدا سعد اس خلافت کے منکر ہوئے تو وہ بھی بمصداق حدیث نجوم ہدایت یافتہ ہوئے اور عمر صاحب کے لعنت کرنے سے تبرا کا جواز بھی ثابت ہوگیا اور کتاب موفقیات میں فروہ بن عمر صحابی جلیل کو بھی متخلفین عن بیعۃ ابی بکر یہ لکھا ہے۔ شرح ابن الحدید جلد اول ص۲۹۲ اور حافظ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں بسند ابن عساکر اور ابن شیبہ نے مصنف میں لکھا ہے ذکر عثمان بنی امیہ فقال واللہ لو ان مفاتیح الجنۃ بیدی لاعطیتہا بنی امیہ ولاستعملنہم علی رغم من رغم فقال عمار بن یاسر فان ذلک برغم بانفی قال ارغم اللہ انفک قال عمر بانف ابی بکر و عمر فغضب عثمان فقام الیہ فوطیہ۔ عثمان نے فرمایا کہ اگر جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوتیں تو میں بنی امیہ کے حوالہ کر دیتا اور البتہ میں انکو عامل امصار کروں گا۔ برزعم اس شخص کے جس کی ناک رگڑی گئی ہے۔ عداوت بنی امیہ میں عمار نے کہا یہ مجھے کہا۔ عثمان نے کہا خدا تیری ناک رگڑے۔ عمار نے جواب دیا۔ خدا ابوبکر و عمر کی ناک رگڑے۔ عثمان نے غضبناک ہوکر عمار کو پھینٹ ڈالا۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت عمار خلفاء ثلاثہ سے منحرف تھے۔ اس کی طبیعت میں ہم بھی منحرف ہیں۔ پس حدیث نجوم کی رو سے ہم ہدایت یافتہ ہیں۔

ایک اور کارروائی صحابہ ملاحظہ فرمایئے۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد اول ص۱۶۵ میں لکھا ہے۔ فلما تکاثرت احداثہ و تکاثر طمع الناس فیہ کتب جمیع اہل المدینۃ من الصحابۃ و غیرہم الی من بالآفاق ان کنتم تریدون الجہاد فہلموا الینا فان دین محمد قد افسدہ خلیفتکم فاخلعوہ (جب خلافت عثمان میں فتنے زیادہ ہوئے اور زیادہ ہوا طمع لوگوں کا اس میں تو تمام اہل مدینہ نے جن میں صحابہ و دیگر لوگ یعنی تابعین شامل تھے۔ جہاں کے لوگوں کو ایک گشتی چٹھی لکھی کہ اگر تم جہاد کرنا چاہتے ہو تو آؤ کیونکہ دین محمدؐ کو تمہارے خلیفہ نے خراب کر دیا ہے۔ اس کو اس منصب سے اتار دو اور اس کی توثیق خود خلیفہ جی یوں کرتے ہیں جزاکم اللہ یا اصحاب محمدؐ عنی شرا اذعتم السیئۃ و کتمتم الحسنۃ و اغریتم بی غوغاء الناس الخ (کنز العمال تبویب جمع الجوامع سیوطی فضائل

عثمان۔ وذکر مصری واس کے قتل ہیں) یعنے لے اصحاب پیغمبر تم نے غوغائے مردم کو مجھ پر برانگیختہ کر دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمام اہل مدینہ حضرت عثمان کے برخلاف تھے۔ خصوصاً عمرو بن الحمق محمد بن ابی بکر عبد الرحمن بن اویس رضوانی۔ ابوالحسن العقبے المازنی الانصاری۔ زبیر مبشر بالجنۃ۔ فروہ بن عمرو وقۃ البیاضی الانصاری۔ محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ القرشی العبشمی کما ذکرہم صاحب الاستیعاب وعمرو عاص فاتح مصر کما ذکرہ فی ترجمۃ ابن ابی السرح ونعمان بن عجلان المرادنی لسان الانصار کما ذکرہ فی ترجمۃ المازنی المذکور وطلحہ مبشر بالجنہ کما فی اصابہ وجبلہ من عمرو الانصاری کما فی تاریخ الواقدی۔ وام المومنین عائشہ لقولہا اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا کما فی تاریخ الواقدی وابن عمر کما یتر شح من قولہ ما کان منا الاخاذل اوقاتل عثمان (ان میں سے کوئی نہ تھا جو عثمان کو ذلیل کرنے والا یا قتل کرنے والا ہو) وآٹھ سو صحابی کما قال ابو سعید الخدری انہ سئل عن مقتل عثمان ہل شہدہ اصحاب رسول اللہ فقال نعم شہدہ ثمانیۃ مائۃ۔ وروی شعبہ بن سعد بن ابراہیم قال انما قتل اصحاب رسول اللہ (عثمان کو اصحاب رسول نے قتل کیا) کما نقلہ الواقدی فی تاریخہ وابن ابی الحدید فی شرحہ جلد اول صفحہ ۱۲۸-۱۳۴ اور منہاج السنہ ابن تیمیہ میں ہے والذین اتفقوا علے قتلہ الالف اونحوہم (ہزار آدمیوں نے قتل عثمان پر اتفاق کیا) اس سے ثابت ہوا۔ کہ اگر حدیث نجوم دربارۂ صحابہ صحیح ہے تو خاذلین وقاتلین عثمان بھی چونکہ صحابہ تھے اور ایک دو نہیں بلکہ آٹھ سو یا ہزار۔ پس اگر کوئی انکی تبعیت میں حضرت عثمان صاحب کی ذلت کرے۔ تو وہ حق پر ہوگا اور اگر خلافت میں اجماع صحابہ کو دلیل حقیت خلافت قرار دیا گیا۔ تو یہ اجماع زیادہ سزاوار ہے کہ اس کو بھی حق کہا جائے اور ذلت وقتل خلیفہ جی کو درست وواجبی تسلیم کیا جائے۔ کیوں شاہ جی اب تو آپ کو حدیث نجوم پیش کرنے کا مزا آگیا ہوگا۔ اب آپ کو اختیار ہے۔ خواہ قہقہے لگائیں یا نالہ وفغاں کریں۔ اس حدیث کے ذیل میں صاحب رمی الجمرات نے خلافت کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ آپ ثلاثہ کی فضیلت کے راگ محض انکی خلافت کے اثبات کے لئے گایا کرتے ہیں۔ اور خلیفہ امام ومقتدائے خلق ہوتا ہے اور اس حدیث میں سب صحابہ کو مقتدا کہا گیا ہے پس بتخصیص ثلاثہ یہ خلافت کیونکر جائز ہے اور اہلبیت کے حق میں یہ اعتراض نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ سب کے سب مقتدائے خلق ہیں اور یہ بارہ امام ہیں جو سب کے سب خلفاء رسول ہیں۔ برخلاف صحابہ کے کہ وہ سب کے سب خلیفہ نہیں ہیں۔ اس کے بعد شاہ جی اپنے ان علماء کی تحریرات دیکھنا چاہتے ہیں جنہوں نے اس حدیث کی صحت سے انکار کیا ہے اور انکو ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ اس کے بعد صاحب رمی الجمرات

نے ایک بہت لطیف تقریر کی ہے لیکن شاہ جی نے اس کے جواب میں وہی باتیں کہی ہیں۔ جو پہلے کہہ چکے ہیں۔ چونکہ ان میں کوئی نیا اعتراض یا ایراد نہ تھا۔ اس لئے بخوف تطویل ہم نے انہیں یہاں نقل نہیں کیا۔ ہاں ایک دو باتیں ہیں جن کو یہاں نقل کر کے پھر ان کا جواب دیا جائے گا۔ اول تو شاہ جی فرماتے ہیں کہ اصحاب سے اہلبیت مراد لینا بھلا کون تعجب نہ کرے گا۔ کیونکہ آج تک تو تمام خاص وعام میں ان ہر دو الفاظ کا معنے جدا جدا آیا ہے۔ دوسرا جب لفظ اصحاب سے اہلبیت مراد لی جائے تو آپ کے مذہب تشیع کی مٹی ہی خراب ہوگی کیونکہ اگر کوئی خارجی بھی یہ معنے سنکر آپ کو کہے کہ حدیث حوض میں بھی اصحابی اصحابی کے ارشاد سے تو اہلبیت مراد ہیں۔ تب آپ اس کو کیا جواب دو گے۔ تنبیہ۔ اول تو اس حدیث کے پیچھے آپ نے لم یغیر ولم یبدل کا دم لگایا اور اسی کی نظیر میں حدیث حوض کو تحریر کیا اور اب اس حدیث سے مراد اہلبیت کو لیا۔ پھر تو اس حدیث نجوم کے یہ معنے ہوئے کہ وہ اہلبیت مثل ستاروں کے ہیں کہ جنہوں نے کچھ تبدل وتغیر دین میں نہیں کیا اور جو معاذ اللہ مرتد نہیں ہوئے۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کون تمہارے اہلبیت ہیں جنہوں نے بقول تمہارے دین رسول میں تبدل وتغیر کیا اور جو مرتد ہوئے اور جو دوزخ میں ڈالے جاوینگے۔ چہارم جو مخاطب نے کہا کہ صحابہ ہی سہی۔ مگر اس میں کل صحابہ مراد نہیں۔ جواب یہ تو ہم نے آگے بھی ثابت کر دیا ہے اور بھی کرینگے۔ کہ کل حضرت کے اصحاب یا ثواب تھے اور وہی سب کے سب اہلبیت کے بھی اصحاب تھے۔ کوئی بھی ان میں یار خطاوار نہ تھا۔ پنجم۔ جو کہا۔ کہ اس میں صحابہ منافقین وظالمین داخل نہیں۔ جواب بھلا کون بیوقوف کہتا ہے کہ رسول خدا ظالمین وفاسقین کو اپنا اصحاب بناتا ہے یا انکی یہ تعریف فرماتا ہے۔ معاذ اللہ جن کی اس حدیث میں تعریف تھی وہ سب بے خطا ستاروں کی طرح رہنما تھے۔

چنانچہ بارہ ہزار یار وفادار تو ہم نے خود تمہاری ہی کتابوں سے ثابت کر دیئے ہیں جیسا کہ آپکے ابوجعفر محمد بن شیخ بابویہ قمی نے لکھا ہے۔

جواب شیعہ۔ پہلے ہم وہ مباحث لکھتے ہیں جن کا یہ جواب دیا گیا ہے۔ صاحب رمی الجمرات فرماتے ہیں۔ اول شیعہ اس حدیث کو اخبار احاد سے جانتے ہیں کہ مقام اعتقاد میں جس پر اعتماد نہیں رکھتے۔ ثانیاً سلمنا اخبار احاد سے نہیں لیکن لانسلم کہ جس طرح سے روایت کرتے ہو۔ اسی طرح ہماری کتب میں بھی ہو۔ بلکہ ہماری کتب میں زیادتی تقیید وتفسیر با اہلبیت ہے پس بدون اس تفسیر و تقیید کے ہم تسلیم نہیں کرتے اور اگر کوئی مخالف اس تغییر کو تسلیم نہ کرے۔ بجز اس کے تسلیم کے

ہم پر الزام نہیں عائد ہو سکتا۔ ثالثاً تفسیر نہ ہی سہی۔ لاکن لانسلم مراد اس سے صحابہ ہیں۔ بلکہ اہلبیت ہیں۔ اور قول تمہارا کہ اطلاق لفظ اصحاب اہلبیت پر مطلقاً جائز نہیں باطل ہے۔ کما ستعرف رابعاً سلمنا کہ صحابہ ہی مراد ہیں لیکن لانسلم کہ کل صحابہ مراد ہیں۔ بلکہ صحابہ اہلبیت مراد ہیں پس طبقہ صحابہ میں اقتدا بصحابہ اہلبیت بحیثیت حدیث واجب ہے اور طبقۂ غیر صحابہ میں بھی اقتدا باہلبیت بدلائل دیگر بعض سابق علے اللہ حق واجب ہے اور کچھ ضرور نہیں کہ وجوب اقتدا اہلبیت ایک ہی دلیل سے ثابت کیا جائے اگر صحابہ اہلبیت کی اقتدا ایک دلیل سے اور اہلبیت غیر صحابہ کی اقتدا بدلیل دیگر ثابت ہوئی تو کیا ضرور ہے۔ خامساً سلمنا کہ صحابہ اہلبیت سے عم مراد ہیں لیکن لانسلم کہ منافقین ومرتدین وغاصبین وظالمین اس میں داخل ہوں بلکہ موقنین مومنین کاملین جو مصداق لم یغیر ولم یبدل ہیں مراد ہیں کہ مرجع انکی اقتدا کا طرف اقتداء اہلبیت ہے اس لئے کہ اقتدا اس اقتدا کی جو اقتدائے معصوم ہے عین اقتدا معصوم ہے اور اس لئے کہ کل انکے متقدا اس کے ہیں۔ اقتدا مخصوص باہلبیت ہے یا اقتدا سے اقتدا خبری مراد ہے نہ کلی یعنے قولاً وفعلاً وتقریراً اس لئے کہ بدلائل قطعیہ ہمارے نزدیک یہ امر مخصوص معصومین ہے انتہیٰ۔ یہ وہ بے نظیر تحریر ہے جس کا ایک ایک لفظ قابل غور وخوض تھا۔ لیکن مخاطب بیچارے کا ذہن اس کے معانی کافیہ ومطالب شافیہ کے ادراک سے قاصر اور انکا فہم سلیم میزان نجات میں خاسر ہے۔ اس لئے انہوں نے خلط مبحث کر کے ناظرین کو مغالطہ میں ڈالنا چاہا۔ لیکن کہیں خاک ڈالنے سے حق چھپ سکتا ہے۔ پہلے تو یہ چالاکی کی کہ وہ عبارت رمی الجمرات نہیں لکھی جس میں اطلاق لفظ اصحاب بر اہلبیت ثابت کیا گیا ہے۔ اب ہم دکھلاتے ہیں کہ حقیقی اصحاب تو یہی ہیں۔ اور اگر زیادہ تفصیلی جواب دیکھنے کا شوق ہو تو ہمارا رسالہ الانصاف بحث والذین معہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ تو آپ کو بھی مسلم ہے کہ حضرت علیؑ وفاطمہؑ وحسنینؑ علیہم السلام رؤس اہلبیت صحابہ رسولؐ تھے۔ بلکہ انکو اتصال حقیقی تھا۔ ذات رسول سے۔ علیؑ کو قرآن میں نفس رسول کہا گیا۔ زہرا کو بضعۃ منی اور حسنین آئینہ جمال محمدی و پیر تو کمال احمدی تھے۔ پس جب آپ ثلاثہ جیسے لوگوں کو اصحاب میں شمار کرتے ہو تو کیا اہلبیت کو اصحاب نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں انکو علاوہ اصحاب حقیقی ہونے کے اہلبیت ہونیکا بھی شرف حاصل ہے۔ صاحب رمی نے علی التنزل ایک ایک بات مانکر اس کا جواب دیا ہے اور شق ثانی میں جہاں اس حدیث نجوم میں اصحابی کا مفسر باہلبیت ہونا لکھا ہے وہاں لم یغیر ولم یبدل کی قید نہیں لگائی۔ کیونکہ اہلبیت بوجہ عصمت وطہارت ونزول آیہ تطہیر درشان اونکے معاصی سے بھی مبرا ہیں۔ تغیر وتبدل دین وارتداد تو درکنار۔ دوم حدیث ثقلین میں سرور عالمین نے مطلقاً انسے تمسک کرنے کا حکم دیا ہے اور

انکے متمسک کو لن تضلوا کی بشارت سنائی ہے پس اگر انسے وقوع معاصی ممکن ہوتا تو رسول خدا حدیث ثقلین میں فرما دیتے۔ کہ جب تک یہ حق پر رہیں انسے تمسک کرو۔ اس لئے اگر کوئی خارجی مردود حدیث حوض میں تاویل اصحاب باہلبیت کریگا۔ تو اس کو ہم یہی جواب دینگے۔ کہ رسول اللہ کو اہلبیت کے بارے میں اطمینان تھا جیسا کہ حدیث ثقلین سے ظاہر ہے اور صحابہ کے بارے میں احداث فی الدین کرنے کا یقین تھا جیسا کہ حدیث موطا سے بیان ہو چکا۔ علاوہ بریں ساقی حوض اہلبیت ہونگے جیسا کہ مشہور ومعروف ہے۔ پس اہلبیت کے حق میں حدیث حوض نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ دیگر صحابہ کے بارے میں ہے اور اوپر بیان ہو چکا کہ جہاں صاحب رمی نے اہلبیت مراد لی ہے وہاں لم یغیر کی قید نہیں لگائی۔ اور اگر آپ ضرور یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ اہلبیت سے کون مرتد ہوئے۔ تو اول تو ہم یہی کہیں گے کہ اہلبیت نبوت ورسالت سے تو کوئی نہیں ہوا اور نہ وہ ہو سکتے تھے۔ ہاں جن کو آپ نے اہلبیت بنایا ہے۔ یعنے ازواج ان میں سے وہ کو یہ شرف ضرور حاصل ہوا۔ ان میں سے ایک کا نام بی بی عائشہ صاحبہ ہے۔ کیونکہ وہ بعد از پیغمبر اونٹ پر چڑھ کر نفس پیغمبر سے لڑیں۔ جن کے حق میں نبی کریم نے فرمایا تھا یا علی حربك حربي (اے علی تیری لڑائی میری لڑائی ہے) اور محارب نبی بالاتفاق کافر ومرتد ہے۔ کیوں شاہ جی اب تسلی ہو گئی۔ ان بارہ ہزار اصحاب کو جن میں سے اکثر حیات رسولؐ میں جنگوں میں شہید ہو گئے اور کچھ بعد باقی رہے اور جن کو ابن بابویہ نے ذکر کیا ہے۔ انکو ہم جانتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ثلاثہ انسے خارج ہیں۔

مطاعن

اب شاہ جی اپنے آپ کو جواب رمی الجمرات سے سبکدوش کرتے ہیں۔ حالانکہ ساری کتاب ابھی لاجواب پڑی ہے اور ازالۂ مطاعن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں:۔ اب ہم شیعوں کے وہ مطعن بھی بیان کر کے انکا بطلان کرتے ہیں کہ جن کو یہ ہمیشہ اپنا ورد بناتے اور لوگوں کو سناتے ہیں:۔

طعن اوّل

شیعہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن صحابہ حضرت کو نماز سے چھوڑ کر چلے گئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں جابر بن عبداللہ سے روایت ہے بینما نحن نصلی مع النبیؐ اذا قبلت عیر تحمل طعاما فانفضوا الیہا حتی ما بقی مع النبی الا اثنا عشر رجلا فنزلت ھذہ الآیہ واذا راوا تجارۃ الخ۔ یعنے جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت کے ساتھ نماز میں تھے کہ ایک قافلہ غلہ لے کر آیا۔ سب اس طرف متوجہ ہو گئے اور بارہ آدمیوں کے سوا حضرت کے ساتھ کوئی باقی نہ رہا تو یہ آیت نازل ہوئی اذا راوا تجارۃ الخ

جواب (شاہ جی) اصحاب ثلاثہ اس طعن سے مستثنےٰ ہیں نہ یہ کہیں گئے نہ حضرت کو چھوڑا دیکھو یہ عشرہ مبشرہ تو ان بارہ آدمیوں میں تھے جو اس وقت حضرت کے پاس موجود رہے۔ اس کام کا تاوان صحابہ پر بھی کوئی الزام نہیں آتا جو اس وقت حضرت کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ کیونکہ نہ تو خدا نے انکو سزاوار بنایا۔ نہ کچھ حضرت نے کسی کو برا فرمایا۔ دیکھو وہ آیت بھی لکھ کر ہم تم کو جھٹلاتے اور انکو بری بناتے ہیں۔ چنانچہ جمعہ کے دن ایک قافلہ آیا جب نقارے کا آواز سنا تو بارہ آدمی عشرہ مبشرہ اور بلال و ابن مسعود حضرت کے پاس رہ گئے۔ باقی لوگ خرید و فروخت کے لئے چلے گئے۔ تب حق تعالےٰ نے یہ آیت شریفہ بھیجکر ہر کس کو سمجھایا اور آئندہ اس فعل سے منع فرمایا۔ قولہ تعالےٰ واذا راوا تجارۃ او لھو ن انفضوا الیہا وترکوک قائما قل ما عند اللہ خیر من اللھو والتجارۃ واللہ خیر الرازقین۔ یعنے اور جب دیکھیں سودا بکتا یا کچھ تماشہ تو چلے جاویں اس کی طرف اور تجھ کو چھوڑ جاویں کھڑا تو کہ انکو کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے تماشے اور سودے سے اور اللہ بہتر ہے روزی دینے والا۔ نہ تو اس میں کہیں کو تنبیہ کی نہ کسی کو برا کہا صرف تحمل سے سمجھا دیا کہ روزی کی خاطر ایسا کام نہ کرو۔ اور بخاری میں بھی یہ الفاظ نہیں۔ جو تم نے ارقام کئے۔ اور نحن نصلی کے معنے بھی مفسرین نے نحن منتظر الصلوٰۃ کے لکھے ہیں اور نماز قطع کر کے ایسے بھی ہرگز صحابہ

نہیں گئے۔ اس میں تمام مفسرین و محدثین کا اتفاق ہے۔ کہ یہ واقعہ خطبہ کی حالت میں ہوا ہے۔ تمہاری کتاب امامت صدوق میں بھی یہ عبارت موجود ہے کہ جمعہ کے دن حضرت منبر پر خطبہ پڑھتے تھے۔ قریش کا ایک قافلہ شام سے آیا۔ اس کے ساتھ کچھ لوگ دف بجاتے تھے۔ کچھ زنلیں تھیں اور مناہی شرعیہ استعمال کرتے تھے تو حضرت کو منبر پر چھوڑ کر وعظ و نصیحت سے منہ موڑ کر لہو و لعب کی طرف چلے گئے۔ اس پر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور آپ کی معتبر تفسیر مجمع البیان کا بھی بیان سنیئے۔ امام ابو عبداللہ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگ اس کی طرف چلے گئے اور تجھ کو منبر پر کھڑے ہوئے اور خطبہ پڑھتے ہوئے چھوڑ گئے۔ پس نماز کا اعتراض بھی آپ کا جھوٹا ہو گیا اور ہم کہتے ہیں کہ اگر نماز ہی ہوتی۔ اس وقت بھی انپر کوئی خطا نہ تھا خطا کیا لفظ قبیح بھی اطلاق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس وقت تک اس فعل کی نہی وارد نہ ہوئی تھی۔ نہ اس فعل کی ممانعت کی گئی تھی۔ اگر ممانعت ہوتی تو کیوں حضرت نے خطبہ کی حالت میں جو حالت تعلیم تھی انکو منع نہ کیا۔

جواب شیعہ۔ حدیث مذکور جس کے بخاری میں ہونے سے شاہ جی نے انکار کیا۔ بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اذا نفر الناس فی صلوٰۃ الجمعہ میں بروایت جابر انصاری بالفاظ مذکورہ مندرج ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے اس روایت سے اور عنوان باب سے صاف ظاہر ہے کہ بھاگنے والے عین نماز میں بھاگے اور بپاس خاطر بخاری فی الحال ہم اسی امر کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب الباری کہا جاتا ہے بیچارے صدوق اور طبرسی کی آپ کے نزدیک بخاری کے مقابلہ میں کیا حیثیت۔ اور اگر ہم اس کو جھٹلائیں تو آپ فریاد کریں گے کہ یہ صحاح ستہ خصوصاً اصح الکتب بخاری کو جھٹلاتے ہیں اور اگر حالت خطبہ میں بھاگنا انکا مانا جائے تو بھی ہمارے مقصود میں کوئی نقص وارد نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ انکے لئے اشنع ہے۔ کیونکہ بنا بر روایت بخاری انکا خطبہ سننا اور نماز میں بھاگنا ہویدا ہے اور بنا بر ثانی انکا خطبے اور نماز دونو سے دست بردار ہونا لازم آتا ہے۔ کس کی خاطر۔ بیع و شرا کے لئے خرید و فروخت کے لئے۔ لہو و لعب کے لئے کھیل و تماشے کے لئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ مزخرفات دنیویہ و مناہی شرعیہ کو ذکر خدا و استماع مواعظ از زبان خیر الوریٰ پر ترجیح دیتے تھے۔ جو اشخاص ایسے ہوں انکو کوئی ذی عقل مومن کامل اور مخلص عامل نہیں کہہ سکتا۔ اس سے آپ کے سارے دعاوے باطل ہوئے۔ کہ صحابہ کلہم عدول تھے۔ صحابہ جمیعہم مومن کامل تھے اور ایسے تھے اور ویسے تھے۔ مخاطب فرماتے ہیں کہ اس کے لئے پہلے حکم نہیں آیا تھا۔ واہ یہ بھی عجیب بات ہے۔ سارا قرآن بھرا ہوا ہے جس میں زخارف دنیویہ کی حقارت اور ذکر اللہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور آپ

کہتے ہیں کہ حکم نہیں آیا تھا۔ نماز تو پہلے فرض ہوئی تھی۔ اس کے لئے یہ حکم تھا یا نہیں۔ اگر اس کے لئے تھا تو نماز جمعہ کے لئے بھی وہی حکم ہے۔ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع کو پڑھئے۔ اور خطبہ کی حالت میں انکے بھاگنے پر آپ نے زور دیا ہے جس سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ خطبہ کو کچھ اہمیت نہیں دیتے لیجئے اپنا ہدایہ مترجمہ فارسی جلد اول کا صفحہ ۱۴۴ ملاحظہ فرمایئے و بعضے از شرائط نماز جمعہ خطبہ است۔ صفحہ ۱۴۵ مسئلہ ۱۵۔ در وقتیکہ روز جمعہ امام بالائے منبر بر آید۔ ترک نمایند مردم نماز را و کلام را تا آں زماں کہ امام از خطبہ فارغ شود۔ زیراچہ کراہت تکلم نیست مگر بسبب آنکہ شنیدن خطبہ فرض است و تکلم موجب اختلال است در شنیدن آں۔ یعنے شرائط نماز جمعہ سے خطبہ ہے۔ جمعہ کے دن جب امام منبر پر جائے تو لوگ نماز اور کلام ترک کریں جب تک امام خطبہ سے فارغ نہ ہو۔ کیونکہ کراہت تکلم اس لئے ہے کہ تکلم سے خطبہ سننے میں خلل واقع ہوتا ہے۔ آپکے امام اعظم فرماتے ہیں کہ خطبہ کیوقت نماز بھی چھوڑ دی جائے اور آپ کے صحابہ ایسے ہیں کہ استماع خطبہ کو چھوڑ کر تماشہ اور مناہی شرعیہ دیکھنے جاتے ہیں۔ حالانکہ خطبہ پڑھنے والا صاحب ما ینطق عن الھویٰ کا مصداق ہے اور بھاگنے والوں کو اتنی بھی شرم نہیں آتی کہ رسول اللہ دیکھ رہے ہیں۔ رسول اللہ نے اس لئے نہ ٹوکا ہوگا کہ حالت خطبہ میں تکلم مکروہ ہے اور یا آپ چاہتے ہیں کہ خدا کی وحی سے انکی زجر ہو۔ چنانچہ وحی الٰہی آئی واذا راوا تجارۃ الخ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ اس فعل کے کرنے والے کون تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ۱۲۔ آدمیوں کے سوا باقی سب تو اب دیکھنا چاہیئے کہ تجارت کے شوقین کون تھے۔

بخاری نے کتاب البیوع باب الخروج فی التجارۃ میں نقل کیا ہے کہ ابو موسےٰ اشعری خدمت حضرت عمر میں شرف ملازمت حاصل کرنے گئے اور اجازت حاضری کی چاہی خلیفہ صاحب چونکہ مشغول تھے۔ اس لئے انکے لئے اذن دخول نہیں دیا جب فارغ ہوئے تو ابو موسےٰ کو یاد فرمایا۔ اس نے کہا ہم کو رسول اللہ نے یہی حکم دیا کہ صاحب خانہ سے اذن طلب کرو۔ اگر اجازت دیوے تو جاؤ۔ ورنہ واپس چلے جاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ اس حکم نبوی کی تصدیق میں شہادت گزرانو۔ ابو موسےٰ انصار کے پاس گئے انہوں نے کہا اس کی شہادت ہمارے بچے بھی ادا کرینگے۔ پس ابو سعید الخدری نے جو صغیر ترین صحابہ تھے ابو موسےٰ کی تصدیق فرمائی تب عمر صاحب نے فرمایا۔ اخفی ھذا علی من امر رسول اللہ الھانی الصفق فی الاسواق یعنے الخروج الی التجارۃ یعنے یہ امر رسول خدا کا مجھ پر مخفی رہا۔ لہو میں ڈالا مجھ کو خرید و فروخت نے بخاری فرماتے ہیں کہ مراد صفق بالاسواق سے تجارت ہے اور صاحب کنز العمال اور کتاب الاذکار نے فضائل ابی کعب میں نقل کیا ہے کہ ابی نے چند مرتبہ معنے آیات قرآنی پر فرزند خطاب سے کہا شغلنی القرآن و شغلک

الصفق بالاسواق ولیس لک امر الا الصفق بالبقیع۔ یعنے مجھے علم قرآن نے مشغول رکھا اور تجھے اے عمر معاند بیع فروخت بازار نے مشغول رکھا اور نہیں عمل تیرا اے عمر مگر تجارت بازار بقیع۔ اور مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۴۳ میں ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ قال انکم تقولون اکثر ابو ھریرۃ عن النبی صلعم فللہ الموعد ان اخوتی من المھاجرین کان یشغلھم الصفق بالاسواق وان اخوتی من الانصار کان یشغلھم عمل ارضھم وکنت امرأ مسکینا الزام رسول اللہ صلعم علی ملئی بطنی ملخص ترجمہ یہ ہے کہ تم لوگ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ نے نقل احادیث میں حضرت نبوی سے تکثیر اور بہتات کر دی ہے قسم بخدا وعدہ گاہ ہے۔ یعنے قیامت برحق ہے میرے مہاجرین پیشہ تجارت بیع فروخت میں مشغول رہے اور انصار پیشہ زراعت میں اور ایک میں مرد مسکین اپنا پیٹ ملازمت رسول میں بھر بار ہا علم دین کے سیکھنے سے۔ اور علامہ دمیری حیوۃ الحیوان تحت لغت الجروز لبندہ لکھتے ہیں۔ قال کان ابو بکر الصدیق بزازا وکذالک عثمان و طلحہ و عبد الرحمٰن بن عوف وکان عمر دلالا یسعی بین البائع والمشتری یعنے ابوبکر عثمان طلحہ عبد الرحمٰن بزاز تھے اور عمر خطاب دلال جو بائع و خریدار میں سودا کرایا کرتے تھے۔ ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ حضرات ثلاثہ کو تجارت میں شغف تھا اور اس لئے خدمت رسول سے محروم رہتے تھے اور حضرت عمر تو اس قدر مشغول رہتے تھے کہ رسول اللہ کا چھوٹا سا فرمان در باب اذن دخول جو صغار اطفال انصار کو بھی معلوم تھا۔ اس سے بھی نابلد تھے پس اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب قافلہ غلہ لے کر مدینہ میں آیا ہوگا تو حضرت عمر کا کام چونکہ دلالی تھا اس لئے سب سے پہلے وہی بھاگے ہونگے اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جو کتاب التفسیر فتح الباری میں قتادہ سے مروی ہے کہ لم یبق معہ صلعم الا رجلان و امراۃ۔ کہ سب بھاگ گئے حضرت کو نماز میں چھوڑ کر اور نہیں باقی رہے حضرت کے ساتھ مگر دو آدمی اور ایک عورت۔ ان دو میں ایک تو حضرت علیؑ ہونگے دوسرے جابر۔ اور اگر نہ بھی انکو مانیں ثلاثہ میں دو کو مانیں تو بھی ایک تو بھاگ گیا اور ایک بھاگنے والا کا ایمان معلوم ہو گیا۔

طعن دوم۔ ذکر سورۂ برات

شیعہ کہتے ہیں کہ رسول علیہ السلام نے پہلے حضرت ابابکر صدیق کو واسطے پہنچانے سورہ برات کے مدینہ سے مکہ کو روانہ کیا۔ پھر بموجب کہنے جبرئیل کے رسول خدا نے جناب علی مرتضےٰ کو فرمایا کہ تم حضرت ابابکر سے سورہ برات لے کر اہل مکہ کو سنا دو۔ کیونکہ بغیر تمہارے دوسرے کو اس کے ادا کی لیاقت نہیں۔ جواب ہمارے علماء اس کام کی دو وجہ ارقام فرماتے ہیں۔ اکثر مورخین و محدثین تو کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے حضرت صدیق کو تو صرف امارت حج پر مقرر کیا تھا جب وہ مکہ کو روانہ ہوئے تو بعد ازاں سورہ برات نازل ہوئی د

جناب امیر کو دے کر حضرت نے انکے پیچھے روانہ فرمایا کہ تم اس حکم جدید کی تعمیل کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر دو صاحب دو منصب پر مامور ہوئے تھے اور بعض کے نزدیک یوں ہے کہ پیغمبر خدا نے اس منصب میں جناب امیرؑ کو صدیق کا شریک فرمایا۔ دونوں اقوال سے صدیق کا درجہ کمال ہوا۔ کیونکہ تبلیغ برات سے معاملہ حج کا افضل تھا جس میں اصلاح عبادات لاکھوں مسلمانوں کے متعلق تھے۔ تبھی تو حضرت علیؑ بھی ان جملہ امورات میں متابعت صدیق اکبر کی کرتے تھے اور نماز بھی انکے پیچھے پڑھتے تھے۔ تا کہ آخر انتقال کیوقت بھی حضرت نے انہیں کو امام جماعت بنایا۔ العرض یہ مختصر قصہ کتب حدیث و تواریخ سے یوں ثابت ہے کہ جب پیچھے سے جناب امیرؑ روانہ ہوئے۔ تو صدیق نے آواز ناقہ رسول اللہؐ کی سنی۔ گمان ہوا کہ شاید آپ حضرت واسطے ادائے حج کے تشریف لائے ہیں۔ تمام لشکر کو حکم قیام فرمایا۔ دیکھا تو حضرت علی تھے۔ صدیق اکبر نے پوچھا کہ اے علیؑ تم حاکم ہو کر آئے ہو یا محکوم۔ جناب امیرؑ نے فرمایا میں محکوم و مامور ہوں پس صدیق بمعہ جملہ مقیمان بطرف مکہ روانہ ہوئے۔ جب منزل مقصود پر پہنچے تو صدیق نے خطبہ ترویہ پڑھا اور موافق فرمان و قواعدے اسلام کے مناسک حج مسلمانوں کو تعلیم فرمائی۔ پھر جناب امیر نے سورہ برات کی چند آیات لوگوں میں پڑھیں۔ طرفہ یہ ہے کہ اس کار خیر میں بھی صدیق مددگار تھے۔ جیسا کہ روایت کی ہے ترمذی اور حاکم نے ابن عباس سے کہ علیؑ ندا کرتے تھے۔ جب تھک جاتے تو کھڑے ہو جاتے ابو بکر پس ندا کرتے انہی کلمات کی چنانچہ انکے خاوند شاہ صاحب روضۃ الصفاصات ۱۲۶ جلد دوم میں لکھتے ہیں شیعہ اس میں دو سوال کرتے ہیں۔ اول کہتے ہیں کہ کیوں امیر صدیق کے پیچھے بھیجے گئے۔ اس کا اہل سنت چند باتوں کا جواب دیتے ہیں ایک وہ جو اوپر مذکور ہو چکا دوم یہ کہ احکام حج و تبلیغ اسلام مکہ میں بنا انتظام تھا اور کفار عرب کا اس میں انکار تھا۔ اس واسطے حضرت نے سوچا کہ اس عظیم کام کا یہ دونوں انتظام کریں۔ کیونکہ ایک صفت جمال دوسرا جلال الٰہی رکھتا تھا۔ یعنے صدیق مظہر صفات رحمت۔ دوسرے حیدر کرار قاتل کفار شیر خدا مظہر جلال کبریا تھے۔ کہ انکے دبدبے سے کفار اشرار عہد شکنی وغیرہ نہ کریں تیسرا سبب کتب معتبرہ سے ثابت ہے۔ کہ عام تمام عرب کی یہ عادت تھی۔ تا کہ اب تک بھی جاری ہے۔ کہ جب کسی سے عہد پیمان کرتے تو دوسری طرف کے سردار سے یا اس کے بیٹے یا داماد یا بھائی سے عہد نامہ تحریر کرتے۔ انکے سوا اوروں کا عہد نامہ معتبر نہ جانتے تھے۔ جیسا کہ رسول خدا نے بھی کفار عرب سے صلح کی تو واسطے لکھنے صلحنامہ کے اس انصاری کو طلب فرمایا۔ جو انشاء پردازی میں بہت عمدہ تھا۔ سہیل بن عمرو نے کہا کہ اے محمدؐ یہ عہد نامہ علیؑ لکھے کہ وہ تمہارا چچا زاد بھائی ہے۔ سوال دوم۔ کہتے ہیں کہ صدیق سے کیوں برات لی گئی۔ جواب۔ گو اس کو ہم تسلیم تو نہیں کرتے

مگر ہم نے اس کو فرض کیا۔ پھر اس سے بھی صدیق کی شان میں کیا نقصان آیا۔ نہ تو وہ معزول ہوئے نہ انکی کوئی تقصیر و خیانت ثابت ہوئی نہ خدا اور رسول نے انکی خدمت میں کوئی آیت یا حدیث بھیجی۔ دیکھو جناب امیرؑ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں عمر بن سلمی جو ربیبہ خاص حضرت کے تھے اور بہت عابد زاہد متقی تھی۔ بغیر نہ ہونے کسی خطا کے ولایت بحرین سے انکو معزول کر دیا۔ چنانچہ نہج البلاغۃ میں مرقوم ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ یہ طعن تم نے اصحاب ثلاثہ کے نفاق وغیرہ پر بیان کئے ہیں تو بھلا یہ منافق حضرت کی حیات میں تھے یا پیچھے ہوئے۔ اگر حیات میں تھے تو کیوں کوئی آیت یا حدیث انکے کفر وغیرہ میں نہ بھیجی اور کیوں اپنی صحبت سے نکال نہ دیا۔ اگر حضرت کے بعد اہلبیت کے مخالف ہوئے تو سورہ برات کے طعن سے تم خود پشیمان ہوئے اور بارہ امامؑ نے بھی کیوں انکو منافق اور کافر نہ کہا۔ اگر کہا۔ تو کیوں کسی امام کے اسی کلام کو بھی ہماری کتابوں سے پیش نہ کیا

جواب شیعہ۔ ان تمام جو یہ شاہ جی کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو بکر صاحب کے بھیجنے کے بعد سورہ برات نازل ہوئی۔ اور صدیق ذار امارت حج پر مامور تھے۔ اور آپ اپنے منصب سے معزول نہیں ہوئے اور علی کے بھیجنے کی یہ وجہ تھی۔ کہ عہد و پیمان عاہد کے قریبی کیا کرتے تھے۔ اس لئے ہم پہلے یہی ثابت کرتے ہیں۔ کہ خلیفہ صاحب سورہ برات دے کر ہی پہلے بھیجے گئے تھے۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۲۶ بروایت ترمذی از انس۔ قال بعث النبی بالبراءۃ مع ابی بکر الصدیق ثم دعاہ فقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی فدعا علیا فاعطاہ ایاھا ھذا حدیث حسن غریب۔ یعنے نبیؐ نے ابو بکر کو برات دے کر بھیجا پھر اس کو بلا لیا اور فرمایا کہ نہیں سزاوار کسی کے لئے کہ اس کو پہنچائے مگر وہ آدمی جو میرے اہل سے ہو۔ پس علی کو بلایا اور برات اس کو دی یہ حدیث حسن غریب ہے اور دوسری حدیث حسن غریب صفحہ ۲۶ میں بروائیت ترمذی از ابن عباس کا خلاصہ یہ ہے۔ قال بعث النبی ابا بکر وامرہ ان ینادی بھولاء الکلمات ثم اتبعہ علیا۔۔ فذفع (ابو بکر) الیہ کتاب رسول اللہ وامر صلعم علیا ان ینادی بھولاء الکلمات۔ یعنے حضرت نے ابو بکر کو بھیجا اور اسے حکم دیا کہ ان کلمات برات سے منادی کرے کے پیچھے علی کو بھیجا اور اسے حکم دیا کہ تو ان کلمات کی منادی کر۔ پس ابو بکر نے کتاب رسول اللہ علیؑ کو دی۔ اسی طرح کی حدیث مسند احمد میں عبد اللہ نے حضرت علیؑ سے روایت کیا ہے اور اسی کو شیخ الاسلام نے فتح الباری اور صاحب ریاض النضرۃ نے باب رابع فی مناقب علیؑ میں نقل کیا ہے اور موفق بن احمد اخطب خوارزم نے امام ابو عبد اللہ احمد سے روایت کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ جب حضرت ابو بکر صاحب واپس آئے تو رونے لگے اور کہا کہ آیا مجھ میں کوئی شے حادث ہوئی ہے۔ حضرت نے

فرمایا نہیں مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ اس کو کوئی نہ پہنچائے مگر میں یا کوئی آدمی مجھ سے۔ اسی کو حموینی نے ابوبکر بن قحافہ سے روایت کیا ہے۔ مذکورہ بالا محدثین کے علاوہ ثعلبی۔ زمخشری۔ علامہ طبری۔ بلاذری۔ واقدی شعبی۔ سدی۔ قرطبی۔ قیشری۔ سمعانی۔ سید علی ہمدانی۔ ابن بطہ۔ محمد بن اسحاق۔ ابن حجر صاحب صواعق۔ احمد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ ائمہ صحاح۔ ابن طلحہ شافعی۔ ابویعلی موصلی۔ اعمش۔ سماک بن حرب اور اکابر صحابہ عروہ بن زبیر۔ ابوہریرہ۔ انس بن مالک۔ ابورافع۔ زید بن یقیع۔ ابن عمر۔ ابن عباس وغیرہ نے اس حدیث عزل ابن قحافہ و نصب ابوالائمہ کو نقل و روایت کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ یہ واقعہ متواترات سے ہے اور متواتر کا انکار خالی از سفسطہ نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت نے کیوں پہلے ابوبکر کو بھیجا اور پیچھے کیوں بلا لیا۔ محدثین اہلسنت تو ساکت ہیں۔ شاید زمانہ حال کے علماء یہ کہیں کہ ارسال ابوبکر کا حکم منسوخ ہو گیا۔ بمفاد آیت ما ننسخ من ایۃ او ننسھا الایات بخیر منھا او مثلھا۔ لازم آتا ہے کہ حضرت علیؑ امر تبلیغ میں افضل ہوں ابوبکر سے۔ پس جب وہ افضل ہوئے امر تبلیغ احکام اسلام میں تو اولی بخلافت رسولؐ ہوئے اور ابوبکر منسوخ و معزول اور حکم منسوخ پر عمل کرنیوالا یا یہودی ہے یا نصرانی۔ اور شل ہونے کا شبہ تو بالکل باطل ہے۔ نہیں تو ترجیح بلا مرجح و تخصیص بلا مخصص لازم آئے گی۔ اور فعل حکیم میں یہ روا نہیں۔ اب وہ سوال تو باقی ہے کہ حضرت ابوبکر پہلے کیوں بھیجے گئے اور پھر کیوں معزول کئے گئے۔ اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ جو لوگ اس کی وجہ عزل یہ بتلاتے ہیں کہ عہود اقرباء عاہد کیا کرتے تھے انکے خیال کی رو سے خدا و رسولؐ کا پہلے ابن قحافہ کا بھیجنا از روئے جہالت ہوگا۔ لیکن ہم نہیں خیال کرتے کہ کوئی مسلمان خدا و رسول کی نسبت ایسا اعتقاد رکھے۔ مزید برآں اگر اسی عادت عرب کی وجہ سے حضرت علیؑ کا تقرر ہوا تو کیا خدا جو عالم الغیب والشہادہ ہے اس طریقہ سے نعوذ باللہ جاہل تھا اور رسول خدا جو خود عرب تھے کیا وہ یہ قاعدہ نہیں جانتے تھے یا خود حضرت ابوبکر ہی کہہ دیتے کہ حضور مجھے نہ بھیجیں۔ کیونکہ عادت عرب یہ ہے یا حضرت عمر جن کی رائے کے مطابق بقول سنیاں وحی آتی تھی۔ وہی بول اٹھتے۔ پس معلوم ہوا کہ عادت عرب کا عذر بالکل غیر معقول ہے اور اگر یہ بجا تھا تو رسول خدا اس کی تصریح فرماتے۔ لیکن کسی حدیث میں اس کی تصریح نہیں۔ مزید برایں نبی اکرم امر دین و دنیا میں عادت عرب اہل جاہلیت پر عمل نہیں کرتے۔ بلکہ خدا نے کئی آیات میں آپ کو اس سے منع کیا۔ مثل قولہ ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا و لا تطع اھواء الذین لا یومنون وغیرہ۔ بلکہ آپ کا اعتماد قواعد دین اللہ پر تھا نہ قواعد جاہلیت پر۔ اگر نبی مراعی عادات عرب ہوتے۔ تو شروع میں ہی اپنے اقارب سے کسی کو بھیجتے جو مدینہ میں تھے کیونکہ بقول شاہ جی حدیبیہ میں اسکا آپکو تجربہ بھی ہوا تھا اور اگر یہ واقعہ عادت عرب کے مطابق ہوا تو واجب

ہے کہ خلافت بھی اسی قاعدے پر جاری ہوتی۔ کیونکہ عرب کی یہ عادت تھی کہ شریف قوم کی موت کے بعد اس کا اقرب قرباء اس کے مقام پر بٹھلایا جاتا۔ اس سے بھی لازم آیا کہ خلیفہ اول رسولؐ علیؑ ہیں۔

پس جو لوگ کہ حضرت رسول کی نسبت ان اتبع الا ما یوحی الی کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ انکے حیطہ خیال میں بھی یہ امر نہیں آسکتا۔ کہ آپ وحی کو چھوڑ کر عادت عرب پر عمل کریں۔ بلکہ وہ مانتے ہیں کہ رسول خدا کے دونو فعل حکمت و وحی پر مبنی تھے۔ ابوبکر صاحب کو پہلے اس لئے بھیجا کہ لوگوں نے اس کو پہلے خلیفہ بنانا تھا اور پھر بلا کر معزول اس لئے کیا کہ تمام لوگ جان جائیں۔ کہ جو حیات رسول میں چند آیات برات کی تبلیغ کی قابلیت و اہلیت نہیں رکھتا۔ وہ میرے بعد تمام قرآن کی تبلیغ کا اہل نہیں ہو سکتا اور عادت عرب کو اگر مان بھی لیں تو وہ عہد ناموں کے متعلق ہے لیکن سورہ برات کی یہ آیتیں عہد نامہ نہیں تھیں۔ اور نہ انکے الفاظ سے یہ امر مترشح ہوتا ہے۔ عہدنامہ تو پہلے ہو چکا تھا تبھی خداوند عالم الی الذین عاھدتم من المشرکین (یہ برات ہے اللہ و رسول کیطرف سے ان لوگوں کیطرف جن سے تم نے عہد و پیمان کیا ہے) دوسرے مقام پر ہے الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم (جن مشرکوں نے قصور نہ کیا تمہارے ساتھ اور نہ مدد کی تمہارے مقابلے میں کسی کی۔ سو پورے کر دو انکے عہد مدت مقررہ تک) بلکہ یہ الٹی میٹم تھا جنگ کا جیسا کہ فرماتا ہے۔ فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم (جب ماہہائے حرام گذر جائیں تو قتل کرو مشرکوں کو جہاں پاؤ) اور الٹی میٹم جنگ کا یا بادشاہ سناتا ہے یا اسکا نائب السلطنت دیکھئے اسی جنگ فرنگ میں جب ہماری گورنمنٹ نے جرمنی و آسٹریا وغیرہ کے برخلاف اعلان جنگ کیا تو ولایت میں خود شہنشاہ معظم نے اس کو پڑھا اور ہندوستان میں انکے نائب سلطنت وائسرائے بہادر نے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ رسول خدا کے نائب سلطنت رسالت و نبوت تھے۔ اگر ابوبکر خلیفہ برحق ہوتے تو وہ اس عہدہ جلیلہ سے باستعفاف معزول نہ کئے جاتے یہ عبارت کہ حضرت علیؑ نے فرمایا میں مامور ہوں۔ باطل ہے کیونکہ اصل حدیث میں تو یہ الفاظ ہیں فقال لہ ابوبکر امیر ام رسول قال لا بل رسول ابوبکر نے کہا اے علیؑ تو امیر ہو کر آیا ہے یا رسول۔ حضرت نے فرمایا نہیں میں رسول ہوں اور اگر مامور جس کو اپنے غلطی سے معمور لکھا ہے۔ بھی فرض کر لیں تو رسول اللہ کے مامور تھے اور حضرت علیؑ تو کسی مقام پر بھی محکوم بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ اسی لئے حضرت کی حدیث صاحب ازالۃ الخفا نے حاکم سے نقل کی ہے من استعمل رجلا من عصابۃ و فی تلک العصابۃ من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ و رسولہ و خان المسلمین اور واقدی نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے علیؑ کی بابت فرمایا وانہ لم یومر علیہ امیر قط

وامرت الامراء علی غیرہ۔ یعنے رسول اللہ نے علیؑ پر کبھی کسی کو امیر نہیں بنایا اور دوسروں پر امراء مقرر کئے اور اس کو ابن حدید نے بھی نقل کیا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور حاکم نے اپنی صحیح میں ابن عباس سے روایت کی ہے اور اس کی صحت کا حکم لگایا ہے کہ حضرت نے فرمایا انا سید ولد آدم وعلی سید العرب۔ صواعق ص۷۴ کہ میں سردار اولاد آدم ہوں اور علی سردار عرب ہیں پس اپنے اس فرمان کے ہوتے ہوئے حضرت سردار عرب کو رعیت عرب کیونکر بناتے اور لم تقولون مالا تفعلون کے کیوں مصداق ہوئے۔

شاہ صاحب تحفۃ الصفا کو شیعوں کی کتاب کہتے ہیں۔ ہاں صاحب قطب الاقطاب جو ہوئے خیر اس سے بھی ابوبکر کا عزل ثابت ہوا۔

الغرض کسی حدیث صحیح سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ابوبکر امارت حج پر مامور ہوئے تھے۔ بلکہ احادیث متواترہ کثیرہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ محض تبلیغ براۃ کے لئے اول بھیجے گئے تھے۔ اگر امارت حج ہوتی تو حدیث میں اس کا ذکر ہوتا۔ اخطب خوارزم نے مناقب میں ابوبکر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے علی کو فرمایا۔ ثم قال لعلی الحقہ فرد ابابکر فبلغہا انت۔ یعنے اے علی تو اس سے مل۔ اور ابوبکر کو واپس بھیج اور تو تبلیغ کر۔ اگر امارت حج پر مامور ہوتے تو حضرت اس کے واپس بھیجنے کا حکم نہ دیتے اور نیز اس زمانے میں مسلمانوں کو مشرکین مکہ پر غلبہ حاصل نہیں ہوا تھا اس لئے وہ حج نہیں کر سکتے تھے اور خوف کی وجہ سے کوئی مسلمان ارادہ مکہ نہیں کرتا تھا پس تعلیم مناسک حج کی ضرورت کن کے لئے تھی۔ تفصیل علماء سیر ابن قتیبہ ومحمد بن اسحاق کی تصنیفات سے حاصل کر۔ اور حضرت علیؑ کا ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھنا دعوے بیدلیل قبول غرض نہیں کا مصداق ہے اور ابوبکر کا نماز پڑھانا بھی باطل ہے۔ کیونکہ وہ تو جیش اسامہ کے ساتھ جانے پر مامور ہوئے تھے اور حضرت نے انکو اپنی زندگی میں ہی روانہ کر دیا۔ اور لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ (لعنت کرے خدا اس پر جو اسامہ کے لشکر سے پیچھے رہے) کا فرمان سنایا تھا پس اگر یہ بغیر حکم رسول واپس آئے تو مورد عتاب ہوئے اور معتوب و مغضوب کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم رسول اللہ کیسے دیتے اور بعض روایات سے یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ حضرت کی موت پر واپس آئے۔ پھر تو یہ دعوے ہی باطل ٹھیرا اور اگر نماز پڑھائی بھی تو عائشہ کے حکم سے اسی لئے نبی کریم نے حضرت عائشہ وحفصہ کو فرمایا انکن صویحبات یوسف اور اسی کو ابن ابی الحدید حضرت علی سے روایت کیا ہے اور جس وقت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے حضرت نے آواز سنی اور حالت مرض میں ہی علی وفضل کے سہارے سے مسجد میں گئے اور محراب میں کھڑے ہوئے اور خود نماز پڑھائی۔ اور اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ انہوں نے نماز پڑھائی۔ تو صلوا

خلف بر و فاجر کی رو سے انکو کیا فضیلت انکی تو اس سے عدالت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ فضیلت۔ مزید براں اگر یہ فعل بقول عمر عتیق کی خلافت پر نص ہوا۔ تو چاہیئے تھا کہ جن لوگوں کو حضرت نے امامت جماعت پر مقرر کیا۔ وہ بھی خلافت پاتے اور بقول مخالفین حضرت نے خود ابن عوف کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس وہ تو احق بخلافت ہوا۔ صواعق ص۲۴۔ عمر بن سلمی کے بارے میں جو آپ نے لکھا ہے اس میں بھی خیانت سے کام لیا اور اس کے بعد کی عبارت کو جس سے نعمان کے تقرر اور عمر کی واپسی کی وجہ واضح ہے۔ عمداً چھوڑ دی ہے۔ وہ عبارت یہ ہے فقد اردت المسیر الی ظلمۃ اہل الشام واحببت ان تشہد معی فانک ممن استظہر بہ علی الجہاد العدو واقامۃ عمود الدین انتہٰی نہج البلاغۃ ومجالس المتقین ص۳۳۔ ماحصل یہ ہے کہ میں اس لئے تجھے بلاتا ہوں کہ میں نے ظلمہ اہل شام کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہے اور چاہا میں نے کہ تو میرے ساتھ ہو۔ کیونکہ تو ان میں سے ہے جن سے مدد پاتا ہوں۔ دشمن کے جہاد دین کے ستون کے ٹھیرانے پر انتہٰی اس سے یہ ثابت ہوا کہ عمر بن سلمی معزول نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کو اس عہدے سے ترقی دی گئی۔ بلا تشبیہ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے گذشتہ جنگ فرنگ میں لارڈ کچنر پہلے حکومت مصر پر مقرر تھے لیکن جنگ چھڑتے ہی وہ وزارت جنگ کے عہدے پر بلائے گئے۔ پس اس سے انکا عزل ثابت نہ ہوا۔ بلکہ ایک اعلےٰ عہدے پر ترقی پانا۔ برخلاف ابوبکر کے کہ وہ اس امارت سے معزول کئے گئے۔ الغرض ان تمام مباحث سے یہ ثابت ہوا کہ آپکے پیر عتیق ابلاغ براءت سے معزول ہوئے یہ بیچارہ جہاں کہیں اتفاقاً مامور ہوا حرمان نے وہیں منہ دکھایا۔ سریہ وادی الرمل میں امیر لشکر ہوئے تو وہاں ہزیمت نے جلوہ داری کی اور فرار کر کے واپس آئے۔ غزوہ خیبر میں لشکر ظفر پیکر کیساتھ قدم رنجہ فرمایا۔ تو بے نیل مرام حیران و سرگردان ہوئے۔ اور اس جگہ تبلیغ براءۃ پر ماموری ہوئی۔ تو راستے ہی سے رجعت قہقری ہوئی۔ ان سب واقعات سے ثابت ہوا کہ یہ لائق امارت و خلافت ہی نہ تھے

اب اس بحث کے دوسرے پہلو پر نظر ڈالتے ہیں۔ یعنے تقرر حضرت علیؑ پر ابو نعیم نے انس سے روایت کی ہے۔ جسکا آخری فقرہ یہ ہے فنزل جبرئیل علی محمد فقال یا محمد لا یبلغ عن اللہ الا انت او رجل منک۔ مسند احمد میں عبداللہ سے۔ ولکن جبرئیل جاءنی فقال لا یؤدی عنک الا انت او رجل منک اور فضل بن روزبہان نے یہ الفاظ لکھے ہیں ولکن لا یبلغ عنی الا انا او رجل من اہلبیتی اخطب خوارزم وحموینی۔ ولکن امرت ان لا یبلغہا الا انا او رجل منی۔ زمخشری لا یبلغنک رسالتک الا رجل منک

ماحصل تمام یہ ہے کہ حکم خدا پہنچا کہ یا رسول اللہ تیری رسالت کو کوئی نہ پہنچائے۔ مگر تو یا جو آدمی تجھ سے

تیرے اہل و اہلبیت سے۔ حدیث نمبر ۱ سے تو صاف واضح ہے کہ رسالت خدا کا مبلغ یا رسول ہے یا وہ آدمی جو اُس سے ہو۔ تبلیغ قرآن رسالت خدا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ احکام دین پہنچانے کے اہل بعد از رسول وہ ہیں جو اس کے اہل سے اور اس سے ہوں اور اس لئے بموجب اس فرمان کے ابو بکر صاحب خلاف مرضی خدا اور رسول مبلغ اسلام و خلیفہ خیر الانام ہوئے اور احادیث نمبر ۲ سے ۴ تک سے ثابت ہے کہ رسالت رسول پہنچانے کا اہل بعد اس کے وہ ہے جو اس سے اور اس کے اہل سے ہو۔ رسالت رسول تبلیغ دین و احکام و آئین ہے۔ اور یہی خلافت کا کام ہے۔ پس اس سے بھی بالبداہت علیؑ و اولاد علی علیہ السلام کی خلافت و امامت منصوص ثابت ہوئی رجل منك و من اهلبیتی سے بھی چند امور ثابت ہوئے اول باطل ہوا قول انکا جو کہتے ہیں۔ کہ اہلبیت رسول اس کی عورتیں ہیں۔ کیونکہ اگر عورتیں تھیں تو یہ مرد کہاں سے اہلبیت سے ہو گئے رجل منی منك سے یا قرابت نسب مراد ہے۔ اس سے بھی ہمارا قول ثابت ہوا کہ امام ذوی قربی الرسولؐ سے ہونا چاہیئے اور اس کی تائید آیہ قرآن سے بھی ہوتی ہے النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم و ازواجہ امھاتھم و اولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ یعنے نبی اولی ہے مومنین کے لئے انکی جانوں سے اور اس کی ازواج انکی مائیں ہیں اور اس کے اولوا الارحام بھی از روئے تصرف کے بعض اولے ہیں بعض سے کتاب اللہ میں۔ اس سے بھی ثابت کہ رسول کے بعد اولی بالمومنین یا مولی و امیر مومنین اس کے اولوا الارحام ہیں اور جو ان سے اقرب ہو گا وہی درجہ اول کا مستحق ہے اس کی مفصل بحث رسالہ انصاف میں ملاحظہ فرمائیں۔ دوم یا رجل منہ سے مراد متابعت ہیں اس سے ہو جیسے فرمایا سلمان منا اہل البیت اور جیسا کہ قول ابراہیم و نوح ہے فمن تبعنی فانہ منی (جس نے میرا اتباع کامل کیا وہ مجھ سے ہو گیا) اس سے بھی ثابت ہوا کہ ابو بکر صاحب تابع کامل حضرت کا نہ تھا اور جو تابع کامل آپکا نہ ہو وہ آیت قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ سے محب و محبوب خدا نہیں ہو سکتا اور علی چونکہ تابع کامل تھا۔ اس لئے وہ بمفاد آیت یحبون اللہ و رسولہ و یحبھم اللہ و رسولہ و حدیث لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ محب و محبوب خدا تھے۔ پس وہی خلیفہ رسول ہوئے اور ابو بکر اس منصب جلیلہ سے محروم لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس امت کے لئے رسول اللہ کے بعد جتنے ہادی اللہ کیطرف سے ہیں وہ سب خاندان رسول سے ہیں

طعن سوم۔ ذکر تجہیز و تکفین حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

شیعہ کہتے ہیں کہ تمام صحابہ خصوصاً ثلاثہ طمع دنیاوی کے سبب جھگڑے خلافت میں پڑ گئے حضرت کی نعش مبارک تین دن تک پڑی رہی نہ کوئی تجہیز و تکفین میں شامل ہوا۔ نہ کسی نے حضرت کا جنازہ پڑھا۔ تا کہ حضرت زہرا کے جنازہ میں بھی کوئی شریک نہ ہوا۔ جواب۔ خیر صحابہ تو ملکی تدبیروں میں مشغول تھے مگر اہلبیت کس کام میں مشغول تھے۔ جو نعش مبارک کو تین روز تک دفن نہیں کیا۔ اگر کہو کہ وہ حضرت کے غم میں مبتلا تھے تو بقول تمہارے یہ بھی غلط ہے۔ اس وقت تو کسی کو اپنی غصب خلافت کا غم تھا اور کوئی مقبول میراث فدک کے اندوہ میں مشغول تھا۔ پھر غم مصطفےٰ میں کون مبتلا تھا۔ وہی الزام تمہارا تو اہلبیت پر بھی آیا۔ اور جناب بتول کے جنازہ کا ذکر بھی تمام ہمارے علماء اس طرح ارقام کرتے ہیں۔ کہ آپ ہی نے حضرت امیر کو فرمایا تھا کہ میرا جنازہ اور کوئی آدمی نہ دیکھے تم آپ ہی دفن کرنا۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو جناب امیر نے اسی طرح اور رات کو دفن کیا جب دن کو خبر ہوئی تو سب صحابہ آئے اور کہنے لگے کہ کیوں آپ نے ہمارے آنے تک انتظار نہ کی۔ تب آپ نے انکی وصیت کا ذکر فرمایا اور آپ کی معتبر کتاب علل الشرائع جلد اول باب العلۃ التی من اجلہا دفنت فاطمہؑ باللیل میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ عمر نے چاہا قبر فاطمہ کھود کر نماز پڑھوں۔ اور آپکے بڑے محدث صدوق خصال میں ارقام کرتے ہیں۔ کہ ابو بکر و عمر امیر المومنینؑ کے پاس آئے جب کہ فاطمہؑ کو دفن کیا جناب امیر نے فرمایا کہ تم نے جو یہ ذکر کیا کہ ہم نے تم کو رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں نہ بلایا اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میرے بدن پہنائی کو بجز تیرے کوئی نہ دیکھے گا۔ مگر یہ کہ اس کی بینائی جاتی رہے گی۔ تو میں نہیں تھا۔ کہ تم کو اندھا پہنچاؤں۔ جلاء العیون میں ہے۔ چونکہ وقت نماز جنازہ حضرت رسول خدا کے ابو بکر نے چاہا کہ پیش امام ہو امیر المومنین نے ہٹا دیا اور خود امامت کے بعد صحابیوں کو اجازت دی تو دس دس آدمی داخل ہوتے اور پڑھتے۔ یہاں تک کہ اہل مدینہ و گرد نواح مدینہ حضرت پر درود بھیجتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ سب نے نماز جنازہ پڑھا۔

جواب شیعہ۔ سنیوں کا اعتراض یہ ہے کہ ثلاثہ تجہیز و تکفین و تدفین رسول میں شامل نہیں ہوئے اور سقیفہ میں اپنی خلافت کی گتھی سلجھانے میں مشغول رہے۔ حالانکہ اس وقت اہم اشیاء دفن رسول تھا۔ ہائے بادشاہ دین و دنیا مر جائے اور سب محبوں کو داغ مفارقت دے جائے اس وقت تو آپکے حلقہ بگوش محبوں کی نظروں میں عالم سیہ ہو گیا ہوگا۔ اگر یہ حضرات بھی رسول کے دوست ہوتے

تو انکا بھی یہی حال ہوتا جو اہلبیت کا تھا اگر غسل دینے کی وصیت رسول اللہ نے حضرت علیؑ کو کی تھی۔ تو یہ اگر صرف بیٹھے رہتے یا جیسے دوسرے نیک اصحاب حضرت علیؑ کی مدد کرتے تھے۔ یہ بھی مدد کرتے لیکن یہ سقیفہ میں گئے۔ حالانکہ اس وقت کسی دشمن نے حملہ نہیں کیا تھا۔ کہ بادشاہ کی ضرورت ہوتی۔ اب ہم اقوال علماء اہلسنت سے ثابت کرتے ہیں کہ ثلاثہ دفن رسول میں شریک نہیں ہوئے۔ شرح مواقف مصنفہ ابو العلی مرصد الرابع مقصد اول فی وجوب نصب الامام صـ۲۹ سطر ۲۳۔ وتر کو الہ اھم الاشیاء وھو دفن رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم۔ یعنے انہوں نے خلافت کے لئے ترک کیا سب سے ضروری شے کو جو کہ دفن رسول اللہ تھا۔ اور صواعق محرقہ مترجمہ فارسی صـ۱۳ میں ہے اجماع کردہ اند بر آنکہ نصب امام بعد از انقطاع زمان نبوت واجب است۔ بلکہ آنرا از اہم واجبات دانستند از اینجہت ہاں مشغول شدند از دفن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ روضۃ الاحباب جلد اول صـ۵۶۳ گفتند ابو بکر صدیق تعزیت وتسلیہ اہل البیت بجائے آورد و گفت مہم غسل تجہیز و تکفین آں سرور تعلق بہ شما دارد خود باکابر مہاجر و انصار بہ سقیفہ بنی ساعدہ رفت تا امر خلافت را قرار دہد۔

کتاب مذکور جلد دوم صـ۳۰۔ فی الحال حضرت عمر بخانہ آمد و ابو بکر را نجا بود او را از اں امر اخبار نمود و ہر البرزخین بہ سقیفہ بنی ساعدہ کو مجمع انصار بود تحریص نمود و ابو عبیدہ و جمع دیگر از مہاجراں بالیشاں اتفاق نمودہ بہ سقیفہ بنی ساعدہ رواں شدند و علی ابن ابیطالب و بنو ہاشم و زبیر با جمع دیگر از صحابہ بجہت شغل تجہیز و تکفین و غسل و دفن حضرت صلعم تخلف نمودند۔ تمام مندرجہ بالا حوالوں سے ثابت ہوا۔ کہ آپکے خلیفے خلافت ہی کے دھندوں کی وجہ سے رسول اللہ کی آخری خدمت سے محروم ہوئے۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے ؎

چوں صحابہ حب دنیا داشتند
مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

اور ان سے یہ ثابت ہوا کہ اہلبیت اسی غم میں مبتلا اور اسی شغل میں مجبور ہے۔ خلافت و فدک کے واقعات کا تاسف من بعد کا ہے۔ ہمارے کسی عالم نے نہیں لکھا کہ اسی وقت اہلبیت نے یہ دعوے ایش کئے۔ کتاب خصال کا حوالہ بھی آپکے لئے مضر ہے۔ کیونکہ اس میں ہے کہ شیخین نے کہا اے علیؑ تم نے ہمیں تجہیز و تکفین میں نہ بلایا۔ بھلا کسی کا بیاہ تھا۔ جو انکو دعوتی رقعہ بھیجا جاتا۔ رسول اللہ کی وفات کی خبر سب کو ہوئی۔ ہر ایک مسلمان پر آپ کا حق تھا۔ پس اگر یہ سچے مسلمان ہوتے۔ تو کسی کے نہ بلانے کا عذر ڈھونڈھتا یعنے چہ غسل کی وصیت خاص علی کے لئے تھی لیکن دیگر خدمات سے تو کسی نے ان کے ہاتھ نہیں روکے تھے۔ چنانچہ فضل بن عباس نے جسد اطہر پر پانی ڈالنے سے حضرت علیؑ کی مدد

کی۔ (مودۃ القربیٰ مودہ ۱۴)۔ اور اگر اندھے ہونے کے خوف سے غسل نبی میں شریک ہوئے۔ تو اس وقت اپنی آنکھیں بند کر کے حضرت علی کی مدد کرتے اور جنازہ پڑھنے کی روایت منقولہ از جلاء العیون بھی آپ نے غلط نقل کی۔ اس میں تو یہ لکھا ہے کہ تمام اہل مدینہ نے حضرت پر درود پڑھا۔ نماز جنازہ کا ذکر نہیں۔ اور جن دس دس نے داخل ہو کر صلوٰۃ پڑھی وہ بنی ہاشم سے تھے۔ جیسے خود صاحب جلاء العیون نے مرآۃ العقول شرح کافی جلد اول صـ۳۶۷ حدیث ۳۵ کی شرح میں فرمایا ہے۔ ثم ادخل علیہ عشرۃ ای من بنی ہاشم الاقربین۔ یعنے دس دس نزدیکی بنی ہاشم سے داخل ہوئے اور انہوں نے صلوٰۃ پڑھی۔ جیسے یہ ثلاثہ تجہیز و تدفین سید الانبیاء میں شریک نہیں ہوئے۔ ویسے ہی سیدۃ النساء کے جنازہ پر بھی نہیں آئے اور حضرت سیدہ نے بھی اس امر کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ سید علی ہمدانی مودۃ القربےٰ مودہ ۱۶ و ۱۷ میں حدیث لکھتے ہیں کہ جب حضرت زہرا کا انتقال ہوا۔ فکشف امیر المومنین عن وجہہا فاذا برقعۃ عند راسہا فنظر فیہا فاذا فیہا مکتوب بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذہ وصیۃ فاطمہ بنت رسول اللہ وھوان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وان الجنۃ حق والنار حق وان الساعۃ اٰتیۃ لاریب فیہا وان اللہ یبعث من فی القبور یا علی انا فاطمہ بنت رسول اللہ زوجنی اللہ منک لاکون لک فی الدنیا والاٰخرۃ وانت اولیٰ بی من غیری فاغسلنی وحنطنی وکفنی وادفنی باللیل ولا تعلم احدا استودعک اللہ واقرء علی ولدی سلاما الی یوم القیامہ۔ یعنے حضرت علیؑ نے روئے منور زہرا سے چادر اٹھائی تو آپکے سرہانے ایک رقعہ پڑا ہوا دیکھا جب اس میں نظر کی تو اس میں بعد بسم اللہ لکھا تھا کہ یہ وصیت فاطمہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد اس کا رسول ہے اور جنت و جہنم برحق ہیں۔ اور قیامت کی گھڑی آنے والی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ اللہ اہل قبور کو مبعوث کرے گا۔ اے علیؑ میں فاطمہ بنت رسول ہوں۔ مجھے بیاہا رسول نے تیرے ساتھ تاکہ میں دنیا و آخرت میں تیری زوجہ ہوں پس غیر سے تو مجھے اولےٰ ہے۔ مجھے غسل دے حنوط کر۔ کفن پہنا اور رات کو دفن کر اور کسی کو اطلاع نہ دے اور تجھے خدا کے سپرد کرتی ہوں اور پڑھتی ہوں میں اپنی اولاد پر سلام قیامت تک اور مسلم و بخاری میں ہے ابی ابو بکران یدفع الیٰ فاطمہ منہا شیئا فغضب وفی اخری فوجدت فاطمہ علے ابی بکر فی ذالک فھجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت وعاشت فاطمہ بعد النبی ستۃ اشہر فلما توفیت دفنہا زوجہا علے لیلا ولم یوذن بہا ابابکر وصلی علیہا الخ یعنے ابو بکر صاحب نے حضرت فاطمہؑ کو فدک سے کچھ دینے سے بھی انکار کیا۔ پس حضرت زہرا ابو بکر پر غضبناک ہو گئیں

اور اس سے ہجرت کی اور نہ کلام کی اس سے مرتے دم تک اور نبی کریم کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو حضرت علیؓ نے انکو رات کیوقت دفن کیا اور ابوبکر کو خبر نہ کی۔ ان دونو حدیثوں سے ثابت ہوا حضرت زہرا جناب ابوبکر پر ناراض و غضبناک تھیں۔ اور انکا سایہ بھی دیکھنا نہ چاہتی تھیں۔ اور اسی لئے وصیت کی کہ انکو خبر نہ کی جائے اور یہ حضرت زہرا کے انتہائے غضب پر دلالت کرتا ہے یعنے آپ اس قدر ان پر ناراض تھیں۔ کہ آپ نے ان کا اپنے جنازہ پر آنا بھی گوارا نہیں کیا۔ لیکن اگر زہرا ناراض تھیں تو انکو چاہیئے تھا کہ انکو خوشنود کرتے۔ انسے معذرت کرتے اور اقلاً جنازے کے ساتھ تو جاتے عدم اطلاع کا عذر نامقبول ہے اور ایسے سانحہ کی مدینہ میں اطلاع نہ ہونا عجیب ہے اگر ان لوگوں کا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی۔ واذکرکم اللہ فی اھلبیتی و فاطمہ بضعۃ منی کا خیال ہوتا تو زہرا کی عیادت کو جایا کرتے۔ آپ کی وفات کی خبر رکھتے۔ انکی غفلت سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اہلبیتؑ سے بالکل روگردانی کر لی تھی۔ پھر عدم اطلاع یابی کا عذر کس کام اور پیچھے آکر قبر کھودنے کا ارادہ کرنا باعث ؟ نہیں تو اور کیا ہے۔

طعن چہارم۔ ذکر فدک

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت صدیق نے جھوٹی حدیث پیش کر کے حضرت زہراؑ کا حق تلف کیا۔ جواب بعض جھوٹ۔ کتب اہلسنت میں تو اس کے بہت راوی موجود ہیں خصوصاً جناب امیرؑ بھی اس کی روایت کرتے ہیں۔ تمہاری معتبر کتاب کافی کلینی میں امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں البتہ علماء وارث انبیاءؑ کے ہیں۔ اس واسطے کہ انبیاء نے وارث نہیں کیا کسی کو درہم و دینار کا اور سوائے اس کے نہیں کہ وارث کیا انہوں نے احادیث کا اپنی حدیثوں سے جنے لیا کچھ اس سے یعنی حدیث سے البتہ لیا اس نے بہت حصہ کامل اور تمہارے شارح صاحب صافی اس حدیث کی شرح یوں فرماتے ہیں از انبیاء ہرچہ باقیماندہ اگرچہ ترکہ است دراں حکم ترکہ نیست اور بھی آخر کتاب من لایحضرہ الفقیہ کے ۹ باب میں اس مضمون کی روایت حضرت علیؑ سے بھی محمد بن الحنفیہ کی وصیت میں مروی ہے۔ چوں فدک وراثت حق سیدۃ النساء بلاشرکت دیگر وارثان رسول متعذر گشتہ۔ شیعہ دو آئتیں پیش کرتے ہیں۔

جواب شیعہ۔ پہلے شیعوں کی کتابوں کے حوالوں کا جواب دیا جاتا ہے۔ حدیث ان العلماء ورثۃ الانبیاء اصول کافی باب ۳ صفۃ العلم و فضلہ و فضل العلماء میں ہے اور باتفاق محدثین شیعہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کا راوی ابوالبختری قاضی اہلسنت ہے جو باتفاق فریقین کذاب وضاع ہے

منتہی المقال فی علم الرجال صہ ۳۱۹ میں ابوالبختری کے حال میں لکھا ہے کان کذابا۔ کذابا قاضیا عامیا۔ کان ابوالبختری من اکذب البریہ اور میزان الاعتدال میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں کان جوادا محمد حالکنہ متھم فی الحدیث وقال احمد کان یضع الحدیث۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابوالبختری قاضی عامی۔ سب لوگوں سے جھوٹا تھا۔ اور متہم تھا حدیث میں اور حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ ملاحظہ ہو مرآۃ العقول شرح کافی جلد اول صہ ۳۳ اور اس کو مانکر بھی اس سے حدیث نحن معاشر کی تائید نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس میں وراثت علمی کا ذکر ہے اور وراثت علمی بھی ہوتی ہے اور مالی بھی۔ ایک کے بیان سے دوسرے کی نفی نہیں ہوتی۔ دوم حضرت نے فرمایا ان العلماء ورثۃ الانبیاء اس کے بعد گویا کسی سائل نے سوال کیا ای شیئ اورثوالھم یعنے علماء کو جو آپنے اپنا وارث فرمایا تو آپ نے کس شے میں انکو وراثت دی۔ جواب دیا لم یورثوالھم الدرھم والدینار۔ کہ نہیں ورثہ میں دیا انبیاء نے علماء کو درہم و دینار۔ ولاکن اورثوالھم الاحادیث۔ بلکہ ورثے میں دیں انکو احادیث پس علماء من حیث العلم۔ وراثت احادیث پاتے ہیں انبیاء سے اور اس میں اشارہ ہے کہ انکے ایسے وارث بھی ہوتے ہیں۔ جو وراثت مالی پاتے ہیں پس اہلبیت علیہم السلام دو جہتوں سے وارث پیغمبر آخر الزمان ہیں۔ جہت علم سے وراثت علمی پائی چنانچہ فرمایا انا ورثنا محمداً۔ اور جہت نسب و تعلق جسمانی سے وراثت مالی کے حقدار ہوئے۔

سوم۔ اگر ان الانبیاء لم یورثوالھم درھما و دینارا کو مطلق لو۔ تو غایت مافی الباب یہ ہے کہ ان دو چیزوں کی عدم وراثت ثابت ہوگی۔ حالانکہ یہ مسلم ہے کہ پیغمبر کچھ خزانہ نہیں چھوڑ گئے۔ صرف زمین فدک کی چھوڑ گئے پس عدم وراثت درہم و دینار سے عدم وراثت ارض و عقار لازم نہیں آتی۔ ان مختصر وجوہ سے ثابت ہوا کہ حدیث مذکور نحن معاشر کی کسی طرح بھی موید نہیں۔ بلکہ اس سے شیعوں کے دعوے خلافت کی بھی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ حدیث کہتی ہے کہ علماء ورثۃ انبیاء ہیں اور ملک و سلطان ہونے کے لئے بھی خدا نے بسطۃ فی العلم۔ خداوند عالم نے قصۂ طالوت میں فرمایا ان اللہ اصطفاہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم (خدا نے طالوت کو تم پر چنلیا ہے اور زیادہ کیا ہے اسکی وسعت کو علم و جسم میں) اب بعد نبی کریم دیکھئے صحابہ میں علم و جسم میں کون زیادہ تھا۔ وہی جس کی شان میں انا مدینۃ العلم و علی بابہا ز نبیؐ مدینۂ علم و علیؑ بود در او و افضاکم علیؑ فرمایا نہ وہ جنکے ابا کو بھی فاکھۃ و ابا کے معنے نہیں آتے تھے۔ پس وہی علیؑ وارث اول مصطفےٰ ہوا۔

شاہ جی فرماتے ہیں کہ صاحب صافی نے حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء کی شرح میں فرمایا کہ از انبیاء ہرچہ باقیماندہ دراں حکم ترکہ نیست لیکن جب اصل کتاب کی طرف رجوع کیا گیا۔ تو اس حدیث کے تحت میں

یہ عبارت نہ پائی دیکھئے صافی کتاب العقل جزو اول صـ۴۳ اور من لا یحضر کا حوالہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ یہ کتاب عربی میں ہے۔ اس میں فارسی کی عبارت کہاں سے آ گئی۔

اب رہا آپ کا یہ قول کہ حدیث نحن معاشر کے بہت سے راوی ہیں۔ اس لئے ہم آپ کو آپ ہی کے عالم کا قول بتلاتے ہیں جس سے یہ صاف ثابت ہے کہ اس حدیث کا اور کوئی راوی نہیں۔ براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ صـ۴۸ واختلاف کردند در میراث او نیز ہیچ یک از اصحاب علم بایں نمود تا آنکہ ابوبکر گفت شنیدم از رسولؐ کہ گفت انا معاشر الانبیاء لانورث ماترکناہ صدقہ یعنی بہ تحقیق ما گروہ انبیاء ایم از ما میراث نمی برد۔ آنچہ ما گذاشتیم صدقہ است۔ یعنی اختلاف کیا صحابہ نے میراث پیغمبر میں اور ان میں سے کوئی بھی اس خبر کو نہیں جانتا تھا۔ یہاں تک کہ ابوبکر نے کہا کہ حضرت نے فرمایا ہے ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ ایسے صریح بیان کے ہوتے ہوئے کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ اس حدیث کے اور بھی راوی ہیں۔ اور اگر کوئی ہو بھی تو اس نے ابوبکر صاحب سے سنکر روایت کی ہوگی۔ ورنہ انہوں نے اپنے کانوں سے اور حضرت کی زبان مبارک سے اس حدیث کو نہیں سنا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے چپکے سے اس کے کان میں کہہ دی ہوگی۔ لیکن صحابہ نے بغیر شاہدوں کے کیوں یقین کر لیا۔ عمر صاحب تو حسن بصری بچارے سے اذن دخول کی حدیث کے شاہد مانگے اور ابوبکر صاحب فاطمہؑ صدیقہ سے دعوے ہبہ فدک کے گواہ طلب کرے اور انکے مجرد بیان کو تصدیق نہ کرے۔ تو پھر ابوبکر صاحب کو کیا حق حاصل ہے کہ اس کا قول بغیر ثبوت و بینہ کے قبول ہو یہی کہا جائے گا کہ ماننے والوں کو رعب شاہی و غلظت درہ زن مانع ہوئی ہوگی۔ اور حضرت علیؑ کی کوئی روائت اسباب میں آپ کی کتب میں درج ہے۔ تو وہ باطل موضوع ہے اگر حضرت علیؑ نے یہ حدیث سرور عالم سے سنی ہوتی تو حضرت زہراؑ کو دعوئے فدک سے روکتے اور ابوبکر صاحب کو اسحدیث میں کاذب کیوں سمجھتے۔

۲۔ شیعہ دو آیتیں پیش کرتے ہیں۔ کہا کہ جب اور پیغمبروں کا ورثہ قرآن میں ثابت ہے تو کیوں رسولؐ اپنے ترکہ کے وارث نہیں ہوئے۔ چنانچہ قولہ تعالےٰ وورث سلیمان داؤد۔ یعنی میراث لی حضرت سلیمان نے داؤد کی اور فرمایا فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب یعنی زکریا پیغمبر نے دعا کی کہ خدایا مجھ کو ایک فرزند عطا فرما۔ کہ میراث لے مجھ سے اور بعض آل یعقوب سے جواب۔ اگر یہ مال وراثت مال دنیا کی تھی تو حضرت داؤد کے ۱۹ پسر تھے۔ کیوں حضرت سلیمان کو وارث فرمایا۔ دوسروں کو وارث نہ بنایا۔ پس معلوم ہوا کہ حق تعالےٰ نے یہ وراثت دنیوی کا ذکر فرمایا ہے

نہ کہ دنیا کا۔ بھلا کون کہتا ہے کہ انبیاء اور معصوم مال دنیا کا اپنا ترکہ اور ورثہ سمجھتے تھے اور دنیا مردار کے طلبگار تھے۔

آپکے کمال الدین میثم بحرانی اپنی شرح کبیر نہج البلاغۃ (مصباح السالکین) یہ روایت نقل کی ہے (یہ ایک لمبی روایت ہے جس کو ہم نے فتاوی حائری حصہ سوم صـ۱ میں نقل کیا ہے)

جواب شیعہ۔ مال دنیا وہ برا ہے جو حرام سے پیدا کیا گیا ہو۔ یا حرام میں خرچ کیا جائے لیکن جو مال حلال کے طریقے سے حاصل ہو اور خوشنودی خدا میں صرف کیا جائے۔ وہ ہرگز مذموم نہیں اور نہ اس کے رکھنے والے حقیر ہیں۔ یہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ کہ دولتمند آسمانی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا لیکن اسلام حقیقی کی یہ تعلیم نہیں۔ دیکھیے حضرت سلیمان دعا کرتے ہیں رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدہ (اے اللہ تو مجھے ایسا ملک دے جو میرے بعد کسی کے لئے سزاوار نہ ہو) پس اگر ملک دنیا و مال دنیا مطلقاً مذموم ہوتی تو حضرت سلیمان اس کے لئے دعا نہ کرتے۔ اپنے پہلوی قرآن مثنوی مولوی روم کو دیکھو کہ دنیا کے بارے میں کیا لکھا ہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل بدن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

پس وہ مال جو راہ حلال سے کمایا گیا ہو۔ اگر اس کے لئے وارث لائق کی دعا کی جائے تو وہ ممدوح ہے۔ حضرت داؤد کے کتنے بیٹے ہوں لیکن قرآن میں چونکہ سلیمان ہی کا ذکر آیا ہے۔ اس لئے اسی کی وراثت کا بھی ثبوت ہے عدم پر دلیل نہیں۔ مزید دلائل رسالہ الانصاف صـ۱۲۲ و ۱۲۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ابن میثم بحرانی کی منقولہ حدیث ہم نے فتاوے حائری حصہ سوم۔ سوال نمبر صـ۱۷ میں بمعہ جواب نقل کی ہے۔ یہاں بھی اس کا خلاصہ دیئے دیتا ہوں۔ جناب میثم رحمۃ اللہ شیعہ تھے اور انہوں نے قضیۂ فدک کے متعلق شیعوں کا اعتقاد شرح کتاب علیؑ الی عثمان بن حنیف الانصاری عامل بصرہ میں (شرح نہج البلاغۃ جزء ۳۵) یہ لکھتے ہیں ثم المشھور بین الشیعۃ والمتفق علیہ عندھم۔ یعنی شیعوں میں یہ روایت فدک کے متعلق مشہور اور متفق علیہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ سلام اللہ علیہا نے دعوے کیا۔ ام ایمن و حضرت علیؑ کو شہادت ہبہ میں پیش کیا۔ ابوبکر نے جواب دیا کہ شہادت ناقص ہے اس کے بعد صدیقہ طاہرہ نے ایک خطبہ موعظہ پڑھا اور اس کے اثناء میں فرمایا اللہ ان ترث یا ابن قحافہ اباک ولا ارث ابی لقد جئت شیئا فریا (اے ابوبکر تو اپنے باپ کا وارث ہو اور میں اپنے باپ کی وراثت نہ پاؤں) پھر قبر رسولؐ کیطرف منہ کر کے کچھ اشعار پڑھے۔ جن کا آخری مصرعہ یہ ہے اذا غبت عنا فنحن القوم نغتصب رجب

تو یا رسول اللہ ہم سے غائب ہو گیا تو ہم وہ قوم بن گئے۔ جن کے حقوق غصب کئے جاتے ہیں۔ پھر انصار
کو خطاب فرمایا اور اثنائے تقریر میں کہا کہ ان لوگوں کو خدا نے رسول کے مرنے سے پہلے ہی ان کے
سوء حال سے مطلع کیا تھا کما قال ما محمدٌ الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم
علے اعقابکم (محمد نہیں ہے مگر رسول گزرے ہیں اس سے پہلے رسول اگر مرے یا قتل کیا جائے۔ تو تم لوگ
پھر جاؤ گے اپنی ایڑیوں پر) پھر ابن میثم نے لکھا ہے ثم رجعت الی بیتھا واقسمت ان لا تتکلم
ابابکر ولیدعون علیہ ولم تزل کذٰلک حتی حضرتھا الوفاۃ فاوصت ان لا یصلی علیھا فصلی علیھا
العباس ودفنت لیلا (پھر واپس گئیں اپنے گھر کو اور قسم کھائی کہ ابوبکر سے کلام نہ کرینگی اور بددعا کریں گی
اسے اور اسی طرح ابوبکر سے ناراض رہیں۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات آن پہنچی۔ پس آپ نے وصیت
کی کہ ابوبکر مجھ پر نماز نہ پڑھے۔ پس نماز پڑھی آپ پر عباس نے اور دفن ہوئیں رات کے وقت) اس
روایت متفقہ شیعہ کو لکھ کر شارح نہج روایت محولہ کو ردی کہہ کر لکھتے ہیں جس سے صاف ثابت ہوتا
ہے کہ یہ سنیوں کی روایت ہے اور اس روایت کو ابن الحدید نے بھی جلد ۲ جزو ۱۲ شرح خط مذکور فصل
اول میں ابوبکر جوہری کی کتاب السقیفہ والفدک سے لکھا ہے اور اس فصل کے ابتدا میں لکھا ہے فصل
اول۔ فیما ورد من الاخبار والسیر المنقولہ من افواہ اہل الحدیث وکتبھم لا من کتب الشیعہ۔
(فصل پہلی۔ ان اخبار و سیر میں جو منقول ہیں افواہ و کتب اہل حدیث سے نہ کتب شیعہ سے) ابن ابی
الحدید معتزلی سنی ہے وہ بھی اقرار کرتا ہے کہ روایت مذکورہ سنیوں کی مرویہ ہے اور ابن میثم نے اپنے
اعتقاد کے بعد مخالفین کی بھی یہ روایت لکھدی ہے تاکہ دیکھنے والا فریقین کے خیالات سے واقف
ہو جائے اور آخیر میں فرمایا ہے وفی ھذہ القصہ خبط کثیر بین الشیعہ ومخالفیھم ولکل من
الفریقین کلام طویل (یعنے اس قصہ فدک میں شیعہ اور انکے مخالفوں کے درمیان بہت بحث ہے
اور ہر فریق کے کلام طویل ہیں) اب اصل خط کے فقرات کو بھی ملاحظہ کیجئے جس کی ذیل میں یہ روایت
لکھی گئی ہے حضرت علیؑ فرماتے ہیں فواللہ ما کنزت من دنیاکم تبرا ولا ادخرت من غنائمھا
وفرا ولا اعددت لبالی ثوبی طمرا بلی کانت فی ایدینا فدک من کل ما اظلتہ السماء فشحت علیھا
نفوس قوم وسخت عنھا نفوس قوم اٰخرین ولنعم الحکم اللہ وما اصنع بفدک وغیر فدک
والنفس مظانھا فی غد جدث (نہج البلاغۃ جز ۲ صہ ۴۳ مطبوعہ بیروت) ترجمہ۔ واللہ میں نے
تمہاری دنیا میں سے کسی غیر مسکوک چیز کو جمع نہیں کیا۔ اس دنیا کی غنیمتوں میں سے مال کثیر کو ذخیرہ نہیں
کیا۔ میں نے اپنے دو پرانے کپڑوں کے لئے کوئی دوسرا جامہ مہیا نہیں کر رکھا۔ البتہ ان اشیاء کی

اموال سے جن پر آسمان نے سایہ کیا ہے صرف فدک ہمارے تصرف میں تھا۔ مگر ایک قوم کے نفوس
نے اسے واگزار کرنے میں بخل اختیار کیا۔ اور دوسرے گروہ کے نفوس۔ (صاحبان حق) اس پر بخشش
وسخاوت سے کام لے کر بیٹھ رہے۔ خیر اس بات کا اللہ اچھا فیصلہ کرنے والا ہے اور میں فدک یا غیر
فدک کو لے کر کیا کروں گا۔ حالانکہ نفس کی جگہ بروز فردا قبر میں ہے) انتہی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ
کہ جناب امیر غصب فدک پر غضب کا اظہار کرتے ہیں۔ غاصبوں کی شکایت کرتے ہیں۔ انکے غصب
کا انصاف اللہ پر چھوڑتے ہیں۔ غاصب کو بخل سے موصوف کرتے ہیں۔ ابن میثم ان فقرات کے ذیل میں
فرماتے ہیں وذکرھا فی معرض حکایۃ حالہ وحال القوم معہ علی سبیل التشکی والتظلم ممن
اخذھا عنھم الی اللہ (یعنے جناب امیرؑ نے ذکر کیا ہے ان کلمات کو بر سبیل شکایت الی اللہ ان سے
جنہوں نے فدک اہلبیت سے لیا۔ بیچ معرض حکایت اپنے حال کے اور قوم کے حال سے آپکے ساتھ)
پس اگر اصل مدعیہ حضرت زہراؑ فیصلہ بکریہ پر راضی ہو گئی ہوتیں اور ثلاثہ فدک کی آمدنی اہلبیت
کو دیا کرتے۔ تو جناب امیرؑ کو انکی شکایت کی کیا ضرورت تھی اور انکی طرف نسبت بخل کرنے سے کیا
حاصل۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ عند الشیعہ فدک اہلبیت سے غصب ہوا۔ حضرت زہراؑ
ناراض ہوئیں۔ اس لئے وہ حدیث جس میں حضرت زہراؑ کی رضامندی کا ذکر ہے شیعوں کی روایت
نہیں اور نہ شیعوں کی کسی کتاب حدیث میں درج ہے اور ابن میثم نے اسے بصیغہ مجہول ذکر کیا
ہے تو وہ عند الشیعہ مجہول ہی ہے۔

۳۔ جب فدک مغصوب ہوا اور خلفاء غاصب ہوئے تو اس فعل میں جناب امیرؑ بھی تو ان کے
شریک تھے آپ بھی اس میں اسی طرح کرتے رہے جیسا کہ صدیق اکبر کرتے تھے۔ امام حسنؑ نے بھی
اسی طرح کیا۔ اس کا جواب صاحب معیار الہدایت ۱۱۶ پر اس طرح فرماتے ہیں۔ کہ جناب امیرؑ و حسینؑ کا فدک
پر قبضہ نہ فرمانا۔ اس کا سبب یہ ہے اول تو جب خلیفہ اول و ثانی کے روبرو حضرت مرتضےٰ وغیرہ نے
وراثت فدک حضرت زہراؑ کی شہادت دی۔ تو انہوں نے نامنظور کی کہا کہ اپنے ذاتی نفع کے لئے قول
فاطمہؑ کی تائید کی ہے۔ دوسرا۔ فتح مکہ کے دن حضرت نے فرمایا کہ ہم اور ہمارے اہلبیت وہ ہیں کہ جو
چیز ہم سے جبرًا چھین لی جاتی ہے۔ پھر ہم اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔ جواب۔ فدک کی طرح تو
بقول تمہارے خلافت بھی انہوں نے جبرًا چھین لی تھی۔ تو کیا وجہ کہ جناب امیرؑ نے پھر خلافت کو لے
لیا اور فدک کو جانے دیا۔ یا تو کہو کہ خلافت لینے کے وقت وہ حضرت کا ارشاد آپ کو یاد نہیں رہا۔ یا فدک
سے خلافت کا معاملہ زیادہ تھا۔ اس واسطے حضرت امیرؑ فدک کی طرف متوجہ ہوئے اور خلافت کی طمع نہ چھوڑ سکے

سکے۔ نعوذ باللہ

ایک شبہ جدید ابن سبا کے مرید نے اس کی یوں تردید کی ہے کہ خلافت حق الٰہی تھا۔ اس واسطے جناب امیرؑ نے واپس لے لیا اور فدک حق اپنا تھا۔ اس واسطے پھر کسی امام نے اس کو نہیں لیا۔ جواب۔ جب خلافت جناب امیر کا حق ہی نہ تھا۔ تو سب جھگڑا ہی منقطع ہو گیا۔ وہ تو حق الٰہی تھا جس کو خدا نے چاہا دے دیا۔ باقی رہا فدک تو ہم پوچھتے ہیں کہ کس فرقے اور مذہب میں اپنا حق لینا ناجائز ہے۔ خدا و رسولؐ تو فرماتے ہیں کہ جو اپنے حق پر لڑ کر مرا وہ شہید ہوا۔ دوسرا جب اپنی غصب شدہ چیز کو پھر اہلبیتؑ نہیں لیتے۔ تو حضرت عباس کا پرنالہ غصب شدہ کیوں جناب امیرؑ نے پھر لگوایا۔ تیسرا۔ بر وقت عمر بن عبدالعزیز نے فدک امام محمد باقرؑ کو دیا اور انہوں نے اپنے تصرف میں لیا۔ پھر عباسیوں کے ہاتھ آیا حتیٰ کہ ۲۲۰ھ کو جب مامون رشید خلیفہ ہوئے تو اس نے اپنے عامل کو لکھا۔ کہ باغ فدک اولاد فاطمہؑ کو دے دو یں تب وہ فدک امام موسےٰ رضاؑ کو ملا۔ پھر کیوں کہا کہ اپنا حق غصب شدہ کسی امام نے نہیں لیا۔

بعضے کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے فدک اس واسطے نہیں لیا کہ وہ حضرت زہراؑ کی اقتدا پر چلے۔

جواب۔ امام محمد باقرؑ و موسےٰ رضاؑ نے کیوں جناب زہراؑ و مرتضےٰؑ دونوں کا اقتدا نہ کیا۔

جواب شیعہ۔ پہلے مفصل بیان ہو چکا کہ جناب امیر علیہ السلام فدک کو حق اہلبیتؑ سمجھتے تھے اور شیخین کو رد دعوے زہراؑ میں کاذب۔ غادر۔ غائن۔ آثم جانتے تھے۔ پھر اگر بوجوہ مصالح و عدم فرصت فدک کو اسی حالت میں رہنے دیا ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ آپ اس مسئلہ میں شیخین کو صادق جانتے تھے۔ حالانکہ وہ پہلے ہم نے نہج البلاغہ سے قول جناب امیرؑ نقل کیا ہے۔ جو اس خط سے مقتبس ہے جو جناب نے اپنے دور خلافت ظاہری میں ابن حنیف الانصاری کو لکھا اور نہج البلاغہ باتفاق شارح مقاصد۔ قوشجی و کازرونی کلام جناب امیرؑ ہے اس سے ثابت ہوا کہ آپ اپنے عہد میں اسی رائے پر باقی تھے جو پہلے ظاہر تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ فدک کو اسی حالت پر چھوڑنا مبنی بر مصالح تھا۔ جن میں سے چند بیان کی جاتی ہیں۔ ۱۔ چونکہ آپ کو اپنے عہد خلافت میں امن و چین نہیں ملا اور نہ اتنی مہلت ملی کہ تمام بدعات ثلاثہ کی اصلاح کر سکیں

۲۔ اس لئے کہ اگر آپ فدک میں اپنا قبض و دخل کرتے تو طرفداران ثلاثہ فساد کرتے۔ جیسے کہ تراویح بند کرنے پر شور واعمراہ بلند کیا تھا۔

۳۔ لوگ کہتے کہ طامع ہیں اور اسی طمع کے لئے خلافت کی باگ ہاتھ میں لی ہے۔

۴۔ اس لئے کہ لوگ اس ظلم کو جو ثلاثہ نے کئے تھے یاد رکھیں اور انکی آنکھوں کے سامنے معاملہ

فدک نظر آ جائے اور انکا اشتعال ثلاثہ و امثالہم کے برخلاف بڑھے۔ تاکہ پھر وہ ایسے شخصوں کو اپنا سردار نہ بنائیں۔ جیسے کہ زوجہ عثمان نے اپنے شوہر کے خون آلود کرتے کو دھویا نہیں۔ بلکہ اسی طرح اسے مسجد کے ممبر پر آویزاں کر دیا۔ تاکہ طرفداران عثمان کا اشتعال قتلہ عثمان کے برخلاف بڑھے۔

۵۔ فدک کے ورثہ بعد از سیدہ حسنینؑ تھے۔ انہوں نے دعوے نہیں کیا اس خیال سے کہ جب ہم نے پہلے ابوبکر کی کچہری میں اپنی والدہ مطہرہ کے حق میں شہادت دی تھی۔ تو انہوں نے ہماری شہادت پر اعتراض کئے تھے۔ کہ یہ اس کے بیٹے ہیں۔ اب اگر ہم نے دعوے کیا اور جناب علیؑ نے دیدیا تو یہ لوگ کہیں گے کہ باپ نے اپنے بیٹوں کے حق میں فیصلہ دے کر انکی رعایت کی۔

۶۔ حق لینے میں تاخیر کرنا معیوب نہیں۔ چنانچہ جناب امیرؑ نہج البلاغۃ میں فرماتے ہیں لا یعاب المرء بتاخیر حقہ انما یعاب من اخذ ما لیس لہ۔ یعنے نہیں عیب لگایا جاتا اس آدمی کو جو اپنے حق میں تاخیر کرے۔ بلکہ اس پر عیب لگایا جاتا ہے۔ جو اس چیز کو لے لے جو اس کا حق نہ ہو۔

۷۔ فتح الباری شرح بخاری۔ کتاب الانبیاء حدیث ۱۷ من باب صفۃ النبی میں ہے۔ قولہ وما انتقم لنفسہ خاصہ فیہ ترك الحکم للنفس وان کان الحاکم متمکنا من ذلك بحیث یومن منہ الحیف علی المحکوم علیہ لاکن لحسم المادۃ واللہ اعلم یعنے حضرت نے خاص اپنے نفس کے لئے انتقام نہیں لیا۔ اس میں دلیل ہے کہ اپنے نفس کے لئے حکم کو ترک کیا جائے اگرچہ حاکم متمکن ہو اور محکوم پر ظلم کرنے سے بھی مامون ہو۔ اس لئے کہ قطع وہم ہو۔ انتہیٰ۔

اس قول سے صاف ثابت ہے کہ حاکم اگرچہ متمکن ہو۔ لیکن اپنے نفس کے لئے حکم کو ترک کرے تاکہ بد اندیش وہم و شکوک نہ پھیلائیں۔ اسی دلیل سے جناب امیرؑ نے فدک کو نہیں لیا۔ تاکہ بد اندیش وہم طمع نہ کریں۔ اس سے یہ وہم بھی منقطع ہو گیا جو اہلبیتؑ کے فرمان پر کیا جاتا ہے۔ کہ اہلبیت مال غصبی کو واپس نہیں لیتے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم خود متمکن ہو جائیں تو ہم نہیں لیتے لیکن اگر کوئی خود واپس کر دے۔ تو چونکہ اس سے وہ وہم پیدا نہیں ہوتا جس کا اشارہ فتح الباری میں ہے اس لئے اسے لینے میں کیا عذر ہے۔ کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دینے والا اس چیز کو اسی کا حق سمجھتا ہے اور پہلے غاصبوں کے فعل سے برات کرتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ جب عمر بن عبدالعزیز نے فدک اہلبیتؑ کو دے دیا۔ تو سنیوں نے کہا طعنت علی الشیخین۔ کہ تو نے اس فعل سے شیخین پر طعن کیا تو امام محمد باقر علیہ السلام نے اسے لے لیا اور مطلب اہلبیت کا یہی تھا کہ شیخین پر طعن قائم ہو۔ بحمد اللہ ہم نے ثابت کر دیا کہ جناب امیرؑ کے نہ لینے اور حضرت باقرؑ کے لینے سے وہ مطلب ثابت ہو گیا

اور مجالس المومنین میں حضرت امام رضا علیہ السلام کا فدک لینا مذکور نہیں۔ اب رہا یہ اعتراض کہ خلافت جناب امیرؑ نے کیوں لے لی وہ بھی تو غصب شدہ تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اہلبیتؑ نے یہ فرمایا ہے کہ جو مال ہم سے غصب ہوگیا ہو اس کو ہم خود نہیں لیتے۔ دیکھو مجالس المومنین اور خلافت از قسم مال نہیں تھی

۲۔ یہ کہ اہلبیتؑ اس چیز کو خود نہیں لیتے جو انسے غصب ہوگئی ہو اور غاصب یا اس کی اولاد کے قبضے میں ہو۔ لیکن بعد از قتل عثمان خلافت پر کسی کا قبضہ نہیں تھا اور جیسے عمر بن عبدالعزیز نے خود بخود فدک اہلبیتؑ کو دے دیا تھا ویسے ہی اس مقام پر خود بخود صحابہ نے جناب امیرؑ کے ہاتھ پر بیعت کی بلا کراہ و اجبار۔

۳۔ فتح الباری میں صاف لکھا ہے کہ فیہ ترك الحکم للنفس۔ جو چیز راجع ہو بہ نفس حاکم اس کو حاکم ترک کرے۔ لیکن خلافت کا فائدہ راجع بہ خلق تھا جناب امیرؑ نے اس سے کچھ دنیاوی فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ دنیوی مفاد کے لئے جو انکے نفس کے لئے ہوتا۔ خلافت کو لیا۔ پس معلوم ہو گیا کہ اس پر وہ حکم صادق نہیں۔

۴۔ خلافت حق و عہد خدا تھا۔ جیسے کہ خدا فرماتا ہے لاینال عہدی الظالمین (میرا عہد ظالموں کو نہیں ملتا) اس آیت میں خدا نے امامت کو اپنا عہد فرمایا ہے اور فدک انکا اپنا حق تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے حق کی طرف چنداں خیال نہ کیا اور خدا کے عہد کو لے لیا اور اس کے لئے اپنے حقوق بھی جتلاتے رہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے ان العہد کان مسئولا۔ (عہد کی نسبت سوال کیا جاویگا) یہی مراد ہے صاحب معیار الہدے کی کہ خلافت حق خدا ہے آپ فرماتے ہیں۔ کہ اس سے معلوم ہوا کہ حق جناب امیرؑ نہ تھا۔ واہ پتھر پڑیں ایسی سمجھ پر۔ ارے حق حقدار کا حصہ ہوتا ہے یا غیر کا۔ اگر ایک مکان کسی کے حق میں آئے اور دوسرا اس پر جبراً قبضہ کر لے اور اس کو غصب کر لے تو کیا آپ یہی کہیں گے کہ دوسرا حقدار ہے۔ کیونکہ خدا نے اسے دلایا ہے۔ اس طرح تو آپ واقعۂ کربلا میں کہدیں گے کہ خلافت حق یزید تھی۔ کیونکہ اس میں بھی دو دعویدار تھے۔ امام حسینؑ اور یزید۔ یزید پر اجماع ہوگیا۔ پس آپ کی دلیل کے مطابق خدا نے یزید کو اس کا حق دلا دیا۔ واہ تمہارا اسلام اور سیادت۔ ملتانی سچ کہا کرتے ہیں۔ کاٹھ دی کُنی نہیں۔ سید سُنی نہیں۔ اسی سے سمجھ لو۔

۵۔ شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حدیث لانورث کا مضمون اس آیت قرآنی کے برخلاف ہے قولہ تعالٰے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔ یعنے وصیت کرتا ہے اللہ تمہاری اولاد کے حق میں کہ مرد کا حصہ برابر مثل دو عورتوں کے ہے۔ جواب۔ اس آیت شریفہ کا حکم عام ہے نہ خاص۔

دیکھو حضرت محمد مصطفٰےؐ تو اس حکم سے مستثنٰے ہیں اور بھی اسی طرح کی تو بہت آیتیں ہیں۔ جو ہمارے حضرت انکے حکم میں داخل نہیں ہیں اور بہت وہ بھی ہیں جو عام کے سوا صرف ہمارے حضرت پر واجب الادا ہیں خصوصاً اسی آیت کے اول و آخر میں دیکھو۔ حق تعالٰے نے بزبان رسول تمام امت کو خطاب کیا ہے آپ کو اس میں داخل نہیں فرمایا جیسا کہا دیدو یتیموں کو انکے مال اور بدل نہ لو گندہ ستھرے سے اور مت کھا جاؤ مال ان کا اپنے مال میں ملا کر جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق۔ وہ کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ۔ پس حضرت کی ذات ان سب باتوں سے پاک ہے اور بھی جیسا فرمایا کہ اگر تم عدل نہ کرسکو گے یتیموں کے حق میں تو اور عورتیں نکاح میں لاؤ۔ دو سے چار تک۔ یہ تمام احکام عام امت کیواسطے ہیں نہ کہ رسول ان میں داخل ہیں حضرت کو تو چار سے بھی زیادہ نکاح جائز تھے اوروں کو نہیں۔ ایسا ہی اس آیت میں میراث کا حکم عام ہے حضرت کو نہیں۔

دوم۔ اس آیت کے ارشاد سے بھی آپ کی مراد حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس آیت ذوالقربٰے والیتمٰی والمساکین کی طرح تو حق تعالٰے اس آیت میں بھی تمام اولاد و عورات اور سب اقربائے وغیرہ کو وارث فرماتا ہے۔ پھر کب حضرت اس آیت کے بھی برخلاف ایک جناب زہراؑ کو فدک دیتے اور دوسرے حقداروں کو محروم رکھتے۔ انکے عقائد کا اصول محض قرآن کے برعکس اور انکے سب مسائل بھی نصوص قرآنی کے برخلاف ہیں جیسا اسی آیت وراثت کے مخالف بھی انکی یہ حدیث کتب فقہ میں موجود ہے انکی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ باب ۹ اور الوصایا میں ہے فی الارض والعقاد فلا میراث لھن۔ یعنے عورتوں کا زمین و اسباب وغیرہ میں کچھ حق نہیں ہے۔ اے شیعو دیکھو اس آیت وراثت کے برخلاف یہ تمہاری حدیث موجود ہے۔

جواب شیعہ۔ شاہ جی ہوش کی دوا کیجئے۔ کیا لکھ رہے ہیں یہ مریدوں کا مجمع نہیں کہ جو کچھ آپ کہیں گے آمنا و صدقنا کا شور بلند ہوگا۔ آپ نے صاف فرما دیا کہ آیت یوصیکم اللہ عام ہے اور عام میں تمام شامل ہیں۔ مگر جو کسی دلیل سے مستثنٰے ہو۔ آپکے فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں احتجوا علیہا بقولہ نحن معاشر الانبیاء لانرث ولا نورث فعندھا احتجت فاطمۃ بعموم قولہ للذکر مثل حظ الانثیین کانہا اشارت الی ان عموم القرآن لا یجوز تخفیفہ بخبر الواحد یعنے احتجاج کیا صحابہ نے حضرت زہراؑ پر خبر نحن معاشر سے اس پر بضعۂ رسولؐ نے عموم قول خدا سے کہ مرد کے لئے مثل حصے دو عورتوں کے ہے استدلال کیا۔ گویا حضرت زہراؑ نے اشارہ فرمایا کہ عموم قرآن کی تخصیص خبر واحد سے کرنی جائز نہیں انتہٰی۔ حدیث نحن معاشر کا اخبار احاد سے ہونا مذکور

ہوچکا ہے پس عموم قرآن کی تخصیص اس سے جائز نہیں پس ثابت ہوا کہ یہ آیہ عام ہے اور رسول اور اس کی اولاد اس میں شامل ہیں ابوبکر جصاص احکام القرآن میں فرماتے ہیں۔ وایضا فانہ مساویا للامہ فی سائر الاحکام الا ما خصہ اللہ تعالیٰ بہ وافردہ من الجملۃ بتوقیف علامۃ علیہ لقولہ فاتبعوہ وقولہ ولقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ یعنی آنحضرت مساوی ہیں امت سے تمام احکام میں مگر جس سے خاص کر دیا ہو خدا نے آپ کو۔ اور خدا فرماتا ہے پیروی کرو اس کی اور ہے تمہارے لئے پیروی نیک رسول میں۔ شاہ جی لکھتے ہیں کہ اس آیت کا مقدم و موخر حکم رسول اللہ کے لئے نہیں یہ نیا اجتہاد چودھویں صدی میں سنایا گیا۔ اس آیت کا مقدم یہ ہے کہ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ آپکے نزدیک رسول اللہ کے لئے یہ حکم نہیں۔ گویا رسول کو یتیموں کا مال کھانا روا ہے اور مابعد یہ ہے کہ چار تک نکاح کرو۔ یہ بھی رسول کے لئے ہے۔ ہاں آپ چار نکاح کی اجازت میں امت سے مساوی ہیں اور تخصیص آپ کی یہ ہے کہ اس سے زیادہ بھی آپ کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ ان تمام احکام سے مستثنےٰ محض ہوں۔

پھر فرماتے ہیں کہ اس آیت کے حکم میں تمام اقربا شامل ہیں۔ زہرا کو فدک کیونکر دیتے۔ عرض یہ ہے کہ ازواج ایک ثمن کی مالک تھیں اور جو حجرات انکے قبضے میں تھے وہ اس سے زیادہ تھے۔ پس اب صرف حضرت زہراؑ ہی اکیلی وارث تھی۔ کیونکہ بموجب مذہب شیعہ حضرت عباسؓ کو کچھ حق نہیں پہنچتا تھا۔

پھر فرماتے ہیں کہ انکے مسائل قرآن کے خلاف ہیں۔ اپنا الزام دوسروں پر۔ انہی دو مسئلوں میں دیکھ لیجئے۔ وضو میں۔ وامسحوا برؤسکم وارجلکم کی رو سے پاؤں کے مسح کا حکم ہے آپ انہیں دھوتے ہیں۔ میراث پیغمبر میں ہم لوگ ظواہر قرآن سے احتجاج کرتے ہیں۔ آپ بناوٹی حدیث کیطرف دوڑتے ہیں پس آپ کے مسائل مخالف قرآن ہوئے یا ہمارے۔ اور من لایحضرہ حدیث کی کتاب ہے نہ فقہ کی اور حدیث مذکورہ آیت کی مخالف نہیں۔ مخالف تو تب ہوتی جب عورت کو بالکل محروم کیا جاتا لیکن نہیں اس کا حصہ مقررمال سے دیا جاتا ہے اور عورت سے مراد منکوحہ ہے نہ بیٹی۔ مفصل بحث کتب فقہ میں دیکھو۔

کہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث لانورث حضرت نے فرمائی ہوتی۔ تو حضرت زہراؑ کو بھی کیوں نہ معلوم ہوتی پھر کیوں دعوے کرتیں۔ ناحق دعوے کرنا معصوم کا خطا ثابت ہوتا ہے۔ جواب۔ اہلسنت کے نزدیک تو کچھ خطا نہیں بعضے مسئلے نہیں بھی سنے جاتے بعضے نہیں بھی یاد رہتے اگر حضرت زہراؑ کو یہ نہ معلوم ہو تو

کیا اچرج ہے۔ اکثر انبیاء بھی تو سہو و خطا سے خالی نہ تھے۔ نہج البلاغۃ میں جناب امیر نے فرمایا کہ میں مامون نہیں ہوں خطا کرنے سے اور صحیفۂ کاملہ میں امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ میں نے تمام عمر خطا میں گذاری ہے۔ اگر حضرت زہراؑ سے بھی بقول تمہارے اس دعوے کرنے میں کچھ سہو ہو گیا تو کیا تعجب ہوا جب اس وقت سیدہ معصومہ مغموم ہوئیں۔ اور آپ کو دعوے سے ہٹا لیا اور سکوت کیا تو خدا نے بھی ہر انبیاء کی طرح آپ کی بھول چوک کو معاف کر دیا۔

جواب شیعہ۔ سوال یہ ہے کہ اگر حضرت پیغمبرؐ کا مال وراثت میں تقسیم نہیں ہوتا تھا اور وہ صدقہ تھا تو آپ پر لازم تھا کہ آپ خاص طور پر اپنے ورثہ کو اطلاع دیتے کہ میرے بعد دعوے ارث نہ کرنا۔ کیونکہ میرا ترکہ صدقہ ہے اور جس وقت ہم وانذر عشیرتک الاقربین (اپنے قبیلے اور قریبوں کو ڈرا) وامر اھلک بالصلوٰۃ (اپنے اہل کو نماز کا حکم کر) کی تلاوت کرتے ہیں۔ تو مذکورہ بالا بیان کی مزید تائید ہوتی ہے۔ پھر کیا وجہ کہ یہ حکم حضرت نے نہ اپنی لڑکی کو بتلایا۔ نہ داماد کو نہ چچا کو نہ ازواج کو۔ نہ اصحاب کو۔ اور صرف جناب ابوبکر کو بتلا دیا اور اگر کہو کہ آپ نے بتلایا۔ تو تعجب ہے کہ یہ سب کے سب بھول گئے حالانکہ ان میں سے ایک حضرت علیؑ ایسے ہیں جس کی شان میں وسمعنا اذن واعیہ (سننا اسکو کان حفاظت کرنیوالے نے) جس سے ثابت ہوا کہ آپ جو کچھ سنتے تھے اس کو حفظ رکھتے تھے۔ اور بھولتے نہیں تھے۔ پھر آپ نے ہی حضرت فاطمہؑ کو اس باطل دعوے سے کیوں نہ روکا۔ کیونکہ بمفاد آیہ الرجال قوامون علی النساء (آپ حاکم تھے حضرت زہراؑ پر) بلکہ آپ نے حضرت زہراؑ کی تائید کی۔ انکے لئے شہادت دی۔ ہمیں تعجب آتا ہے مخاطب کی سمجھ پر کہ یہ تمام جوان یہ حکم بھول گئے اور صرف بوڑھے ابوبکر صاحب کو یاد رہا۔ اگر یہ کہو کہ حضرت زہراؑ نے غلطی سے دعوے کیا۔ پھر پشیمان ہوئیں۔ تو روائیت بخاری اس کی تکذیب کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ مرتے دم تک ابوبکر سے ہمکلام نہیں ہوئیں۔ بلکہ وصیت کی کہ وہ میرے جنازہ پر بھی نہ آئے اگر حضرت فاطمہؑ نے پہلے غلطی سے دعوے کیا تھا۔ تو پھر ابوبکر صاحب کے بتلانے سے انکو متنبہ ہو جانا چاہئے تھا لیکن آپ نہیں ہوئیں۔ پس ثابت ہوا کہ وہ اس جج کو اس فیصلے میں کاذب جانتی تھیں اور انبیاؤں کی خطائیں تو آپ ہمیشہ ثابت ہی کیا کرتے ہیں تخطیئتہ الانبیاء بھی تو آپ ہی کے گروہ کی یادگار ہے۔ آپ خلفاء کی خاطر سب کو خطا کار ثابت کرتے ہیں۔ انکا جواب دوسرے مقام پر دیا گیا ہے اور امام زین العابدینؑ باتفاق فریقین مطہر معصوم و محفوظ عن الخطا تھے اور آپ نے کوئی گناہ و خطا و نافرمانی خالق نہیں کی۔ اور آپ کی دعائیں تعلیماً للامۃ ہیں اور وہ فقرہ جس کی طرف مخاطب نے اشارہ کیا

ہے ص۷۵ میں یوں ہے وانا الذی افنت الذنوب عمرہ رہیں وہ ہوں کہ جس کی عمر کو کمزوریوں نے فنا کیا۔ اس میں لفظ ذنب آیا ہے۔ جیسے کہ خدا رسول اللہ کے بارے میں فرماتا ہے واستغفر لذنبک یا لیغفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ کیا اس سے رسول اللہ کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ مفصل رسالہ آلاالنصاف میں دیکھو۔ یہ ذنب ان بشری فروگذاشتوں کے لئے آتا ہے۔ جو بشر کے لئے قدرتاً لازمی ہیں۔ مثلاً کھانا پینا۔ عورتوں کے پاس جانا وغیرہ۔ چونکہ جو وقت ان میں لگتا ہے وہ گویا دنیاوی چیزوں میں لگا اور خاصان خدا کو ذکر خدا محبوب ترین اشیاء ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ وقت انکا ان چیزوں میں لگتا ہے۔ اس لئے وہ تاسف کرتے ہیں۔ اس کو ذنب کہتے ہیں اور اسی سے استغفار کرتے ہیں۔

مقدمۂ دوم۔ شیعوں نے کہا کہ حضرت نے بحکم وات ذا القربیٰ حقہ سے فدک زہرا کو دیا۔

جواب۔ یہ آیت دو مقام پر ہے ایک سورہ بنی اسرائیل میں دوسری روم میں۔ سو یہ دونو سورتیں مکیہ ہیں اس وقت فدک کہاں تھا۔ اس کو جواب حکیم صاحب معیار الھدیٰ میں اس طرح فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت مدنی ہے اور حضرت عثمان نے سورہ مکیہ میں اس کو لکھدیا ہے۔ جواب۔ ہم پوچھتے کہ وہ اس میں کونسا لفظ ہے کہ جس سے حضرت زہرا کا حق ثابت ہوتا ہے۔ ایک لفظ ذوالقربےٰ کو لو اس میں بھی تو عام بنی ہاشم واہلبیت شامل ہیں۔ دیکھو ان دونو کے الفاظ اور معنے بھی لکھ کیا اہل انصاف کو دکھلاتے ہیں۔ آیت اول مدنی۔ ذوالقربےٰ والیتمٰی والمساکین وابن السبیل۔ یعنے دے اپنے اقربا اور یتیم اور محتاج وراہ کے مسافر کو۔ آیت دوم مکی وات ذالقربےٰ حقہ والمساکین وابن السبیل۔ یعنے دے اقربا کو اس کا حق اور محتاج اور راہ کے مسافر کو۔۔۔

جواب شیعہ۔ واقعۂ ہبہ فدک کے متعلق کنز العمال کتاب الاخلاق فی صلۃ الرحم میں ابی سعید سے روایت ہے قال لما نزلت وات ذا القربیٰ حقہ قال النبی یا فاطمہ لک فدک رواہ الحاکم فی تاریخہ یعنے جب آیہ (دے قربےٰ کو اس کا حق) نازل ہوئی۔ نبی کریم نے فرمایا اے فاطمہؑ تیرے لئے فدک ہے۔ روایت کیا ہے اس کو حاکم نے اپنی تاریخ میں اور امام جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور میں مسانید بزاز۔ ابویعلی۔ ابن ابی حاتم۔ ابن مردویہ سے بروایت ابی سعید الخدری اور معارج النبوۃ وقائع سنہ ۷ میں یہ حدیث درج ہے۔

پس یا اپنے ان محدثوں۔ مفسروں۔ اماموں۔ صحابیوں کو جھوٹا کہیں اور یا اپنے بیان سے پشیمان ہوں۔

یہ آیات واقعی دو مقام پر ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل پ۱۵ ع۳ میں وات ذا القربےٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا۔ سورہ روم۔ پ۲۱ ع۶ فات ذا القربےٰ حقہ والمسکین وابن السبیل۔ پس اگر اس آیت کا نزول مکہ میں مانا جائے۔ تو تعمیل اس کی حضرت نے مدینہ میں کی۔ کیونکہ مکہ میں حضرت کے قبضے میں کچھ نہ آیا تھا۔ اور مکیہ سورہ میں بھی بعض آیات مدنی ہوتی ہیں۔ دیکھو کتب تفاسیر پس ممکن ہے کہ یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی ہو۔ جیسے کہ کتب تفاسیر میں ہے کہ سورہ بنی اسرائیل میں ۵ آیات مدنی ہیں۔ حسن بصری اور ابن عباس سے روایت ہے کہ وات ذا القربیٰ حقہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ لاکن شاہ جی تو عبارت قرآن سے بھی نابلد ہیں۔ مسکین کو مساکین لکھتے ہیں۔ پھر وہ حقائق قرآن سے کیا واقف ہونگے۔ پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت نے سب سے پہلے ذوالقربیٰ کو دیا۔ کیونکہ آیت میں اس کا ذکر مقدم ہے اور چونکہ رسول اللہ تمام قرآن پر عمل کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے مسکین وابن السبیل کو بھی دیا ہوگا۔ اور اگر آپ کے پاس زائد نہیں تھا۔ تو آپ کے نہ دینے سے کوئی ایراد نہیں ہوتا۔ جیسے کہ جو مالک نصاب نہ ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں اور صرف حضرت زہراؑ کو اس لئے دیا کہ آیت میں لفظ مفرد ذو ہے۔ جس کی جمع ذوو ہے۔ جیسے دوسرے مقامات پر ذوالقربےٰ آیا ہے۔ پس چونکہ سب سے زیادہ قریب نسب میں آپ سے حضرت زہراؑ تھیں۔ اس لئے فدک انہی کو دیا۔ حسنینؑ کا تعلق بوجہ فاطمہؑ تھا اور حضرت علیؑ کا آپ کے چچا کی وجہ سے۔ مزید براں قرآن میں آپکے قربےٰ صرف اہلبیتؑ کو کہا گیا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربےٰ پس تمام بنی ہاشم ان میں شامل نہیں۔

پھر حکیم صاحب کہتے ہیں کہ آیت سورہ حشر کی جو تم نے لکھی ہے وہ بھی ہمارے عقائد کی طرف پھرتی ہے وہ یہ ہے ما افاء اللہ علیٰ رسولہ الخ۔ پس اس آیت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جو مال فی بدون جنگ ہاتھ آتا ہے۔ وہ موافق حکم خدا چھ حصوں پر تقسیم ہوتا ہے ایک حصہ خدا کا ایک پیغمبر کا۔ ایک آپ کے قریبوں کا کہ وہ حضرت کے اہلبیتؑ کو پہنچتا ہے ایک حصہ آل محمدؐ کے یتیموں کا۔ ایک حصہ آل محمدؐ کے مسکینوں کا۔ ایک حصہ آل محمدؐ کے مسافروں کا۔ جواب۔ ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کون اس وقت حضرت کے قریبوں میں تھے اور کون اہلبیتؑ میں سے یتیم اور کون مساکین اور کون مسافر۔ اسی طرح تو سب مال فئے کے مالک اہلبیتؑ ہی بن بیٹھے اور بیچارے مسلمانوں کا تو کچھ حق ثابت نہ ہوا۔ شان نزول اس کا یہ ہے کہ جب بنی نضیر شہر بدر ہوئے تو انکا مال واسباب وغیرہ فے ہوا۔ تب حق تعالےٰ نے اس آیت کو بھیجا جناب باری تو صاف صاف فرماتا ہے کہ دولتمندوں کے سوا اور سب

مسلمان غریبوں مسکینوں مسافروں کا حصہ ہے۔ اس میں تو کیسا ہی کم عقل ہو وہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ ایک حصہ خدا کا ہے ایک حصہ رسولؐ کا۔ ایک آپکے قریبوں مثل زہراؑ۔ عباس۔ وازواج اور ایک امت کے یتیموں۔ بلکہ اصحاب مہاجرین کیواسطے۔ اگر یہ مال صرف آل کا ہوتا تو حق تعالٰے یہ الفاظ کیوں فرماتا۔ کہ تم نے اس پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے اور یہ بھی کیوں کہتا کہ وے یتیموں۔ کو کیونکہ اہلبیتؑ تو سب اقربا ہی میں آچکے تھے۔ اور بھی پروردگار خطاب عام فخذوہ کا کیوں کرتا۔۔ آپ کی معتبر تفسیر منہج الصادقین وخلاصۃ المنہج میں ہے۔ "تانباشد آں دولت یعنی آں چیزے کہ مستہ اول باشد ووست گردان میان توانگران شما۔۔۔ اس مفسر کے قول سے بھی بخوبی ثابت ہوا۔ کہ مال فے میں سب مسلمانوں کا حق ہے۔

جواب شیعہ۔ آیۂ فے سورہ حشر میں یوں ہے وما افاء اللہ علٰے رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولاکن اللہ یسلط رسلہ علٰے من یشاء واللہ علٰے کل شئی قدیر۔ ما افاء اللہ علٰے رسولہ من اھل القریٰ فللّٰہ وللرسول ولذی القربٰے والیتامٰی والمساکین وابن السبیل کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم وما اتیکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا پ۲۸ ۴۔ ترجمہ نذیر احمد دہلوی۔ جو ہاتھ لگایا اللہ نے اپنے رسول کو ان سے سو تم نے نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے اور نہ اونٹ لیکن اللہ جتا دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے اور اللہ سب چیز کر سکتا ہے۔ جو ہاتھ لگاوے اللہ اپنے رسول کو بستیوں والوں سے سو اللہ کے واسطے اور رسول کے اور ناتے والے کے اور بن باپ کے لڑکوں کو اور محتاجوں کے اور مسافر کے تا نہ آوے لینے دینے میں دولتمندوں کے تم میں سے اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ کی مار سخت ہے۔

ابتداء آیت میں ہی اللہ تعالٰے فرماتا ہے جو ہاتھ لگایا اللہ نے اپنے رسولؐ کو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مال فے رسول اللہ ہی کا ہے۔ کیونکہ اگر یہ تمام مسلمانوں کا ہوتا۔ تو اللہ تعالٰے فرماتا کہ جو ہاتھ لگایا اللہ نے مسلمانوں کو۔ رسول کا حق بیان کرنے کے بعد پھر عام مسلمانوں کے عدم استحقاق کی دلیل بیان فرماتا ہے کہ تمہارا حق اے مسلمانو تب ہوتا۔ جب کہ تم نے اس پر محنت کی ہوتی۔ لیکن تم نے تو اس پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔ پھر تمہارا حق کیا ہوا بلکہ یہ تو رسولوں پر اللہ تعالٰے کی خاص عنایت رزاقیت سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰے مسلط کرتا ہے۔ اسے جن دشمنوں پر چاہے۔ پس جو ایسا مال رسول اللہ کو ملے وہ اللہ کے لئے ہے۔ حصے کا مالک بھی رسول خدا ہے کیونکہ وہ نائب خدا ہے

لیکن رسول اس کو ایسے امور میں خرچ کرتا ہے۔ جو دین خدا کی تقویت کا باعث ہوں۔ مثلاً جہاد کی ضروریات اسلحہ وغیرہ کی خرید۔ دوسرا حصہ رسول کا اس میں سے وہ اپنا اور اپنے گھر کا خرچ کرتا ہے۔ پھر اس کے قریبیوں اور اس کے خاندان کے یتیموں۔ مسکینوں اور مسافروں کا۔ ہم نے اس کے خاندان کے یتیموں وغیرہ کا ترجمہ دو وجہ سے کیا۔ اول تو بلحاظ سیاق سے کہ یہ مال فے خاص رسول اللہ کے ہاتھ لگا اور اسی لئے اسی کا حق ہے جب اسی کا حق ہوا تو یتیم و مسکین بھی وہ ہونگے۔ جن کو اس سے تعلق نسبی ہو۔ دوم۔ اس وجہ سے کہ معترض مخاطب نے خود بھی ذالقربٰے سے ذی قرباہ ای ذی قربی الرسول مراد لئے ہیں دیکھو صـ۳۴۴ شوائظ ر ایک حصہ آپکے قریبوں کا) اور صـ۳۳۱ رحجب الحکم آیت کے اپنے اہل اقربا کو صرف کرتے) پس جب ذالقربٰے سے ذی قرباہ مراد لیتے ہیں تو یتامٰی وغیرہ سے بھی یتاماہ وغیرہ کیوں مراد نہ لیا جائے۔ یہ عجیب خلط عبارت ہوگا اگر ذی قربی سے تو ذی قرباہ مراد لیں اور یتامٰی سے یتاماکم اس کی دلیل بھی خدا فرماتا ہے کہ ہم نے رسول اللہ اور اس کے متعلقین کا حصہ اس میں اس لئے رکھا ہے کہ اگر تمہارے ہاتھوں میں جائے گا تو تمہارے دولتمندوں کے لینے دینے میں آوے گا اور اقربا میرے رسولؐ کے محتاج ہو جائینگے پس اس میں تمہارا حصہ تو نہیں لیکن جو کچھ رسول ازروئے تفضل تم کو اس میں سے دے وہی لو۔ اور جو نہ دے اس سے باز رہو اس سے بھی ثابت ہوا کہ مالک رسول اللہ ہے اور مالک کو ہی دینے نہ دینے کا حق ہوتا ہے اگر یہ تمام مسلمانوں کا حق ہوتا تو خدا اس طرح نہ فرماتا۔

اب ہمارے بیان کی تائید اپنی احادیث سے بھی سن لیجئے۔

جامع الاصول میں صحیح ابی داؤد سے اور اس نے عمر سے روایت کی ہے قال ان اموال بنی نضیر مما افاء اللہ علٰے رسولہ مما لم یوجف المسلمون علیہ خیل ولا رکاب فکانت لرسول اللہ خاصۃ قریٰ عرینۃ وفدك وكذا وكذا ينفق علٰے اهله منها نفقة سنتهم ثم يجعل ما بقى فی السلاح والکراع عدۃ فی سبیل اللہ وتلا ما افاء اللہ علٰے رسولہ الخ۔ اور ایسی ہی روایت ابن عباس سے بھی ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی شرح کتاب علی الی عثمان بن حنیف میں فدک کی بابت اور محمد بن اسحاق نے لکھا ہے فکانت فدك لرسول اللہ خاصۃ خلاصہ مطلوب یہ ہے کہ اموال بنی نضیر جو کہ رسول اللہ کے ہاتھ لگے غیر جن کے لئے مسلمانوں نے تگ و دو نہیں کی۔ وہ خاص رسول صلعم اللہ کے لئے تھے۔ وہ گاؤں عرینہ وفدک وفلاں فلاں ہیں۔ حضرت ان میں سے اپنے اہل کے سال بھر کا خرچ کرنے اور باقی کو سلاح وغیرہ میں لگاتے اور فدک خاص رسول اللہ

کے لئے تھا۔ لفظ خاصہ کی مثال ہم آیت قرآن سے بھی دیتے ہیں واتقوا فتنۃ لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ پ ۹ ، ۱۱ (اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہ پڑے گا تم میں سے ظالموں پر چنکر۔ ترجمہ نذیر احمد) پس جب مال فے جبکہ رسول اللہ کو دیا گیا تو امت کے مسکینوں یتیموں کا اس میں کیا حق۔ نہ بھی حضرت نے انپر ان کو خرچ نہیں کیا۔ اگر آیت سے امت کے یتامیٰ وغیرہ مراد ہوتے تو حضرت انکو دیتے پس ہمارا مطلب ثابت ہؤا۔ امت کے مستحقوں کے لئے دوسری فنڈیں خدا نے مقرر کی ہیں ہاں اگر ان فنڈوں میں روپیہ نہ ہو تو حضرت اس فنڈ سے بھی از راہ تفضل انکو دے سکتے ہیں۔ شاہ جی پوچھتے ہیں کہ حضرت کے یتیم و مساکین اس وقت کون تھے۔ شاہ جی آپ ثلاثہ کی حمایت میں اپنے خاندان کو بھی بھول گئے۔ اجی وہ یتامیٰ و مساکین بنی ہاشم تھے۔ جو حضرت کیوقت میں موجود تھے اور آپ رشک کرتے ہیں کہ ہائے اہلبیت کو ہی سارا ملگیا۔ اسی رشک کیوجہ سے تو آپ کے خلفاء نے بھی فدک اہلبیت سے چھین لیا کہ ایسا نہ ہو ان میں طاقت ہو جائے۔ انکو بھوکے ہی مارو۔ شاہ جی آپ تو سید کہلاتے ہیں آپ اپنے منہ سے ایسے کلمے کیوں نکالتے ہیں۔ اگر یہ حقوق اہلبیتؑ سے نہ چھینے جاتے تو آپ اپنے آباء کا دین حق کیوں چھوڑتے۔ صرف دنیا ہی کی وجہ سے تو آپ نے ایسا کیا کہ اگر شیعہ رہیں گے تو مرید نذرانہ نہ دیں گے۔

شاہ جی اگر فدک مسلمانوں ہی کا مال تھا۔ تو حضرت عثمان جی نے کیوں سارے کا سارا اپنے بہنوی مروان کو دے دیا جو طرید رسول اللہ تھا۔ کیا اس وقت وہی مسلمان روئے زمین پر باقی تھا۔ اسی سے ان لوگوں کے غصب کرنے کی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ یہ خود مالدار بننا چاہتے تھے۔ جیسے عثمان نے مروان کو سارا فدک دے دیا۔ ویسے ہی اگر شیخین بھی حضرت زہراءؑ کو بطور وراثت و ہبہ نہ سہی۔ تفضلاً ہی دیتے تو کیا ہو جاتا۔ پس یا تو یہ کہو کہ عثمان کا فعل غلط تھا یا شیخین کا مروان کو فدک دینے کا ثبوت اپنی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ شرح موطا مصنفہ ملا علی قاری۔ مفاتیح شرح مصابیح اور فتح الباری شرح بخاری میں ملاحظہ کریں اور منہج الصادقین کی عبارت ذرا غور سے پڑھیں اور اگر خود نہیں سمجھ سکتے تو کسی سے پڑھوا کر مطلب پوچھ لیں۔

مقدمہ سوم۔ شیعوں کا دعوےٰ ہے کہ رسول علیہ السلام نے حضرت زہراؑ کو فدک ہبہ کیا اور وثیقہ لکھدیا۔ پھر اس کے ثبوت میں ایک دو ہمارے راویوں اور کتابوں کے نام بھی لکھ کر عوام کو دھوکا دیا کہ درمنثور و کنز العمال وغیرہ میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ حضرت نے فاطمہ کو فدک دیا۔

جواب۔ یہی تو آپ کی عادت خراب ہے کہ جب کوئی غیر مشہور کتاب اہلسنت کی دیکھتے ہیں تو اس کی طرف سے کسی اپنی موضوع روایت کو نسبت کر دیتے ہیں یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ حضرت نے ذوالقربیٰ میں سے حضرت زہراؑ کو حصہ فدک کا دیا۔

اول آپ فدک ملک رسولؐ کا ثابت تو کیجئے۔ پھر اس ہبہ وغیرہ کا نام لیجئے۔ فدک مال فے ہے پھر کیوں حضرت نے اتنے حقداروں کی حق تلفی کر کے ایک حضرت زہراؑ کو فدک ہبہ کر دیتے تھے وصیت بھی ثلث حصہ کی ہوتی ہے نہ کہ تمام مال کی وصیت حلال ہے۔ چنانچہ تمہاری معتبر کتاب استبصار کے باب وصایا میں لکھا ہے لا یجوز الوصیۃ باکثر من ثلث

جواب شیعہ۔ ہبہ فدک کی احادیث ہم پیشتر کنز العمال و درمنثور وغیرہ سے نقل کر چکے ہیں مخاطب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہماری موضوع روایات ہیں۔ اور ہم نے یونہی انکو ان کتابوں کیطرف منسوب کر دیا ہے۔ اس بات کا فیصلہ طالبان حق خود کر سکتے ہیں۔ یہ کتابیں دنیا میں موجود ہیں ان میں یہ احادیث درج ہیں۔ لیجئے ہم ایک اور کتاب سے بھی اسے نقل کرتے ہیں۔ شیخ سلیمان الحسینی الحنفی النقشبندی القندوزی البلخی جو دار الخلافہ قسطنطنیہ میں اجل علماء اسلامیہ سے تھے اپنی کتاب ینابیع المودۃ کے صفحہ ۹۸ میں وات ذاالقربیٰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ اخرج الثعلبی فی تفسیرہ قال علی ابن الحسین رضی اللہ عنہما لرجل من اہل الشام انا ذوا القرابۃ التی امر اللہ ان یوتی حقہ (امام چہارم نے فرمایا کہ ہم وہ قرابت والے ہیں جن کو اللہ نے ان کے حق دینے کا حکم دیا ہے) وفی جمع الفوائد ابو سعید قال لما نزلت وات ذاالقربیٰ حقہ دعا النبیؐ فاطمہ فاعطاہا فدک۔ وفی عیون الاخبار قال الامام علی الرضا فلما نزلت وات ذاالقربیٰ حقہ قال النبی لفاطمہ ہذہ فدک قد جعلتہا لک (جب آیت نازل ہوئی حضرت نبی نے فدک فاطمہ کو دیا) ہم نے فدک کا ملک رسول ہونا پہلے ثابت کر دیا۔ جب آپ مالک ہوئے تو آپ کو بیع و شرا و ہبہ کا اختیار ہوا۔ دیکھو یہ تو تم بھی مانتے ہو۔ کہ فدک خاص رسولؐ کے لئے تھا۔ اگر بالفرض اس کی کچھ آمدنی نہ ہوتی تو آیا رسول اللہ اپنے نفقہ کے لئے اسے بیع کر سکتے تھے۔ اگر کہو نہیں تو دلیل دو اور اگر بیچ سکتے تھے تو ہبہ بھی کر سکتے تھے اور صرف فاطمہؑ ہی کو فدک اس لئے دیا کہ دیگر مستحقین کو دیگر اموال فے دیتے تھے۔ دوم۔ رسولؐ کو ایسا کرنے کا اختیار تھا بدلیل قولہ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا۔ رسولؐ کے فعل پر تو آپ کے بزرگوں نے بھی اعدل کہکر اعتراض کیا جس پر حضرت نے فرمایا ان لم اعدل فمن لیعدل (اگر میں نے عدل نہ کیا تو پھر کون عدل کریگا) اور وصیت و ہبہ میں فرق ہے۔ مورث اپنی حیات میں اپنے تمام مال کو ہبہ کر سکتا ہے۔ لیکن

وصیت وہ ہے جو اس کے مرنے کے بعد جاری ہوتی ہے وہ ثلث سے زیادہ میں نافذ نہیں ہو سکتی۔
حضرت رسولؐ نے اپنی حیات میں ہی فدک کو ہبہ کر دیا تھا۔ باقی باتوں کا جواب پہلے ہو چکا۔
باقی رہے انکے چند اعتراض انکی نسبت مختصرًا ذیل میں عرض کرتا ہوں۔

اعتراض اوّل۔ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ خلیفۂ اوّل نے جناب زہرؑا سے گواہ طلب کئے۔ حضرت علیؑ و ام ایمن نے شہادت بھی دی۔ مگر خلیفہ صاحب نے قبول نہ کی پس تکذیب معصوم کفر ہے۔

جواب۔ اول تو کتب اہلسنت میں اس کا کوئی اثر نہیں ہے

دوم۔ فدک ملے ہوئے کو تین سال ہو چکے تھے اگر یہ حضرت زہرؑا کو دیا گیا تھا تو کیا خلفاء ثلاثہ خود نہ جانتے تھے یا اور اصحابوں کو یہ حال معلوم نہ ہوگا۔ تو پس جب بقول تمہارے دیدہ دانستہ خلفاء ثلاثہ نے فدک حق زہرؑا کا غصب کر لیا۔ تو گواہ طلب کرنے کی انکو کیا ضرورت تھی۔

سوم۔ جناب امیرؑ نے بھی باوصف معصومیت کے کیوں ایسی غلط گواہی دی۔ دیکھو قرآن میں صاف خدا کا فرمان ہے کہ دو مرد شہادت دیں یا ایک مرد و دو عورتیں۔

چہارم۔ صدیق اکبر نے بھی اس ناقص شہادت کو نا قبول فرمایا تو کیا گناہ کیا۔

پنجم۔ اسی طرح تو خود تمہاری کشف الغمہ میں بھی ہے کہ جب جناب امیرؑ خلیفہ تھے اپنی ذرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی یہ دعوےٰ اپنا قاضی مدینہ کے روبرو پیش کیا۔ قاضی شریح نے حضرت امیر المومنین سے گواہ طلب کئے تو جناب امیرؑ امام حسنؑ اور غلام قنبر کو شہادت کے واسطے لے گئے قاضی نے گواہی منظور نہ کی کہ ایک حضرت امیرؑ کے صاحبزادے تھے اور دوسرا غلام اور اسی طرح کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں ہے۔ دیکھو قاضی دو امام معصوم کی رد شہادت سے کیوں نہ کافر ہوا۔

جواب شیعہ۔ واقعہ اخصار سہو، ملل ونحل۔ جواہر العقدین فصل الخطاب۔ معجم البلدان۔ ریاض النضرہ۔ مقصد اقصےٰ۔ کنز العمال۔ تاریخ حاکم۔ جمع الجوامع سیوطی۔ شرح مواقف۔ نہایۃ العقول رازی۔ مغنی قاضی القضاۃ میں موجود ہے۔ گواہ طلب کرنے کی ضرورت ان علماء سے پوچھو۔ جنہوں نے یہ روایت لکھی ہے اور اگر عالم مراقبہ میں انکا جواب نہ آئے۔ تو مدینہ میں جاکر خلیفہ جی کی قبر پر کھڑے ہو کر انسے استفسار کرو۔ کہ میاں جی تم نے خاتون قیامت سے گواہ کیوں طلب کئے اور ہم تو یہی کہیں گے۔ کہ انکو سب کچھ معلوم تھا لیکن اہلبیتؑ کی ایذا کے لئے یہ سب نیرنگیاں دکھاتے تھے اور اگر آپ کی خاطر مانیں کہ انکو علم نہیں تھا۔ کیونکہ عمر صاحب کو اذن دخول جیسی معمولی حدیث معلوم نہیں تھی تو اگر ایسا بڑا واقعہ معلوم نہ ہو تو کیا بات ہے۔ چونکہ آپ مسند حکومت پر بیٹھے تھے اس لئے گواہ

طلب کئے۔ جناب امیرؑ نے غلط شہادت نہیں دی۔ آپ کو تو علمیت ہی نہیں تو سمجھائیں کیسے۔ لا تکتموا الشہادۃ پڑھو باعتقاد تمہارے خلیفہ کے عدۃ شہود ناقص تھی۔ لیکن گواہ نے تو اپنی معلومات کے مطابق درست شہادت دی۔ قاضی شریح ناصبی تھا۔ اگر اس نے معصومین کی شہادت کو رد کیا۔ تو یہ اس کے ایمان میں قصور تھا۔ جناب امیرؑ نے من بعد اسے معزول بھی کر دیا۔ القصہ ابوبکر کے گواہ طلب کرنے سے ہی پایا جاتا ہے کہ اسے اہلبیت سے عداوت تھی۔ دیکھئے صحیح بخاری میں لکھا ہے عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال وعد لی النبی لو قد جاء مال البحرین قد اعطیتك هكذا هكذا فلم يجئ مال البحرين حتى قبض النبی صلعم فلما جاء مال البحرين امر ابو بكر فنادى من كان له عند النبی صلعم عدة او دين فلياتنا فاتيته فقلت ان النبی قال لی كذا كذا فحثى لی حثية فعددتها فاذا هی خمسمائة وقال خذ مثليها۔ یعنے جابر کہتے ہیں۔ کہ نبی کریم نے مجھ سے فرمایا کہ جب بحرین کا مال آئے گا تو تجھے اس طرح دوں گا۔ حضرت کا انتقال ہو گیا اور یہ مال نہ آیا۔ جب ابوبکر کے وقت میں آیا تو اس نے منادی کی کہ جس کے ساتھ پیغمبرؐ نے وعدہ کیا ہو۔ یا کسی نے حضرت سے قرض لینا ہو تو میرے پاس آوے۔ جابر گئے اور حضرت کے وعدہ کا ذکر کیا پس ابوبکر نے مٹھی بھر کر مجھے دیا۔ جب میں نے گنا تو پانچسو تھے۔ ابوبکر نے کہا۔ کہ اس سے دگنا لے اور تاریخ الخلفاء میں سیوطی نے بخاری و مسلم سے روایت کی ہے۔ کہ ابوبکر صاحب نے بغیر گواہوں کے جابر کی تصدیق کی۔ اور ڈیڑھ ہزار روپے دیئے اور کنز العمال میں ہے۔ کہ ابو بشیر مازنی کو ایک ہزار چار سو درہم دیئے۔ اور کنز العمال میں ابو سعید خدری سے ہے کہ وصول مال بحرین کیوقت لوگ حسب وعدہ رسول آتے اور بغیر احضار شہود کے زر وصول کرتے۔ کرمانی شارح بخاری اسکی وجہ یہ لکھتا ہے کہ جابر جیسا صحابی پیغمبر پر جھوٹ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت نے اس کے ساتھ ایسا وعدہ کیا اور ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے وفیہ قبول خبر الواحد العدل من الصحابہ ولو جر ذلك نفعا لنفسہ لان ابا بكر لم يلتمس من جابر شاهدا على صحة دعواه اسی طرح عینی شرح بخاری میں لکھتا ہے قال بعضهم وفيه قبول خبر الواحد العدل من الصحابه ولو جر ذلك نفعا لنفسه لان ابا بكر لم يلتمس من جابر شاهدا على صحة دعواه انتهى قلت انما لم يلتمس شاهدا منه لانه عدل بالكتاب والسنه اما الكتاب فقوله تعالىٰ كنتم خير امة وكذلك جعلناكم وسطا فمثل جابر ان لم يكن من خير امة فمن يكون واما السنه فقوله صلعم من كذب علی متعمدا الحديث ولا يظن ذلك بمسلم فضلا عن الصحابی ولو وقعت هذه

المسئلة الیوم فلا تقبل الا ببینہ۔ حاصل مطلب یہ ہے۔ کہ اس میں دلیل ہے کہ عدل صحابہ کی اکیلی خبر کو قبول کیا جائے اگرچہ احتمال ہو جر نفع کا واسطے اپنے نفس کے کیونکہ ابوبکر نے جابر سے اس کے دعوے کی صحت پر کوئی گواہ طلب نہ کیا۔ کیونکہ اس نے عدالت کی حکم قرآن وحدیث سے۔ خدا فرماتا ہے تم بہترین امت ہو اور ہم نے تم کو امت وسط کیا۔ پس اگر جابر جیسا بہترین امت سے نہ ہو۔ تو اور کون ہوگا۔ اما حدیث پس حضرت نے فرمایا کہ جو عمداً مجھ پر جھوٹ باندھے۔ وہ اپنی نشستگاہ جہنم میں مہیا کرے گا۔ کسی مسلمان کا بھی اس وعید میں داخل ہونے کا گمان نہیں ہوسکتا۔ چہ جائیکہ صحابی کا۔ لیکن ایسا مسئلہ اگر آج پیش ہو تو بغیر گواہ کے حکم نہیں کرسکتے۔ انتہی۔ اور سنن ابی داؤد میں ایک خاص باب ہے جس کی سرخی ہے باب اذا علم الحاکم صدق شہادۃ الواحد یجوزان یقضی بہ (اگر حاکم کو ایک ہی گواہ کے صدق کا حال معلوم ہو تو جائز ہے کہ ایک ہی گواہ کی گواہی پر فیصلہ کرے) اور اسباب میں خزیمہ بن ثابت تنہا کی گواہی پر جناب رسول کا فیصلہ کرنا مذکور ہے اور اسی لئے خزیمہ کو ذوالشہادتین کہتے ہیں اور خود صحیح بخاری میں ایک روایت موجود ہے۔ کہ بنی صعیب نے دعوے کیا کہ آنحضرت نے ہم کو دو بیت اور ایک حجرہ دیا تھا جس پر صرف ابن عمر نے گواہی دی اور اس کو وہ دیدیا گیا۔ بلکہ تلویح شرح توضیح میں خود ابوبکر صاحب کا یہی مذہب لکھا ہے کہ وہ شہادت واحدہ کو مع الیمین کافی سمجھتے تھے۔ دیکھئے صحابہ کی اتنی رعائت کہ انکے دعاوی بغیر شہود کے قبول کئے جائیں۔ انکی نسبت اس قدر حسن ظن کہ تعمد کذب انکی نسبت محال سمجھا جائے۔ حالانکہ وہ غیر معصوم تھے۔ لیکن بنتِ رسول کی نسبت اس قدر بھی لحاظ نہ کیا جائے۔ جتنا کہ ایک معمولی صحابی کا کیا گیا۔ کنتم خیر امہ خاص جابر کی شان میں نازل نہیں ہوئی تھی۔ لیکن آیہ تطہیر ان افراد میں نازل ہوئی تھی۔ جن میں سے ایک زہراؑ تھیں۔ اور اس سے ان مخدرہ کا معصومہ مطہرہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس لئے آپ سے جھوٹ سرزد ہو نہیں سکتا۔ لیکن اس کا کچھ خیال نہ کیا جائے۔ حدیث فاطمہ بضعتہ منی ان معصومہؑ کی شان میں فرمائی گئی۔ جیسے کل جسم رسول کا معصوم ہے۔ ویسے ہی انکا بضعہ بھی۔ لیکن اسکا بھی کچھ خیال نہ کیا جائے۔ تعمد کذب کی نسبت ایک ادنے مسلمان کی نسبت جائز نہ رکھی جائے گی لیکن مظلومہ فاطمہؑ کی نسبت یہ سوء ظن کہ اس نے اپنے باپ پر جھوٹ باندھا۔ یاللعجب انہی باتوں سے سمجھ لیں۔ کہ شیخین کو اہلبیت سے عداوت تھی۔

اعتراض دوم شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر نے زہراؑ کو فدک کی سند تو لکھدی۔ مگر حضرت عمر نے جناب سیدہ سے چھین کر پھاڑ ڈالی۔ جواب۔ اس بیان کا بھی اہلسنت میں تو کوئی

بیان نہیں۔ خدا کی شان انہی کی زبان سے ابابکر صدیق تو اس تمام طعن فدک سے بری ہوگئی۔ نہ کوئی نامہ لکھا گیا نہ پھاڑا گیا۔ نہ کسی ہمارے علماء ابن جوزی وغیرہ نے اس کو تسلیم کیا۔ اس وقت عمر کی کیا طاقت کہ خلیفۂ رسول کا حکم عدول کرتا۔ یا کہو کہ حضرت عمر غالب تھے۔ خود انہیں کی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں کہ بارہا صدیق نے فاروق کے کہنے کو نہ مانا چنانچہ مجالس المومنین کی مجلس دوم میں ہے کہ ابوبکر نے عمر کے کہنے سے خالد کو معزول نہیں کیا اور مجلس سوم میں ہے کہ عمر حذیفہ انصاری سے انتقام چاہتے تھے۔ ابوبکر نے انکے کہنے سے انتقام نہ لیا۔

جواب شیعہ۔ واقدی نے جو کہ پیشوایان اہلسنت سے ہے اور خطبہ استیعاب میں اس کی توثیق مذکور ہے اور برہان الدین حلبی شافعی نے کتاب انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون اور سبط ابن جوزی نے جس کی روایات کو صاحب صواعق محرقہ مسند بناتا ہے اور صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے بھی مطاعن عمر میں اس کی روایات پر اعتماد کیا ہے۔ اپنی سیرۃ میں لکھتا ہے قال علی بن الحسین رضی اللہ عنہما جاءت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلعم الی ابی بکر وھو علی المنبر فقالت یا ابابکر افی کتاب اللہ ان ترثک ابنتک ولا ارث ابی فاستعبر باکیا ثم قال بابائی ابوک وبابائی انت ثم نزل فکتب لہا بفدک ودخل علیہ عمر فقال ماھذا فقال کتاب کتبتہ لفاطمۃ میراثہا من ابیہا قال فماذا تنفق علی المسلمین وقد جارتک العرب کما تری ثم اخذ عمر عنہ الکتاب فشقہ یعنے امام زین العابدین فرماتے ہیں۔ کہ حضرت فاطمہؑ ابوبکر کے پاس گئیں جب کہ وہ منبر پر تھا فرمایا اے ابوبکر آیا خدا کی طرف سے کتاب میں حکم آئی۔ کہ تیری لڑکی تیری وارث ہو اور میں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں۔ پس رویا ابوبکر پھر کہا کہ میرے باپ تیرے باپ پر اور تجھ پر قربان ہوں۔ پھر منبر سے اترا اور فدک فاطمہؑ کے لئے لکھدیا۔ عمر داخل ہوا اور کہا یہ کیا ہے ابوبکر نے واقعہ بیان کیا۔ عمر نے کہا مسلمانوں پر کیا خرچ کرے گا۔ بتحقیق کہ محاربہ کرتے ہیں تیرے ساتھ عرب۔ پھر عمر نے وہ کاغذ لیا اور اس کو پھاڑ ڈالا۔ اور صاحب تاریخ آل عباس نے جو معتمدین سبنہ سے ہے۔ اس واقعہ کو بتغیر الفاظ لکھا ہے۔ اس نے یہ لکھا ہے کہ عمر نے کاغذ کی کتابت کو محو کردیا اور کہا کہ فاطمہؑ عورت ہے اور علیؑ اس کا شوہر انکی غرض طلب نفع ہے اپنے نفس کے لئے پس انکی شہادت اپنے لئے وزن نہیں رکھتی۔ ابوبکر نے بھی پھر اس کو قبول کیا پس اس الزام میں دو لوگ گرفتار ہوئے۔ اس سوال کا جواب کہ ابوبکر نے کیوں نامہ لکھدیا۔ ہم تو یہی دینگے کہ وہ یہ بار عمر کی گردن پر ڈالنا چاہتا تھا۔ کہ میں لکھدیتا ہوں۔ اہلبیت ذرا خوش ہوجائیں گے۔

اور میرے ساتھ ہو جائیں گے اور عمر تو اسے پھاڑ ہی ڈالے گا پس لوگ اسی کو برا کہیں گے لیکن فعل عمر پر رضا مندی کے اظہار سے وہ بھی اس جرم میں ملوث ہوگیا اور ابوبکر کا بعض امور میں عمر کے فتوے کو قبول نہ کرنا انکی اہانت ہے۔ بھلا جس کی رائے کے مطابق وحی نازل ہوتی ہو اس کی رائے کو رد کرنا باعتقاد تمہارے ردّ وحی ہے اور رادّ وحی کافر پس ابوبکر صاحب مورد الزام ہوئے۔ اور صاحب صواعق نے صـ۲ـ میں لکھا ہے کہ خالد بن ولید کے قتل کی بابت عمر کی رائے غلط تھی۔ بہرحال کسی امر کو۔ ایک نہ ایک شیخ مورد الزام ہوگا۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ عمر صاحب نے کیسے نامہ پھاڑ دیا۔ انکو خلافت کا خوف نہ آیا عدم واقفیت پر مبنی ہے۔ زمانہ اول میں اصل کارکن ایسے امور کے عمر صاحب ہی تھے۔ چنانچہ صواعق محرقہ صـ۲ـ میں ہے وحالانکہ عمر بعد ابوبکر متصدی امر خلافت شد۔

اعتراض سوم۔ بعضے کہتے ہیں کہ جب جناب زہراؑ نے دعوے کیا تھا۔ تو ابوبکر کو فدک کا دینا لائق تھا۔ اگرچہ وصیت وغیرہ بھی نہ تھی۔ جواب۔ اس میں بہت قباحتیں تھیں۔ ایک تو اس میں عباس و ازواج کی حق تلفی۔ دوم جب یہ رورعایت کرتے تو عدل کہاں رہتا۔ سوم۔ اس میں خدا و رسولؐ کی بھی نافرمانی تھی۔ چہارم جب حضرت اس کو راہ خدا میں صدقہ کر گئے تھے۔ تو پھر یہ کیونکر اس کو واپس لے سکتے تھے۔ پھر لینے والا خیرات کا مثل کتے کے ہے کہ وہ قے کو منہ میں پاتا ہے

جواب شیعہ۔ پیشتر ازیں بحوالہ کتب اہلسنت بیان ہوچکا کہ حضرت عثمان صاحب نے سارا فدک مروان کو دے دیا پس وہ ساری قباحتیں جو آپ نے بیان کی ہیں۔ انپر نازل ہوتی ہیں۔ اور آپ ہی کے اقرار سے ثابت ہوتا ہے کہ ثالث نے تمام مسلمانوں کی حق تلفی کی اور نہ عادل نہیں تھا بلکہ ظالم تھا۔ اور اس لئے بمفاد لاینال عھدی الظٰلمین ناقابل خلافت نبویہ۔ ہم کہتے ہیں کہ مانا فدک مسلمانوں کا حق تھا لیکن جس وقت حضرت زہراؑ نے اسے طلب کیا تھا۔ تو ابوبکر صاحب کو بپاس خاطر رسولؐ یہ چاہیے تھا کہ پہلے خود کتا میں اپنے حق سے دست بردار ہوتا۔ پھر تمام مسلمانوں سے اسپر رضا لے لیتا اور وہ کون مومن نہ ہوتا جو حضرت فاطمہؑ کو اپنا حصہ نہ بخش دیتا۔ بخاری کی حدیث ہے کہ حضرت نے فرمایا لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من نفسہ ویکون اھل بیتی احب الیہ من اھل بیتہ۔ یعنے تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی جان سے اور میرے اہلبیت اس کو اپنے اہلبیت سے زیادہ عزیز نہوں۔ اگر اس وقت سب مومن ہوتے تو سب اپنے حقوق سے درگذر کر جاتے۔ کیونکہ محبوب کے لیئے تو انسان جان تک قربان کر دیتا ہے۔ اہل و اولاد سے منہ پھیر لیتا ہے اور فدک کا حصہ تو وہی تھا جو بقول مخالفین اسی فاطمہؑ

کے باپ نے انکے لئے مقرر کیا تھا۔ انکے باپ کی وراثت اور انکی اپنی کمائی ہوئی دولت نہ تھی۔ اور اگر وہ اپنے حقوق سے درگذر کرنے میں تقصیر کرنے والے تھے۔ تو انکے ایمان ہی میں قصور ہوا۔

اعتراض چہارم۔ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ صحیح بخاری سے ثابت ہے کہ حضرت زہراؑ ابوبکر پر اتنا رنج ہوئیں کہ تا زیست کلام نہ کی۔ جواب۔ بخاری کے جو قلمی نسخے ہیں۔ تا زیست کا لفظ ان میں ہرگز نہیں۔ البتہ چھاپے میں پیچھے بعضوں نے یہ لکھدیا ہے اصل بخاری میں نہیں ہے۔ اور اگر فرض کر لیں اس سے بھی ابابکر پر کوئی الزام نہیں آتا۔ کیونکہ جب حدیث لانورث موجود ہے۔ ابوبکر نے اس پر عمل کیا۔ جو شخص حضرت کے فرمان پر چلے اگر ایک جناب زہراؑ تو کیا سب جہان ہی رنج ہو جائے تو بھی کوئی ڈر نہیں۔ بلکہ یہ الزام تو بعقائد تمہارے حضرت زہراؑ پر آتا ہے۔ کہ آپ نے اس حدیث کے مخالف اور فرمان اپنے باپ کے برخلاف دعوے کیا اور جو حدیث بخاری میں سے تم نے لفظ غضبت فاطمہؑ بنت رسول اللہ لکھا ہے تو یہ بھی محض جھوٹ وہ لفظ وجدت ہے۔ سو اکثر ہمارے علماء وجدت کا معنے اغضبت کرتے ہیں۔ دوم۔ یہ اس وعید اغضباء میں داخل نہیں۔ کیونکہ اس اغضبا کے یہ معنے ہیں کہ کوئی شخص صرف لغرض اپنی ہوائے نفسی کے جناب سیدہ کو ناراض کرے۔ رنجیدہ ہونا اور چیز ہے اور رنجیدہ کرنا اور بات ہے۔ یہ رنج ہونا بمقتضائے بشریت ہے۔ جیسا کہ حضرت موسےٰ بھی اپنے بھائی ہارون پر اس قدر رنج و غضب میں آئے کہ اس کا سر و داڑھی پکڑ کر آپ کی طرف کھینچی اور جیسا ایوب بھی اپنی بی بی رحمت پر ایسا رنج ہوئے۔ کہ اس کے واسطے سو لکڑی مارنے کی قسم کھائی یا جیسا امام حسینؑ اپنے بھائی حسنؑ پر۔ اور جناب زہراؑ تو حضرت امیرؑ پر بھی چند بار رنجیدہ ہوئیں۔ اول۔ جب کہ جناب امیر حضرت زہراؑ سے رنجیدہ ہو کر مسجد میں جا لیٹے تھے تو رسول مقبول گھر میں تشریف لائے جناب سیدہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا اغاضبنی فخرج ولم یقل عندی۔ دوسری تمہاری کتاب علل الشرائع باب العلت میں ہے جب کہ ایک لونڈی جعفر طیار نے بھیجی تھی۔ حضرت علیؑ نے اس کی طرف التفات فرمائی تو حضرت زہراؑ نے نہایت رنج ہو کر یہ شکایت حضرتؐ تک پہنچائی تیسرا۔ اسی کتاب کی جلد اول باب العلت میں ہے کہ جب جناب امیرؑ نے ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنی چاہی تب بھی جناب سیدہ نہایت ناخوش و رنج ہوئیں۔ چوتھا۔ بزعم شیعہ جب خلفاء نے جور کرنا شیعہ کیا۔ تو حضرت زہراؑ نے نہایت غیظ و غضب میں آ کر جناب امیرؑ کے حق میں وہ کلمے فرمائے کہ جن کے لکھنے سے بھی ہمارا تو دل کانپتا ہے۔ چنانچہ تمہاری حق الیقین میں ہے۔ اس کا جواب حکیم صاحب معیار الہدے میں اس طرح لکھتے ہیں۔ کہ موسےٰ و ہارون کے قصے کو قضیہ فدک سے کیا نسبت

موسےٰ و ہارون دونو معصوم تھے اور ابوبکر غیر معصوم - جواب - بھلا یہ کہاں خدا اور رسول کا فرمان ہے - کہ اگر معصوم کو معصوم پر رنج ہو یا برا کہے تو اس پر کچھ خطا نہیں - بلکہ خدا تو فرماتا ہے کہ اگر معصوم اولیاء یا علماء سے کوئی خطا ہو تو اس پر دو چند سزا ہے - جیسا کہ حضرت کی ازواج مطہرات کو ۲۲ سیپارے میں حق تعالےٰ فرماتا ہے - علل الشرائع میں ہے کہ جناب زہرا کے راضی کرنے کو صدیق نے اس طرح چارہ جوئی کی اور حضرت امیر بھی سفارشی ہوئے اور حجاج السالکین میں کہ چوں ابوبکر بمعذرت آمد خاتون قیامت فرمود افعل فیہا کما کان ابی رسول اللہ یفعل فیہا - اور میثم بحرانی نے شرح کبیر میں لکھا ہے - کہ حضرت فاطمہ راضی ہوگئیں -

جواب شیعہ - غضب فاطمہؑ کی حدیث صحیح بخاری جلد ۴ کتاب الخمس صہ ۳ مطبوعہ بمبئی میں ہے جسکو ہم پہلے لکھ آئے ہیں - اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زہراؑ اول پر غضبناک ہوئیں - مخاطب اس سے انکار کرتے ہیں - کہ قلمی نسخے میں نہیں لیکن یہ ایک بالکل بنیاد دعوےٰ ہے - جو آج تک کسی نے نہیں کیا - فرمایئے وہ قلمی نسخہ کس کتب خانہ میں ہے - تاکہ ہم بھی اس کی زیارت کریں اور اگر چھاپے میں پیچھے یہ حدیث بڑھائی گئی - تو بھی آپ کے مذہب اور آپ کے علماء کا قصور - کیونکہ یہ کتاب سنیوں کے مطبعوں میں باہتمام اہلسنت شائع ہوئی - پھر یہ حدیث کیسے گھس گئی - بہتر ہوتا اگر آپ بخاری سے ہی انکار کر دیتے - اجی حضرت اس طرح تو آپ کی تمام مذہبی کتابیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہوگئیں - کیونکہ ممکن ہے ان میں عبارات الحاق کر دی گئی ہوں - اور بخاری میں تاز لیت نہیں بلکہ جنئی امانت ہے - بخاری سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت زہراؑ نے فدک کے لئے دعوےٰ کیا اور ابوبکر نے جواب دیا - آیا اس میں حضرت فاطمہ جھوٹی تھیں - یا ابوبکر حضرت فاطمہؑ باقرار مخالف معصومہ تھیں چنانچہ صواعق محرقہ صہ ۲۴۵ میں تفسیر آیۂ تطہیر میں لکھا ہے - بدانکہ این آیت منبع فضائل اہلبیتؑ نبوی است بواسطہ آنکہ مشتمل است بر غرر مآثر اہلبیت و اعتنہاد بشان ایشاں ازیں حیثیت کہ ابتداء کرد بانہا کہ مفید حصر ارادہ او است تعالےٰ شانہ درامر ایشاں بر اذہاب رجس کہ آں آثم است یا شک درچیزے کہ ایمان باں واجب است از ایشاں و تطہیر ایشاں از سائر اخلاق مذمومہ نزدیک است کہ خواہد آمد و در بعضے طرق تحریم اہلبیت بر آتش و ایں فائدہ غایت تطہیر است - زیرا کہ الہام انابت بحق سبحانہ و تعالےٰ و ادامت احوال و اعمال صالحہ از جملہ تطہیر است - اس سے ثابت ہوا - کہ اہلبیت گناہ اخلاق ذمیمہ یا اس میں شک کرنے سے جس پر ایمان واجب ہے پاک تھے - اور جھوٹا دعوےٰ کرنا گناہ ہے اور عصمت کے ہوتے نہ ہوئے صدور اثم محال - پس ثابت ہوا کہ بنت رسولؐ

اپنے دعوے میں صادقہ تھیں - ابوبکر صاحب بوجہ غیر معصوم ہونے کے ارتکاب آثم کر سکتے تھے اور اگر آثم نہ کہو آپ کی اصطلاح میں اجتہادی غلطی کہو - چنانچہ صواعق صہ ۵۲ میں خالد کے قصے میں لکھا ہے بلکہ از عادت مجتہدین است کہ در بعضے فروع اجتہادی بر یکدیگر انکار مے کنند - بعد ازیں لکھا ہے کہ وہ صحابی کا اجتہاد غلط تھا - پس جب ایک بھائی کا اجتہاد غلط ہوا - تو دوسرے کا بھی ہو سکتا ہے - لیکن حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر صاحب کے دعوے کی تردید میں آیات قرآن پیش کیں - تو جیسے عمر نے ابوبکر کے اجتہاد کو مان لیا تھا - ویسے ہی ابوبکر کو دلائل ظاہرہ زہراؑ سنکر اپنی غلطی کو تسلیم کرنا چاہیئے تھا لیکن اس نے اصرار کیا - اور گویا کتاب اللہ کو جھٹلایا - حالانکہ قصۂ قرطاس میں یہ حسبنا کتاب اللہ کہہ چکے تھے پس حضرت زہراؑ اپنے غضبناک ہوئیں تو انکے اغضاب کا باعث فعل ابوبکر ہی ہوا یا کچھ اور - اور من اغضبہا چونکہ بصورت کلیہ وارد ہے جس سے عصمت فاطمہؑ کی تائید ہوتی ہے کہ وہ بغیر وجہ کے خفا ہو ہی نہیں سکتی - کیونکہ یہ اس کی بیٹی ہے - جس نے محیائی و مماتی اللہ رب العالمین فرمایا ہے - پھر بشری تقاضا کہاں -

معلوم نہیں شاہ جی اغضبہا کیا کہہ رہے ہیں - ملتان میں کوئی سنی عالم ہے - جو ہمیں اس کے معنے بتلائے - یہ لفظ اغضاب باب افعال سے ہے - لیکن شاہ جی کچھ پڑھے لکھے تو نہیں جو ایسی باتوں کو جانیں - اور باوجود اس بے بضاعتی کے شیعوں سے برسر پرخاش ہیں - حضرت موسےٰ دراصل اپنے بھائی پر خفا نہ ہوئے - کیونکہ حضرت ہارون سے تو کوئی خطا نہیں ہوئی - تو حضرت موسےٰ جو خود معصوم تھے معصوم نبی پر بلا اس کے قصور کے کیوں خفا ہوتے یہ خفا دراصل بنی اسرائیل پر تھا ایاک اعنی و اسمعی یا جارہ مشہور ہے - جیسے حضرت رسولؐ کو ظاہر اخطاب ہے لئن اشرکت لیحبطن عملک (اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل حبط ہو جائیں گے) رسول اللہ سے شرک کا صدور بوجہ عصمت محال تھا پس دراصل یہ امت آنحضرت کو حکم ہے - اسی طرح حضرت موسےٰ نے ہارون کو پکڑا لیکن دراصل قوم کو سرزنش کرتے تھے - چنانچہ خدا خود فرماتا ہے فرجع الی قومہ غضبان اسفا (موسےٰ اپنی قوم کی طرف غضبناک واپس ہوئی) پس ثابت ہوا کہ مغضوب قوم تھی نہ ہارون - ہاں یہ بات آپ کے شیخین نے کی ہے - جب اسامہ سردار لشکر بنا کر بھیجا گیا - تو عمر ابوبکر کے پاس آیا اور کہا کہ کسی بڑی عمر والے کو سردار مقرر کر - تاریخ طبری اور تاریخ ابن اثیر میں ہے فوثب ابوبکر و کان جالسا فاخذ بلحیۃ عمر فقال لہ ثکلتک امک و عدمتک یا ابن الخطاب (اچھل پڑے ابوبکر اور عمر کی داڑھی کو پکڑ لیا - اور کہا اے پسر خطاب تیری ماں تجھ پر پیٹے - رسول اللہ اسے امیر بنائیں اور تو

مجھے حکم دیتا ہے کہ اس کو موقوف کردوں، پس کہو کہ ابو بکر کو اس گستاخی پر کیا سزا ملے گی اور حضرت ایوب اپنی بیوی پر اگر خفا ہوئے تو انکا غضب حق پر ہوگا۔ کیونکہ وہ معصوم تھے اور انکی بیوی غیر معصومہ۔ حق الیقین کی عبارت سے جناب زہرا کا حضرت علیؑ پر غضب ناک ہونا ثابت نہیں۔ حق الیقین کے اسی مقام میں اس اعتراض کا بھی جواب دیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ ہم موسےٰ وہارون کے ذکر میں بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ عبارت جناب سیدہ کے خطبہ لمہ کی ہے۔ جو آپ نے ابو بکر کے سامنے پڑھا اور اس کو آپکے بڑے بڑے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ چنانچہ کتاب السقیفہ ابو بکر جوہری بلاغات النساء احمد بن ابی طاہر بغدادی۔ مروج الذہب مسعودی کتاب المناقب ابن مردویہ اصفہانی فائق زمخشری۔ نہایہ ابن اثیر۔ مراۃ الزمان۔ تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی۔ لالی مصنوعہ جلال الدین سیوطی۔ مختصر تنزیہ الشریعہ شیخ رحمۃ اللہ سندی کے مطالعہ سے یہ امر ظاہر ہے آپ کا تو دل کانپا لیکن اتنے علماء کا دل نہ کانپا۔ اور علل الشرائع عربی میں ہے معلوم نہیں آپ نے فارسی عبارات کس کتاب سے نقل کی ہیں۔

حضرت علیؑ کا ابوجہل کی لڑکی کو خواستگاری کرنے کی حدیث موضوع ہے اور اہلسنت کی کتابوں میں ہے۔ چنانچہ خصائص نسائی حدیث ۱۳۳ و ۱۳۴ میں اس کا ذکر ہے۔ انبانا احمد بن شعیب قال اخبرنا ابن قتیبہ بن سعید قال حدثنا اللیث عن ابی ملیکہ عن المسور بن مخرمۃ قال سمعت رسول اللہ وھو علے المنبر یقول ان بنی ھشام بن المغیرہ استاذنونی ان ینکحوا ابنتھم عن علے ابن ابی طالب فلا اذن ثم لا اذن الا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق او یفارق ابنتی وان ینکح ابنتھم قال ھی بضعۃ منی یریبنی ما ارابھا و یوذینی ما اذاھا ومن اذی رسول اللہ فقد حبط عملہ۔ دوسری حدیث اسی ابی ملیکہ سے ہے یقول سمعت رسول اللہ بمکہ یخطب الخ یعنے راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت کو منبر پر کہتے سنا کہ بنی ہشام مجھ سے اجازت چاہتے ہیں کہ اپنی بیٹی کا نکاح علیؑ سے کریں۔ میں نہیں اجازت دیتا۔ نہیں دیتا۔ مگر یہ کہ علیؑ میری بیٹی کو طلاق دیدے اور انکی بیٹی سے نکاح کرے فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ قلق میں ڈالتا ہے مجھے وہ امر جو اسے ڈالتا ہے اور ایذا دیتا ہے مجھے وہ جو اسے ایذا دیتا ہے اور جس نے رسولؐ کو ایذا دی اس کے عمل حبط ہو گئے۔ دوسری حدیث میں کہتا ہے۔ کہ مکہ میں حضرت نے یہ کہا۔ حالانکہ جناب زہرا کا عقد مدینہ میں ہوا۔ پس یہ اضطراب راوی اس کی وضعیت پر دال ہے اور اس کے رواۃ میں ایک مسور ہے جو مخالف و مبغض علیؑ ہے اور ترمذی میں اس حدیث کا راوی عبداللہ بن زبیر جو محارب علیؑ تھا اور جنگ جمل اسی کے اغواء سے ہوئے اور ابن ملیکہ بھی تبعہ عبداللہ

و مسور سے تھا اور یہ سب مخالف و مبغض علیؑ تھے اور ترمذی میں حدیث ہے نحن معاشر الانصار نعرف المنافقین ببغضھم علیا رہم گروہ انصار بغض علیؑ سے منافقوں کی شناخت کرتے تھے) پس مندرجہ بالا اشخاص منافق ہوئے۔ اور صحیح بخاری میں علامات منافقین میں ایک اذا حدث کذب لکھا ہے (جب منافق بات کہے تو جھوٹ کہے) پس ثابت ہوا کہ انکی احادیث جھوٹی ہیں اور اس لئے نہ حضرت فاطمہؑ پر الزام آیا نہ علیؑ پر۔

وہ چند عذاب کا وعید عائشہ و حفصہ کے لئے ہے۔ جو غیر معصومہ تھیں معصومین ایسی وعید سے پاک ہیں۔ انکے لئے جہاں ایسے کلمات ہوں وہاں امت مراد ہے علل الشرائع سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت زہرا راضی ہو گئیں اور حجاج السالکین ہماری کوئی کتاب ہی نہیں۔ شرح مقیم کا جواب پہلے گذرا۔

بحث تقیہ

اس کے بعد ہمارے مکرم مخاطب تقیہ پر بحث کرتے ہیں اور ورق کے ورق مہمل عبارت سے سیاہ کر کے اپنے نامۂ اعمال کو بھی سیاہ کرتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے عبارت میں بے فائدہ طول کر کے اپنی کتاب کے ۳۰ صفحے سیاہ کئے ہیں اس لئے ہم طول کے خوف سے صرف انکی دلائل کو یہاں نقل کر کے پھر انکے جواب کی طرف متوجہ ہونگے۔ آپ فرماتے ہیں کہ شیعوں نے آئمہ پر تقیہ کا الزام لگا کر انکو چہار جرم کا مجرم بنایا۔ ایک اس آیت کے خلاف فلا تخشوا الناس واخشونی (نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو) دوسرا آئمہ کو منافق کی تہمت دی کہ انکے دل میں کچھ اور ہوتا تھا اور منہ سے اور کہتے تھے جیسا کہ منافقوں کے حق میں ہے یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم (وہ جو کہتے ہیں اپنے منہ سے وہ نہیں ہے انکے دل میں) تیسرا۔ انکو اس آیت کے بھی مصداق بنایا۔ یا اھل الکتاب لم تلبسون الحق بالباطل وتکتمون الحق وانتم تعلمون (اے کتاب والو کیوں ملاتے ہو صحیح میں غلط۔ اور کیوں چھپاتے ہو سچی بات جانکر) چوتھا۔ ان معصوم پاک کو اس آیت کا بھی مصداق بنایا لعنۃ اللہ علی الکاذبین (لعنت ہے اللہ کی جھوٹوں پر)۔

قول صاحب رمی الجمرات ۔ دعوے آپ کا کہ تقیہ کے معنے جھوٹ کہنا ہے اور جھوٹ رحمت نہیں ہو سکتا۔ یہ معنی تقیہ کے نہیں معلوم آپنے کہاں سے نکالے ہیں یعنے لغوی ہیں یا عرفی یا شرعی کہیں پتہ اور نشان دیجئے لغت میں تقیہ ماخوذ ہے وقی یقی وقائتہ واتقاۃ وتقیۃ سے کہ معنی حذر کردن وخوف کردن و پرہیز کردن ہیں اور عرف میں بمقتضائے حدیث مشہور استر ذھبک وذھابک و

مذھبک۔ اپنے مذہب کو چھپانا تعجب ہے کہ چھپانا مال کا اور چھپانا سفر کا جھوٹ نہ ہؤا اور چھپانا مذہب کا جھوٹ ہوجائے۔ حضرت سلامت! کذب و تقیہ میں نہ اتحاد مفہومی ہے نہ مصداقی۔ پھر دو تو ایک کیونکر ہوسکتے ہیں۔ **جواب شاہ صاحب**۔ ان چہار لفظوں کا معنے بھی تو ایک ہی خوف کھانا اور جھوٹ کہنا ہؤا۔ کیونکہ خوف اس تقیہ کی ابتدا ہے اور جھوٹ انتہا۔ پس آپ کے تقیہ کا معنی لغوی و عرفی و شرعی غیروں سے ڈر کر سچ کو چھپانا اور جھوٹ کو ظاہر کرنا ہؤا۔ پہلے ہم دو متن حدیثیں آپ کے تقیہ کی تعریف میں ارقام کرتے ہیں۔ آپ کے میرن صاحب قبلہ حدیقۂ سلطانیہ کے باب میں لکھتے ہیں کہ امام عسکری سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک مخالف امام جعفر صادق کی مجلس میں آیا اور ایک شیعہ سے پوچھنے لگا کہ تو عشرہ مبشرہ کے حق میں کیا کہتا ہے۔ شیعہ نے جواب دیا کہ میں انکے حق میں وہ کلمہ خیر کہتا ہوں جس کے سبب سے خداوند عالم میرے گناہ بخشتا ہے اور میرے درجات بلند کرتا ہے۔ پس اس ناصبی نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ مجھے تیری دشمنی سے نجات دی۔ مجھ کو یہ گمان تھا کہ تو رافضی ہے اور صحابۂ کبار سے دشمنی رکھتا ہے۔ تب اس مرد مومن نے دوسری بار کہا کہ خبردار جو شخص صحابہ سے ایک کو دشمن رکھے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ ناصبی نے کہا شاید تو نے کچھ تاویل کی ہو اس نے کہا جو شخص عشرہ مبشرہ یعنی دسوں کو دشمن جانے اس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام خلق کی لعنت ہو۔ پس وہ ناصبی اٹھا۔ اس مومن کے سر کو بوسہ دیا اور کہا مجھ کو معاف کر کہ میں تجھ کو رافضی جانتا تھا۔ پھر اس مرد مومن نے کہا کہ میں تجھ کو مواخذہ نہیں کرتا تو میرا بھائی ہے۔ یہ سنکر وہ ناصبی چلا گیا جب وہ باہر گیا تب امام صادق نے اس مرد مومن سے کہا۔ کہ تو نے نہایت محکم کلام کیا۔ خدا تجھ کو جزائے خیر دے فرشتے تیرے حسن توریہ سے خوش ہوتے کہ تو نے اپنے دین کو بھی خلل سے بچایا اور اپنے آپ کو بھی اس کے ہاتھ سے چھڑایا۔ خدا ہمارے مخالفوں کی نابینائی کو اور زیادہ بڑھا دے اور انکی نافہمی پر نافہمی زیادہ کرے کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ امام نے فرمایا کہ مراد اس مومن کی اس کہنے سے کہ جو شخص دشمن جانے دسوں کو یہ ہے کہ حضرت علیؑ بھی ان میں داخل ہیں۔ جو شخص دسوں کو دشمن رکھے وہ حضرت علیؑ کو بھی دشمن رکھے گا۔ اس لئے اس پر لعنت خدا ہو۔ اس تمام روایت سے یہ مقصود نکلا کہ ایک تو اس میں سراسر حیلہ سازی و دغابازی ہے۔ دوسرا اس کا وہی معنے ہوا کہ غیر سے ڈر کر سچ کو چھپانا اور ظاہر زبان سے جھوٹ کہنا۔ یہ بھی ثابت ہؤا کہ انکے تقیہ میں نہ کوئی جبر نہ ظلم نہ اکراہ ہے۔ خود بخود غیر سے ڈر کر جھوٹ کہنا۔

جواب شیعہ پہلے ہم تقیہ کا مختصر ثبوت قرآن و تفاسیر اہلسنت سے دیتے ہیں۔ لا یتخذ

المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا منھم تُقٰۃ ویحذرکم اللہ نفسہ والی اللہ المصیر (نہ پکڑیں مسلمان کافروں کو دوست سوائے مسلمانوں کے اور جو کوئی یہ کام کرے گا اس کو اللہ کے دین سے کچھ بھی نہیں۔ مگر یہ کہ تم پکڑ اچاہو ان سے بچاؤ اور اللہ تم کو ڈراتا ہے آپ سے اور اللہ ہی کی طرف پہنچنا ہے) قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ یعقوب (جو حرف اربعہ سے ہے) نے تقاۃ کی جگہ صریح لفظ تقیۃ پڑھا ہے اور سہل و حسن بصری مجاہد ضحاک۔ ابو رجا اور حمید کی بھی یہی قرأت ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ خداوند عالم نے دوستی ظاہری و باطنی کفار سے منع کیا ہے۔ مگر خوف کے وقت ان سے اظہار موالات جائز ہے اور فخر الدین رازی اور نیشاپوری اپنی تفاسیر میں لکھتے ہیں المسئلۃ الرابعۃ اعلم ان للتقیۃ احکام کثیرۃ ونحن نذکر بعضھا (تقیہ کے بہت سے احکام ہیں اور ہم بعض کو لکھتے ہیں) الحکم الاول ان التقیۃ انما یجوز اذا کان الرجل فی قوم کفار ویخاف منھم علی نفسہ ومالہ فیداریھم باللسان وذالک بان لا یظھر العداوۃ باللسان بل یجوز ایضا ان یظھر الکلام الموھم للمحبۃ والموالاۃ ولکن بشرط ان یضمر خلافہ وان یعرض فی کل ما یقول فان التقیۃ تاثیرھا فی الظاھر لا فی القلوب۔ حکم اول۔ تقیہ اس وقت جائز ہے جبکہ آدمی کفار کی قوم میں ہو اور ڈرے انسے اپنے نفس اور مال پر پس انسے زبانی مدارا کرے اور عداوۃ لسانی ظاہر نہ کرے یا ایسی کلام کرے جس سے انکی محبت کا وہم و خیال ہو۔ لیکن دل میں اس کے خلاف ہو کیونکہ تقیہ کو ظاہر میں تاثیر ہے نہ دلوں میں۔

الحکم الثالث للتقیۃ انھا انما یجوز فیما یتعلق باظھار الموالاۃ والمعاداۃ ویجوز ایضا فیما یتعلق باظھار الدین فاما ما یرجع ضررہ الی الغیر کالقتل والزنا وغصب الاموال والشھادۃ بالزور وقذف المحصنات واطلاع الکفار علی عورات المسلمین فذالک غیر جائز۔ حکم سوم واسطے تقیہ کے یہ ہے کہ تقیہ جائز ہے اس میں جو متعلق ہے کفار سے موالات و دوستی کے اظہار کے اور نیز مجوز ہے اس میں جو متعلق باظہار دین ہے لیکن جسکا ضرر غیر کیطرف راجع ہو۔ مثل قتل و زنا غصب اموال جھوٹی شہادت پاکدامن عورتوں کو تہمت لگانا اور کفار کو عورات مسلمین پر اطلاع دینا۔ یہ ناجائز ہے۔ الحکم الرابع ظاھرۃ الاٰیۃ تدل علی ان التقیۃ انما تحل مع الکفار الغالبین الا ان مذھب الشافعی ان الحالۃ بین المسلمین اذا شاکلت الحالۃ بین المسلمین والمشرکین حلت التقیۃ محاماۃ علی النفس۔ یعنی ظاہر آیت تو دلالت کرتی ہے

کہ تقیہ غالب کفار کے ساتھ جائز ہے۔ لیکن مذہب شافعی یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے درمیان بھی ایسی حالت ہو جائے جو مانند ہو اس حالت کے جو مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان ہو یعنے بعض مسلمانوں ہی سے دوسرے مسلمانوں کو خوف ضرر نفس و مال ہو تو حمایت و صیانت نفس کے لئے وہاں بھی تقیہ جائز ہے۔ الحکم الخامس التقیۃ جائزۃ لصون النفس وھل ھی جائزۃ لصون المال یحتمل ان یحاکم فیھا بالجواز لقولہ صلعم حرمۃ مال المسلم کحرمۃ دمہ و لقولہ من قتل دون مالہ فھو شہید ولان الحاجۃ الی المال شدید والماء اذا بیع بالغبن سقط فرض الوضوء وجاز الاقتصار علی التیمم دفعا لذالک القدر من نقصان المال فکیف لا یجوز ھھنا۔ یعنے پانچواں حکم یہ ہے کہ تقیہ حفاظت جان کے لئے تو جائز ہے لیکن آیا حفاظت مال کے لئے بھی جائز ہے۔ اس میں بھی احتمال جواز ہے کیونکہ حضرت رسول ؐ نے فرمایا ہے۔ کہ مسلمان کے مال کی حرمت ایسی ہے۔ جیسے اس کے خون کی۔ اور نیز فرمایا جو اپنے مال کے لئے قتل کیا جائے وہ شہید ہے اور اس لئے بھی کہ مال کی طرف احتیاج زیادہ ہے اور جب پانی گراں ہو جائے تو فرض وضو ساقط ہوتا ہے اور تیمم پر ہی اقتصار ہوتا ہے۔ واسطے دفع کرنے نقصان مال کے۔ پس ضیاع مال کے لئے تقیہ کیونکر جائز نہ ہو الحکم السادس قال مجاھد ھذا الحکم کان ثابتا فی اول اسلام لاجل ضعف المومنین فاما بعد قوۃ دولۃ الاسلام فلا وروی العوف عن الحسن انہ قال التقیۃ جائزۃ للمومنین الی یوم القیامۃ وھذا القول اولی لان رفع الضرر عن النفس واجب بقدر الامکان۔ یعنے چھٹا حکم یہ ہے کہ قول مجاہد ہے کہ تقیہ اول اسلام میں بسبب ضعف مومنین جائز تھا۔ لیکن دولت اسلام کی قوت کے بعد نہیں اور حسن بصری سے مروی ہے کہ تقیہ مومنوں کے لئے قیامت تک جائز ہے اور یہی قول اولیٰ ہے۔ کیونکہ جان سے ضرر کو دور کرنا بقدر امکان واجب ہے۔ انتہیٰ اور یہ قول حسن تفاسیر معالم التنزیل و درمنثور میں بھی منقول ہے۔ یہی قول حسن مختار جم غفیر ہے۔ مثل امام غزالی۔ امام شافعی امام احمد حنبل۔ صاحب فردوس الاخبار۔ احمد بن ابراہیم صاحب جواہر النفائس۔ ملا علی قاری در شرح فقہ اکبر۔ در امامت ابوحنیفہ۔ زمخشری در تفسیر خود ذیل آیہ لاینال عھدی۔ سیوطی در تبویب جمع الجوامع۔ کتاب الاخلاق و کتاب الفتن۔ ولی صاحب فتاوے قاضی خاں در باب جمعہ از کتاب الصلوٰۃ۔ صاحب تاریخ صغیر بخاری۔ ابن ابی الحدید شارح نہج۔ مشکوٰۃ در باب تعجیل الصلوٰۃ و مسلم و بخاری در باب الاکراہ۔ بخوف طوالت نقل عبارات سے احتراز کیا گیا۔

قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں ذیل آیت ولبثت فینا من عمرک سنین حال موسےٰ علیہ السلام میں لکھا ہے کان یعایشھم بالتقیہ۔ یعنے موسےٰ فرعونیوں کیساتھ اتنی مدت تقیہ سے گذارتا تھا۔ چونکہ آپ کے دین کا مدار صحابہ پر ہی ہے اور اس بحث تقیہ کو بھی آپ نے حدیث نجوم ہی کی بحث میں لکھا ہے اس لئے ہم صحابہ کا تقیہ ثابت کرتے ہیں۔ اول حضرت عمار یاسر مہاجر بدری جلیل القدر صحابی کا تقیہ تو مشہور ہی ہے۔ چنانچہ آیہ ومن کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ (جو کفر کرے اللہ سے بعد ایمان کے مگر وہ جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو) تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے۔ کہ کفار نے چیرہ دستی سے جو چاہا عمار سے کہلوایا۔ لوگوں نے رسول اللہ کے پاس جاکر کہا کہ عمار نے کفر کیا۔ حضرت نے فرمایا کلا ان عمارا ملئی ایمانا من قرنہ الی قدمہ و اختلط الایمان بلحمہ ودمہ۔ یعنے عمار سر سے پاؤں تک ایمان سے بھرا ہے اور ایمان اس کے گوشت و خون میں ملا ہے۔ اس کے بعد عمار بھی روتا ہوا آیا۔ حضرت نے اس کے آنسو پونچھے اور فرمایا مالک ان عادوا لک فعد لھم بما قلت۔ یعنے کیا ہوا تجھے۔ اگر وہ عود کریں تیرے لئے تو اعادہ کر اسے جو تو نے کہا۔ دوم بطریق خاصہ و عامہ مروی ہے کہ دو آدم نام صحابی مسیلمہ کے پاس گرفتار ہو کر گئے۔ مسیلمہ نے ایک سے پوچھا آیا تو محمد کو رسول اللہ جانتا ہے اس نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا آیا مجھے بھی اس نے کہا ہاں اس کو رہا کر دیا۔ دوسرے سے بھی یہی سوال کئے۔ اس نے کہا میں تجھے رسول نہیں جانتا۔ اس کو قتل کروا دیا حضرت نے فرمایا جو مارا گیا وہ صداقت پر تھا چھٹ گیا۔ لیکن پہلا مرخص بتقیہ تھا۔ پس اس پر کوئی گناہ نہیں۔ سوم۔ کنز العمال متقی اور تبویب جمع الجوامع سیوطی کتاب الاخلاص باب المداراۃ میں طاؤس نے روایت کی ہے۔ کہ ابو ایوب انصاری ؓ قبل عمر خلافت دو رکعت نماز پڑھا کرتا تھا۔ جب عمر خلیفہ ہوا تو پڑھنا چھوڑ دیا۔ جب وہ مر گیا پھر پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ عمر اس پر مارا کرتا تھا۔

فتاوے قاضی خاں باب الجمعہ میں ہے کہ ابراہیم نخعی و ابراہیم بن مہاجر خطبہ میں کلام کرتے تھے۔ نخعی سے پوچھا تو اس نے کہا انی صلیت الظھر فی بیتی ثم رحت الی الجمعہ تقیۃ یعنے میں نے ظہر گھر میں پڑھی۔ پھر جمعہ میں بصورت تقیہ حاضر ہوا۔ اب توریہ کو لیجئے۔ یہ لفظ ماخوذ ہے وری المیت فی قبرہ (پوشیدہ ہوئی میت قبر میں)۔ پس توریہ یہ ہے کہ متکلم حق بات کہے۔ لیکن بوجہ خوف ضرر نفس و مال ایسے الفاظ میں کہے کہ مخاطب سے اس کا مطلب مخفی رہے۔

خداوند عالم مومن آل فرعون کی تعریف میں فرماتا ہے۔ قال رجل مومن من ال فرعون یکتم ایمانہ

کہا۔ ایک مومن نے آل فرعون سے جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا۔ باوجودیکہ یہ مومن ساری عمر تقیہ میں رہا لیکن رسول اللہ نے اس کو صدیق کا خطاب دیا۔ جیسا کہ بحث صدیق میں بیان ہوگا انشاء اللہ۔ اگر تقیہ نفاق ہوتا تو حضرت اس کو منافق کہتے۔ سیر میں مرقوم ہے کہ فرعون نے اسے کہا کہ لوگ کہتے ہیں تو میری خدائی سے منکر ہے۔ اس مومن نے لوگوں کی طرف خطاب کرکے کہا۔ کہ تم فرعون کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا وہ ہمارا رازق۔ رب۔ محیی و ممیت ہے۔ مومن نے کہا اے فرعون گواہ رہ جو ان کا رب۔ رازق محیی و ممیت ہے وہی میرا ہے۔ فرعون خوش ہوا۔ حالانکہ مومن کا مطلب یہ تھا کہ ان کا رب و رازق محیی و ممیت تو دراصل خدا تعالےٰ ہے۔ وہی میرا رب و رازق وغیرہ ہے۔

۲۔ بخاری و ترمذی و مشکوٰۃ میں ہے واللہ ماکذب ابراھیم قط الا ثلث کذبات (ابراہیم نے نہیں جھوٹ بولا سوائے تین جھوٹوں کے) ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب گمرجی نے سارہ کے بارے میں پوچھا کہ یہ تیری کیا لگتی ہے حضرت نے فرمایا بہن۔ اور آپ کا مطلب تھا کہ دین میں بہن ہے لیکن اس مطلب کو اس طرح سے فرمایا کہ یہ گمرجی سے پوشیدہ رہا پس اس کو جھوٹ کہنا صاحبان صحاح کا افترا ہے اور اگر اس پر کذب کا اطلاق کروگے۔ تو حضرت ابراہیم کا کاذب ہونا ثابت ہوگا اور کاذب کے لئے آپ نے آیہ لعنۃ اللہ علے الکاذبین لکھی ہے پس آپ کے استدلال کے مطابق حضرت ابراہیم کا نعوذ باللہ ملعون ہونا ثابت ہوا۔

۳۔ براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ صفحہ ۲۱۹ میں حجر بدری کے بارے میں لکھا ہے کہ عبداللہ و عبدالرزاق نے حجر بدری سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے اسے فرمایا اے حجر تو اس وقت کیسا ہوگا جب کہ تجھے مجھ پر لعنت کرنے کا حکم دینگے۔ حجر نے عرض کی آیا یہ امر واقع ہوگا۔ حضرت نے فرمایا ہاں۔ حجر نے عرض کی اس وقت میرے کام کا کیا علاج ہوگا۔ حضرت نے فرمایا لعنت کر لیکن مجھ سے تبرا نہ کر۔ پس جس وقت محمد بن یوسف برادر حجاج یمن کا امیر ہوا تو اس نے حجر کو حکم دیا کہ جناب امیرؑ پر لعنت کرے۔ حجر نے کہا ان الامیر امرنی ان العن علیا فالعنوہ۔ یعنے امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں علیؑ پر لعنت کروں۔ پس تم اس پر لعنت کرو۔ حجر کہتے ہیں کہ خصاء مجلس سے اس بات پر کوئی بھی مطلع نہ ہوا۔ کہ میں نے امیر یمن پر لعنت کی سوائے ایک آدمی کے اور یہ بات کرامات علیؑ سے تھی۔ کہ آپ نے امور آئندہ کی خبر دی۔ غور کیجیے حضرت حجر صحابی ہیں بدری ہیں۔ جن کی شان میں بقول اہلسنت اعملوا ما شئتم آیا ہے اور بقول جناب حدیث نجوم کے بھی مصداق ہیں۔ لیکن انہوں نے کلام میں توریہ کیا۔ اور اسی طرح کا توریہ عشرہ مبشرہ والی حدیث میں ہے جس کو آپ نے نقل کیا ہے

لیکن آپ اس کو حیلہ سازی و دغابازی اور کیا کیا کہتے ہیں۔ دیکھئے اب آپ حضرت ابراہیم۔ مومن آل فرعون و حجر بدری کو بھی یہی الزام دیتے ہیں۔ یا اپنی غلطی کا اعتراف کرکے جماعت مومنین میں شامل ہوتے ہیں۔

تقیہ و نفاق ایک نہیں۔ کیونکہ نفاق یہ ہے کہ کفر کو دل میں رکھیں اور زبان سے ایمان کا اظہار کریں اور اسی کے بارے میں یقولون بافواھھم وواللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون ہے۔ برخلاف ازیں تقیہ یہ ہے کہ ایمان کو دل میں رکھے اور بوجہ خوف ضرر رسان سے کفر ظاہر کرے۔ پس ان دونوں میں بعد المشرقین ہے۔ اصل معاملہ دل کا ہے جو رئیس اعضاء ہے اور اصل چیز ایمان ہے جب دل میں یہ ہے تو اس کی نجات میں کلام نہیں۔ خدا پ ۳ ع ۱ میں فرماتا ہے قل ان تخفوا ما فی صدورکم او تبدوہ یعلمہ اللہ (اگر تم چھپاؤ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا اسے ظاہر کرو۔ اللہ اسے جانتا ہے) پس جس شخص کے دل میں کفر ہے اور زبان پر اسلام۔ اللہ اسے جانتا ہے اور اس کے دل کے مطابق اسے سزا دے گا۔ نہ کہ ظاہر کے مطابق جزا۔ اور جس کے دل میں ایمان ہے اور بوجہ اعدا کفر ظاہر کرتا ہے۔ اللہ اسے بھی جانتا ہے۔ اور جیسے منافق کو فعل قلبی سزا دیگا۔ ویسے اس مومن کو بوجہ فعل قلبی یعنے ایمان جزا دے گا اور جیسے منافق کے ظاہر کے مطابق اس کو جزا نہیں ملتی۔ ویسے مومن کو ظاہری کفر پر سزا نہ ملے گی۔ الحمد للہ کہ ثابت ہوگیا کہ تقیہ اور نفاق ایک نہیں۔

پ ۳ ع ۱۵۔ یا اھل الکتاب لم تکفرون بآیات اللہ وانتم تشھدون یا اھل الکتاب لم تلبسون الحق بالباطل وتکتمون الحق وانتم تعلمون (اے کتاب والو کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی نشانیوں سے یا کلام اللہ سے حالانکہ تم قائل ہو۔ اور کیوں ملاتے ہو صحیح میں غلط اور چھپاتے ہو حق کو جانکر) یہ آیات اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہیں جنہوں نے کتب منزلہ میں باطل ملایا۔ اور حضرت کی بعثت کی بشارات کو چھپایا۔ اور امر حق کو ظاہر نہ کیا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ محمد مصطفےٰ نبی برحق ہیں اور اسلام سچا ہے۔ لیکن بوجہ عناد و تعصب کے اس کو چھپاتے تھے۔ پس یہ آیت تقیہ پر چسپاں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عامل تقیہ مومن بآیات اللہ ہوتا ہے۔ اور جیسے اہل کتاب تعصب کی وجہ سے حق کو چھپاتے تھے۔ یہ ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ ظالموں کے ظلم سے بچنے کے لئے حق بات کو دل میں چھپاتا ہے۔ اور یہ لبس حق بالباطل نہیں۔ حدیث متفقہ میں ہے انما الاعمال بالنیات۔ عملوں کا مدار نیتوں پر ہے۔ چونکہ اس کی نیت اچھی ہے اس لئے اسے اسی نیت کے مطابق جزا ملے گی۔ علاوہ بریں اگر تقیہ ہی لبس حق بالباطل ہے۔ تو حضرت موسےٰ۔ ابراہیم۔ مومن آل فرعون

عمار، حجر وغیرہ سب اس وعید میں گرفتار ہونگے۔ وھو خلف۔ پس ثابت ہوا کہ یہ آیت تقیہ کے رو میں نہیں۔

تمت بالخیر

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام بابو نظام الدین پرنٹر چھپی